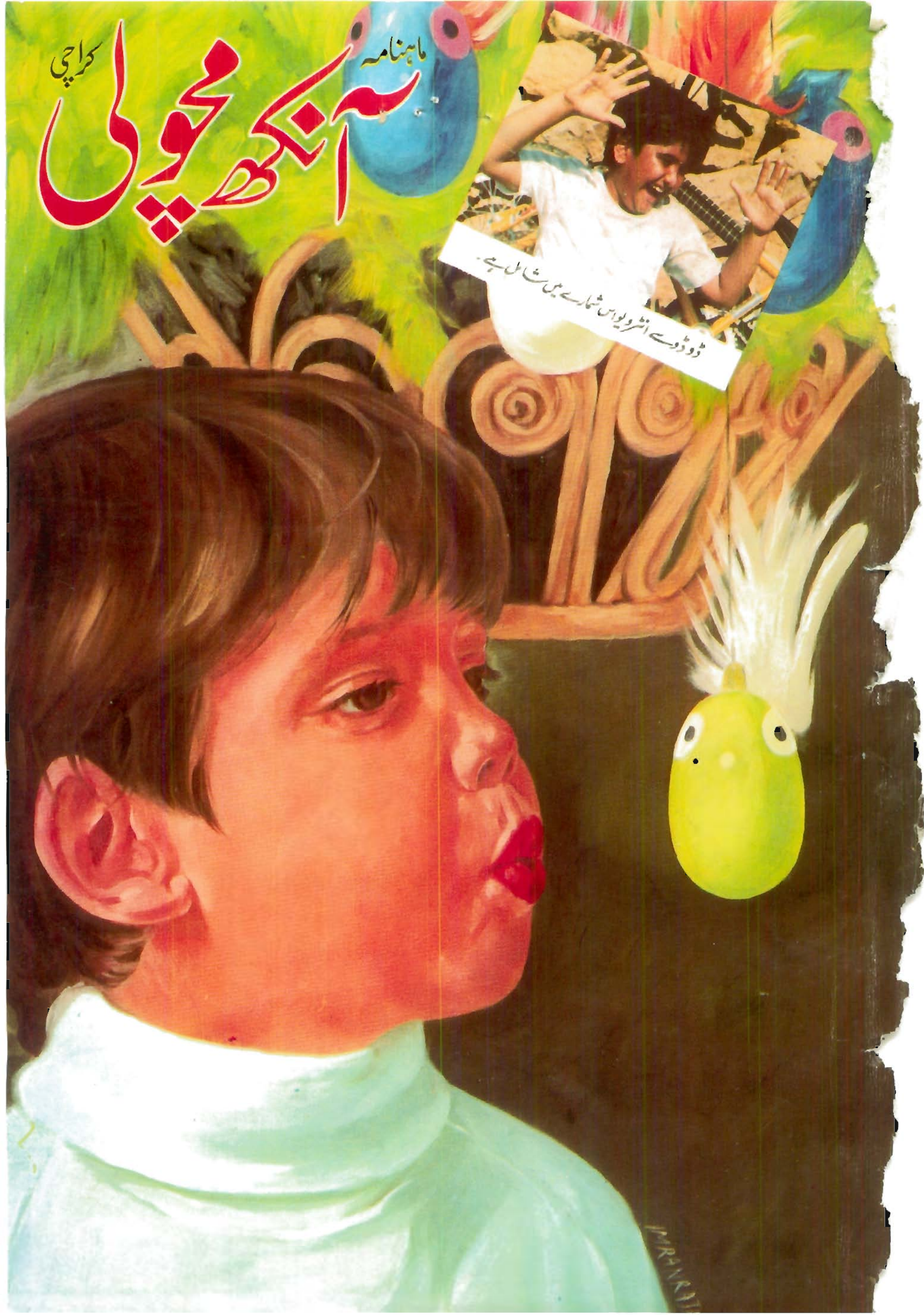
ماہنامہ
آنکھ مچولی
کراچی
ڈوڈو سے انٹرویو اس شمارے میں شامل ہے۔

اچھا!
بہت ہی اچھا
اچھی!
بہت ہی اچھی
اچھا!
بہت ہی اچھا
اچھا!
بہت ہی اچھا
قومی مشروب
نورس
اچھا تو ہے نورس کے بنا
بہت ہی اچھا نورس سے بن

Raisin rich
Fruity raisins in a delicious new biscuit
Raisin rich
- good reasons to win you over
Raisin rich
BISCUITS

رسیلی سپاری
وہ لطف جو آپ بار بار چاہیں....
..... یقیناً وہ لطف رسیلی سپاری ہی کا ہے جسے ایک بار آزمانے کے بعد ہر ایک
اس کے خوشگوار ذائقے اور لطیف مہک کا قائل ہو جاتا ہے .
سپاری کے صاف ستھرے ٹکڑوں کو قدرتی خوشبویات میں بسا کر ایک
منفرد اور خوشگوار ذائقہ عطا کیا جاتا ہے۔ اور پھر خوبصورت پیکٹوں میں بند
کر کے اسے رسیلی کا نام دیا جاتا ہے۔
RASILY
شالیمار فوڈ پروڈکٹس

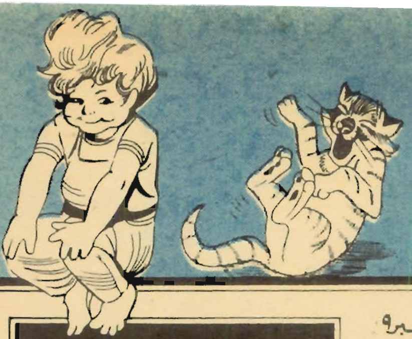

آنکھ مچولی

جلد نمبر ۱ ۔ شمارہ نمبر ۹

مارچ ۱۹۸۷ء رجب ۱۴۰۷ ہجری

قیمت : ۵ روپے

زرِ سالانہ مع خصوصی شمارے

عام ڈاک سے : ۵۴ روپے ، بذریعہ رجسٹری : ۹۰ روپے

آنکھ مچولی میں شائع ہونے والی تمام تحریروں کے حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں۔ پیشگی اجازت کے بغیر کوئی تحریر شائع نہیں کی جاسکتی۔

سرپرست	ڈاکٹر ابواللیث صدیقی
مُدیر اعلیٰ	ظفر محمود شیخ
مُدیر مسئول	تجمّل حسین چشتی
مُدیرانِ اعزازی	امجد اسلام امجد محمد سلیم مُغل
مُدیرِ مُعاون	محمد اعظم منہاس
قانونی مشیر (اعزازی)	خواجہ عدیل احمد (ایڈوکیٹ)
ناظم اِشتہارات	طارق ظفر برنی
کیلی گرافی	رئیس احسن

ماہنامہ آنکھ مچولی میں شائع ہونے والی کہانیاں اور اُن کے کردار اور واقعات فرضی ہیں۔ کسی اتفاقیہ مماثلت کی صورت میں ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔

گرین گائیڈ اکیڈمی

ادارۂ اشاعت برائے

تعلیم و تعمیرِ سیرتِ اطفال

زیرِ سرپرستی

ضمیرالدین میموریل آرگنائزیشن

ناشر ظفر محمود شیخ
طابع زاہد علی

مطبع
ادیب پرنٹنگ پریس
ایم اے جناح روڈ، کراچی

برائے خط و کتابت و مقامِ اشاعت
گرین گائیڈ اکیڈمی
۱۱۲- ڈی نورسری روڈ
سائٹ، کراچی

حسنِ ترتیب

اچھی بات ــــ (حکایت سعدی) ــــــــ ۶
نعت ــــ سلیم فاروقی ــــــــ ۷
بڑے لوگ بڑی باتیں (منتخب اقوال) ــــــــ ۸
ڈاک ڈاک کس کی ڈاک (خطوط کے جواب) ــــ ۹
مارچ، سال کا تیسرا مہینہ حمیرا لطیف ــــــــ ۱۳
خشکی کی کشتی (قرآنی کہانی راہ نما سے) ــــ ۱۰
اپنا پاکستان (نظم) شفقت علی شفقت ــــ ۱۷
احساس (اس ماہ کی خصوصی کہانی) مصطفیٰ چاند ــ ۱۹
سحر ہونے تک ... صدف حنین کاظمی ــــ ۲۹
ہے نا حیرت کی بات! دجیبہ احمد صدیقی ــــ ۳۶
کونکارڈ طیارہ ــــ اعظم منہاس ــــ ۳۹
اغوا ــــ (حق اسکواڈ) اخلاق احمد ــــ ۴۰
گائے کے پائے رخشندہ نے پکائے (نظم) احمد طالب صدیقی ۴۹
افریقہ کا قائدِ آزادی ــ سید ابو احمد عاکف ــــ ۵۱
نئی تخلیق کا خیال ــــ انور سعد ــــ ۵۵
پاک بھارت کرکٹ سیریز ــ علی نوری ــــ ۶۱
اُلّو ــــ تحریر، خرم جاوید ــــ ۶۷
سمندر کے کنارے ڈوڈو سے گپ شپ محمد سلیم مغل ۷۰
غلام کا غلام ــــ پروفیسر عنایت علی خان ــــ ۸۱
مچھلیاں پالنا (مشاغل کی کہانی) عقیل عباس جعفری ۸۵
چڑیا گھر کی سیر (نظم) ضیاء الحق قاسمی ــــ ۸۹
حارو شارو اور ماٹی قسط نمبر ۳ فاطمہ ثریا بجیا ــــ ۹۱
لذیذار لطیفے (منتخب لطائف) ــــ ۹۹
کرکٹ ــــ (کارٹون) ــــ ۱۰۲
اُف یہ امتحان! عبدالرشید عوان ــــ ۱۰۳
منصوبہ (روسی جاسوسی ہے قسط نمبر ۲) عظیم سرور ــــ ۱۰۶
مانیٹر ذیشان بن صفدر ــــ ۱۱۶
دائرہ معلومات ــ اُم رباب جعفری ــــ ۱۲۰
مقابلۂ معلومات نماز (جوابات اور نتائج) ــــ ۱۲۶
کارٹون اسٹوری لکھئے (منتخب تحریریں اور نتائج) ــــ ۱۳۲
دس چیلنج پزل ــ (جوابات اور نتائج) ــــ ۱۳۷
ننھے ہاتھ ننھی تحریریں (بچوں کی منتخب تحریریں) ــــ ۱۴۱
آؤ ملائیں ہاتھ (بچوں کے تعارف) ــــ ۱۴۷
ایک صفحہ امّی ابّو کے لئے (ادارہ) ــــ ۱۵۰

۱۵۰ روپے / ۹ امریکی ڈالرز	متحدہ عرب امارات، عمان، بحرین، قطر، دبئی، ایران، عراق، سعودی عرب، کویت، شام، ترکی، انڈونیشیا، بھارت، برما، سنگاپور، فلپائن
۲۰۰ روپے / ۱۲ امریکی ڈالرز	بنگلہ دیش، تھائی لینڈ، چین، جاپان، یونان، یوگوسلاویہ، زیمبیا، الجیریا، نائیجیریا، آسٹریا، اٹلی، کوریا، برطانیہ، مغربی جرمنی، ڈنمارک، ناروے، فرانس، بلجیم، اسپین، سویڈن، ہالینڈ، جنوبی افریقہ، تنزانیہ، کینیا، تیونس، سوڈان، مصر، یوگنڈا، گنی
۳۰۰ روپے / ۱۸ امریکی ڈالرز	ارجنٹائن، جمیکا، میکسیکو، پانامہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، امریکہ، کینیڈا

بات چیت

"آزادی" انسان کا فطری اور بنیادی حق ہے اور "عہدِ آزادی" "منزلِ آزادی" کا پہلا سنگِ میل ایسا ہی ایک عہد ہم نے آج سے سینتالیس سال قبل لاہور کے منٹو پارک میں کھڑے ہوکر اپنے قائدین کے رُوبرو اپنے اللہ سے کیا تھا۔ ہم نے عہد کیا تھا کہ۔ ہم غلامی کی زنجیریں توڑ کر اپنی آزاد اور علیحدہ مملکت حاصل کریں گے اور اسے اسلامی ریاست بنائیں گے

ہم نے اپنے رب سے وعدہ کیا تھا کہ

ہم اپنی سرزمین کو اسلام کا گہوارہ بنائیں گے جہاں تمام مسلمان محبت اور آشتی کے ساتھ رہیں گے۔

یہ عہد چونکہ ہم نے تمام تر سچائیوں کے ساتھ کیا تھا اس لئے ہمارے رب نے ہمیں کامران کیا اور ہم نے آزادی کی منزل "پاکستان" کی صورت میں پائی اور پھر رفتہ رفتہ ہم اس عہد کو بھولتے گئے... جب حرص و ہوس اور ظلم و نفرت کے اندھیروں نے ہمیں گھیر لیا تو ہمارا کمزور ہوجانا فطری سی بات تھی... ہم اپنے عہد کو بھول گئے تو ہمیں سزا ملنا بھی فطری تھا سو ہم نے سزا پائی... آدھا ملک ٹوٹ گیا... ہماری قوت دو حصوں میں بٹ گئی... یہ جو سزا تھی یہ ایک تنبیہہ بھی تھی کہ ہم اب بھی راہ راست پہ آجائیں.. اور اپنے اللہ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کریں... مگر حالات اب بھی یہی بتاتے ہیں کہ ہم ابھی تک بھٹک رہے ہیں... زبان اور علاقوں کے نام پر ہم مسلسل تقسیم ہو رہے ہیں... مسلسل کمزور ہو رہے ہیں۔ مایوسی کے اندھیرے چھٹتے نظر نہیں آتے ایسے میں روشنی کی کرن ہمارے یہی ننھے ساتھی ہیں جن کے دل و دماغ ہر طرح کی عصبیت سے پاک ہیں ہمیں اپنے ان ساتھیوں سے یہی تو کہنا ہے کہ اپنے دل و دماغ میں یہ بات اچھی طرح بٹھالیں کہ اُن کی منزل اسلام اور پاکستان کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے ۲۳ مارچ آرہا ہے... یہ عہد کی تجدید کا دن ہے... اس روز آپ اپنی معصوم زبان سے یہ دُعا ضرور کیجئے گا کہ'

"اے رب ہمارے ملک کو قائم و دائم رکھ اور اسے صحیح معنوں میں اسلامی ریاست بنادے... اے ہمارے رب ہمیں اور ہمارے ملک کو دشمن کے ناپاک اور مکروہ عزائم سے بچالے .... آمین

یہ بھی عہد کیجئے کہ آپ وطن کے اچھے شہری بن کر دکھائیں گے... اس مقصد کے لئے فی الحال آپ پر اپنی تعلیم کے علاوہ اور کوئی ذمہ داری نہیں ہے ... پڑھیئے پڑھیئے اور خوب پڑھیئے... محنت کیجئے۔

یوں بھی امتحان سر پر ہیں اور آج کل پڑھائی لکھائی کو اپنے سب کاموں پر فوقیت دینا ضروری ہے آپ پڑھیئے ہم آپ کی کامیابی کے لئے دُعا کرتے ہیں۔

ظفر معود شیخ

اچھی بات

ایک پہلوان غصّے کے عالم میں کف اڑاتا اور گالیاں بکتا ہوا ایک کمزور سے شخص کے پیچھے بھاگ رہا تھا ... دیکھنے والوں کو حیرت ہوئی اور پتہ کرنے پر معلوم ہوا کہ کمزور شخص نے پہلوان کو گالی دے دی تھی۔ جس سے مشتعل ہو کر وہ کمزور شخص کے پیچھے ہو لیا۔

ایک دانا نے یہ منظر دیکھا تو کہا "افسوس" اس پہلوان پر جو ایک لفظ سے مغلوب ہو گیا ... پہلوان وہ نہیں جو طاقت کے بل پر کسی کو پچھاڑ دے بلکہ طاقت ور تو وہ ہے جو اپنی طاقت کے باوجود درگزر سے کام لے اور انتقام کے بجائے معاف کر دے"

قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور مقدس نام آپ کے مطالعے اور معلومات کے لئے شائع کئے جاتے ہیں۔ ان کا احترام اور انہیں بے حرمتی سے بچانا آپ کا دینی فرض ہے .. اگر کوئی ایسا کاغذ کہیں گرا ہوا نظر آجائے جس پر آیات، احادیث یا متبرک نام لکھے ہوتے ہوں تو آپ انہیں کسی محفوظ مقام پر رکھ دیں یا پاک صاف پانی میں بہا دیں۔

نعتِ رسول مقبول

رحمت بن کر آئے محمدؐ
ختم رُسل کہلائے محمدؐ
کر کے حرم کو پاک بتوں سے
آپؐ جھکے اللہ کے آگے
کفر و شرک کے ناتے توڑے
سب کے حق سے رشتے جوڑے
حیوں کو انسان بنایا
نورِ حق سے دل چمکایا

آداب و اخلاق سِکھائے
علم و فن کے باغ سجائے
لہرایا اسلام کا پرچم!!
ابرِ رحمت برسا جھم جھم
ختم ہوا باطل کا دَم خم
حق کے بجے آفاق میں سرگم
نام محمدؐ چمکا جم جم
صلی اللہ علیہ وسلم

سلیم فاروقی

بڑے لوگ بڑی باتیں

- اللہ تعالیٰ مُعاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے

(قرآن مجید)

- جب محفل میں تین آدمی بیٹھے ہوں تو دو آدمی سرگوشی نہ کریں کیونکہ اس سے تیسرے کو بدگمانی ہو سکتی ہے۔

(حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

- برائی کا راستہ شروع میں بند کر دینا چاہیئے کیونکہ ایک کمزوری دوسری کمزوری کے لئے اور ایک برائی دوسری برائی کے لئے راہ بناتی اور دروازہ کھولتی چلی جاتی ہے۔

(حضرت ابوبکر صدیقؓ)

- سادگی تواضع اور محنت کی زندگی اختیار کرو۔

(حضرت عمر فاروقؓ)

- گناہوں پہ نادم ہونا ان کو مٹا دیتا ہے اور نیکیوں پر مغرور ہونا ان کو برباد کر دیتا ہے۔

(حضرت علی رضی اللہ عنہ)

- خدائے بزرگ برتر جن لوگوں سے محبت کرتا ہے اِن کو آزمائش میں بھی ڈالتا ہے۔

(قائدِاعظمؒ)

- زندگی کی مصیبتیں کم کرنا چاہتے ہو تو زیادہ سے زیادہ مشغول اور مصروف رہو۔

(والٹر)

- جو مصیبت کا بوجھ اٹھائے گا وہی کامیاب زندگی کا مالک ہوگا۔

(ملٹن)

- اگر ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان پھلے پھولے تو ہمیں متحد رہنا چاہیئے اگر ہم نے متحد رہ کر دیانت اور ایمانداری سے پاکستان کی خدمت کی تو ہمارا ملک ایک طاقت ور مملکت بن جائے گا۔

(شہیدِ ملت لیاقت علی خانؒ)

- جس کے دل میں لالچ ہے وہ ہمیشہ قناعت اور اطمینانِ قلب کی دولت سے محروم رہتا ہے

(مولانا رومؒ)

ڈاک ڈاک کس کی ڈاک

• ڈیئر انکل ــــ السّلام علیکم۔آپ کا رسالہ "آنکھ مچولی" میں بہت شوق سے پڑھتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ آپ کے رسالے میں کچھ لکھوں ــــ براہِ کرم مجھے لکھنے کا طریقہ بتا دیں۔

(خالد محمود، ــــ ناظم آباد، کراچی)

ننھے خالد ــــ وعلیکم السّلام آپ نے "کچھ" لکھنے کا طریقہ پوچھا ہے، اب معلوم نہیں "کچھ" سے آپ کی کیا مراد ہے، کہانی، مضمون، لطیفہ یا "کچھ اور" ــــ چلیئے، اسی سوال کے بہانے ہم آنکھ مچولی پڑھنے اور تحریریں بھیجنے والے دوسرے ساتھیوں کو "کچھ" لکھنے کے لئے اہم باتیں بتا دیتے ہیں،

پہلی بات تو ہے کہ جب آپ کوئی تحریر لکھنے بیٹھیں تو فل اسکیپ سائز کے صفحات لیں، صاف ستھری لکھائی میں ایک سطر چھوڑ کر اور صفحہ کے ایک طرف لکھیں، اپنی تحریر کے ساتھ آپ کچھ اور چیزیں بھیجنا چاہتے ہیں، مثلاً کوئی لطیفہ، اقوال یا ہمارے نام خط ہے ــــ تو ان چیزوں کے لئے بھی علیحدہ صفحات استعمال کریں، بعض بچّے اُسی صفحہ پر ہمیں خط لکھتے ہیں، اُسی صفحے کی پشت پر کہانی لکھ ڈالتے ہیں اور کہانی کے آخر میں لطیفہ بھی تحریر کر دیتے ہیں ــــ اب آپ ہی بتایئے ہم اسے کس فائل میں لگائیں، ــــ ہے نا مشکل مسئلہ تو اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ آپ کی ہر چیز علیحدہ صفحہ پر ہو، پھر ــــ جب آپ لکھ چکیں تو اُسے ایک بار پھر سے پڑھ لیں، تاکہ غلطی کا امکان نہ رہے۔ پھر کسی بزرگ کو جن کا ادب سے کچھ لگاؤ ہو دکھا کر تصحیح کرالیں، اُمید ہے آپ "کچھ" لکھنے کا طریقہ سمجھ گئے ہوں گے ــــ اور جلد ہی ہمیں "کچھ بھیجیں گے۔"

• پیارے پیارے انکل، آداب ــــ میں نے آنکھ مچولی خریدا، بہت ہی اچھا لگا۔ میں چھٹی جماعت میں پڑھتی ہوں اور قرآن پاک بھی ختم کرلیا ہے، اور اسکول میں بھی ہمیشہ فرسٹ آتی ہوں، میرے امّی ابّو آپ کے لئے دُعا کرتے ہیں،

(ثروت عالم ــــ راولپنڈی)

ننھی ثروت آنکھ مچولی پسند آیا آپ کو ـــــ نوازش، یہ پڑھ کر تو ہمیں اور بھی خوشی ہوئی کہ آپ نے قرآن پاک ختم کرلیا ہے، ہم دُعا کرتے ہیں کہ آپ قرآن پاک کے مطابق اپنی زندگی کو سنواریں، اور ایک اچھی اور پکی مسلمان بنیں، اور آئندہ بھی اپنی کلاس میں ہمیشہ اوّل آتی رہیں ـــــ اور ہاں سچی بات یہ ہے کہ آپ کی اور آپ کے والدین کی دعاؤں کے سبب ہی ہم آنکھ مچولی کو بہتر بنا رہے ہیں،

- پیارے بھائی جان ـــــ خیریت موجود خیریت مطلوب ۔

آپ نے پولیس کے بارے میں کارٹون چھاپ کر اچھا نہیں کیا، یہ تو باہر کے ممالک کے باشندوں کی نظر میں ہماری بے عزتی ہے، اور یہ ہم برداشت نہیں کر سکتے،

(عالیہ رزاق، ـــــ سعید آباد، کراچی)

پیاری عالیہ ـــــ دیکھئے ـــــ پولیس کا تو ہمارے ملک ہی میں نہیں بلکہ ہر جگہ مذاق اُڑایا جاتا ہے اور اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی غفلت اور کوتاہیوں کو دُور کریں، تو ہم نے بھی یہ کارٹون اسی لئے شائع کئے ہیں، کہ ہو سکتا ہے پولیس والے آنکھ مچولی میں اپنا تذکرہ دیکھ کر کچھ فرض شناسی کا مُظاہرہ کرنا شروع کریں، ـــــ یہ بے عزتی نہیں ـــــ احساس ذمہ داری پیدا کرنے کی ایک کوشش ہے۔

- جناب ایڈیٹر صاحب ـــــ میں ایک مشہور اسکول کا طالب علم ہوں، پلیز اس بار آو ملائیں ہاتھ میں تعارف شائع کردیں اور مایوس نہ کریں، بہت بہت شکریہ،

(علی نواز رحیم، ـــــ حیدرآباد)

اچھے دوست ـــــ علی نواز بے شک آپ مشہور اسکول کے طالب علم ہیں، اور ہم دُعا بھی کرتے ہیں کہ آپ دنیا کی مشہور شخصیت بنیں ـــــ لیکن تعارف آپ کا باری آنے پر ہی شائع ہو سکے گا۔ آپ بھی سوچیں یہ کہاں کا انصاف ہے کہ دوسروں سے پہلے آپ کا تعارف شائع کردیں، آخر غیر مشہور اسکول والوں کا کیا قصور ہے؟

- محترم ایڈیٹر صاحب ـــــ ضرورت اس بات کی ہے کہ "ایک صفحہ امّی ابّو کے لئے" کو پابندی سے والدین کو پڑھنا چاہیئے، اور اس پر عمل بھی کرنا چاہیئے، یہی وقت کا سب سے بڑا تقاضا ہے،

(سیف الاسلام، ـــــ صدر، کراچی)

برادرِ عزیز ـــــ سیف الاسلام ہم آپ کی رائے سے سو فیصد متفق ہیں، اس صفحے کو پابندی سے پڑھنا اور اس پر عمل کرنا والدین ہی کا کام ہے، آپ جیسے ساتھیوں کا بھی فرض ہے کہ وہ آئے دِنوں امّی ابّو سے پوچھتے رہیں کہ آپ نے اپنا صفحہ پڑھا یا نہیں؟

• بھائی جان ــــ السّلام علیکم جولائی ۸۶ء سے ــــ ہر ماہ پابندی سے خط لکھ رہی ہوں، اور تحریریں بھی ارسال کر چکی ہوں ــــ مگر آپ ہیں کہ جواب ہی نہیں دیتے، بہرحال آپ بادشاہِ وقت ہیں ــــ اور ہم ٹھہرے ۸۰ پیسے کا خط لکھنے والی رعایا۔ اللہ حافظ ،

(صائمہ ولی ، ــــــــ کورنگی، کراچی)

ننھی بہن ــــ صائمہ۔ ناراض مت ہوں ــــ غصّہ تھوک دیں، دیکھ لیجئے ــــ ہم آپ کے خط کا جواب دے رہے ہیں ــــ بے شک آپ ہمیں ہر ماہ خط لکھتی رہی ہیں ــــ مگر آپ ہی بتائیے ــــ "ہمیں آنکھ مچولی اچھا لگا" "احمد حاطب صدیقی کی کہانی بہت پسند آئی" ــــ "ہماری مبارکباد اُن کو دے دیں" ــــ "لطیفے بہت پسند آئے" "ہم نے تحریریں بھیجی تھیں" ــــ "مگر آپ نے ابھی تک شائع نہیں کیں" اس طرح کی باتوں کا ہم کیا جواب دیں، اکثر خط تعریفوں سے بھرے ہوتے ہیں ۔ اب ہر خط کا جواب دینا تو ممکن نہیں ۔ اگر ایسا کریں تو ۲، ۳ آنکھ مچولی تو صرف خطوں کے جواب پر مشتمل ہی شائع کرنے پڑیں گے ــــ اور ہاں ہم بادشاہِ وقت کہاں ــــ ہمارا تمہارا خدا بادشاہ ــــ ہم تو ربِ کریم کے ناچیز بندے ہیں ــــ صائمہ ــــ ہم نے اتنا تفصیلی جواب دے دیا ۔ اب تو آپ خوش ہیں نا ــــ ؟

• پیارے بھائی جان ــــ آداب ، فروری کا شمارہ بہت پسند آیا ــــ مگر میری بھیجی ہوئی تحریریں شاملِ اشاعت نہیں ہو سکیں، شاید آپ اپنے رشتہ داروں کی چیزیں چھاپتے ہیں ، اگر آپ نے میری تحریریں شائع نہ کیں تو آئندہ سے ــــ آنکھ مچولی پڑھنا بند، ...

(طارق احسان ــــــــ کراچی)

شرارتی بھیّا ــــ طارق احسان، فروری کے شمارے کو پسند کرنے شکریہ بھیّا ــــ دراصل جو بچّے معیاری تحریریں بھیجتے ہیں ناں، وہ ہمارے رشتہ دار ہی ہیں، اگر آپ بھی معیاری تحریریں ارسال کریں تو ہمارے رشتہ دار بن سکتے ہیں۔ آپ کی دھمکی سے ہم تو واقعی ڈر گئے ــــ !! اور اس دھمکی کے ساتھ آپ نے صفحے کی پُشت پر اپنا کارٹون بھی بنا کر بھیج دیا ــــ !! ما شاءاللہ صحت تو آپ کی اچھی لگتی ہے، اس صحت کو ہمیں ڈرانے کے بجائے نیک کاموں میں استعمال کیا کریں ناں ۔

• آنکھ مچولی نے دل جیت لیا، معیار کے اعتبار سے وکٹری اسٹینڈ پر اس کا نمبر پہلا ہے ۔

یاسر بن عبدالغفار ــــــــ کنری تھرپارکر

یاسر میاں ۔ کسی بھی ٹیم کی کامیابی کا انحصار اس کے ان ساتھیوں پر بھی ہوتا ہے جو حوصلہ بڑھانے کے لئے میدان میں آتے ہیں آپ نے ہمارا حوصلہ بڑھایا تو ہم وکٹری اسٹینڈ پر نمبر ا ہو گئے آنکھ مچولی سے یہ محبت یونہی برقرار رہی تو انشاءاللہ اوّل ہونے کا اعزاز بھی برقرار رہے گا ۔

ملک بھر سے لاتعداد ساتھیوں کے خطوط موصول ہوئے ... اچھی اچھی تجاویز، بہترین مشورے اور تنقید و تبصرے ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ جنکی روشنی میں ہم آنکھ مچولی کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کر رہے ہیں، ہم ان تمام ساتھیوں کے ممنون ہیں جنھوں نے ہمیں خط لکھے ... فرداً فرداً تمام خطوط کے جوابات دینا ممکن نہیں ہے اس لئے ہم نے چند منتخب خطوط کے جواب دیئے ہیں بقیہ نام "شکریہ" اور اس امید کے ساتھ شائع کر رہے ہیں کہ ساتھیوں کا یہ قلمی تعاون ہمیں ہمیشہ حاصل رہے گا ——— (ادارہ)

، شاکر نسیم احمد، گلستان فاطمہ، ٹنڈوالہ یار ، ضمیر عادل، قصبہ کالونی، کراچی ، نثار احمد، چمن بازار، کنڈیارو
، نعیم نوید، موہڑہ شریف، لاہور ، شوکت علی، بھریارڈ، سندھ ، محمد ایاز انصاری، منگھوپیر، کراچی
، محمد عابد طیب، لیاقت چوک بکھر ، مرزا غفار بیگ، نارتھ کراچی ، افضل خان، بڈھن، پشاور
، ظہور احمد بلوچ، اوتھل، ضلع لسبیلہ ، بابر اقبال، گولیمار، کراچی ، زاہد سلیم، محلہ سادات، بنوں سٹی
، صابر علی بلوچ، ابراہیم ہاؤس، گوادر ، سعدیہ ضیاء، بصیر پور ، افتخار علی شاہ، محلہ جبڑی، مانسہرہ
، علی شیر خان، ریگی، ضلع پشاور ، سلطان بشیر، جی/۶ فور، اسلام آباد ۶ جاوید اقبال، راولپنڈی
، عدنان اقبال، مقام کا نام نہیں لکھا ، کاشف عباس، ماڈل کالونی، کراچی ، عبدالرشید خان، اندرون لکی گیٹ، بنوں
، انیس احمد، پنجگور، مکران ، رفیع اللہ شہاب، صوابی، ضلع مردان ، ناگمان خان ہمدم، تربت
، ثمرین عثمان، مقام کا نام نہیں لکھا ، ارشد عمران، مسلم ٹاؤن، پنڈی گھیب ، ہما خان، سرفراز کالونی، حیدرآباد
، محمد عرفان، لانڈھی، کراچی ، ضیاء محمود لوٹانہ، چوک سرور شہید، چوک منڈا ، محسن علی، ماڈل ٹاؤن، فیصل آباد
، محمد اعجاز خان، ایل ایم سی کالونی جاتشورو ، نجم السحر، لطیف آباد، حیدرآباد ، غازی عبداللہ، صدیق اسٹور، گوادر
، کامران اعجاز، چمنی محلہ، بکھر ، بلال حسن، سیکٹر I-9، اسلام آباد ، عمر نواز ماہر، بنوں،
، شہر بانو احمد، کراچی ، شازیہ ظفر، رنچھوڑ لائن، کراچی ، رانا شکیل ذکی، مقام کا نام نہیں لکھا،
، محمد خالد عظیمی، نارتھ ناظم آباد، کراچی ، محمد سعید عاصی، ڈیرہ اسماعیل خان ، کامران سلیم، سندھی ہوٹل، نیو کراچی
، شبیر حسن، حبیب شوگر مل، نوابشاہ ، منظور اخوند، لطیف آباد، حیدرآباد ، یوسف بھٹی، کنری پاک، تھرپارکر
، مزمل الرحمن، واٹر پمپ، کراچی ، بخش علی چانڈیو، ٹنڈوالہ یار، سندھ ، اسماء، ایف بی ایریا، کراچی
، قیصر ظفر بیگ، اسلام آباد ، ساجد مرزا مصور، ممتاز آباد، تاندلیانوالہ ، شفقت رحمن، اکوڑہ خٹک
، طاہر صدیقی، آدم چوک، فیصل آباد ، معراج سعادت، لطیف آباد، حیدرآباد ، منیر احمد فاضل، برڈوڈ روڈ، لاہور
، محمد جاوید، نیم کی چاڑی، سکھر ، رسول بخش سٹھیو، ٹنڈو محمد خان، ، سلیم جان مروت، بنوں شہر
، غلام حسین میمن، گھائی روڈ، حیدرآباد ، وکیل خان، ہشتنگری، پشاور ، ریحانہ حفیظ، مٹیاری، سندھ
، شائستہ بانو، ائرپورٹ روڈ، حیدرآباد ، ساجد حسین، سولجر بازار، کراچی ، محمد انجم مبین، ڈیرہ اسماعیل خان
اسماء توحید، نشتر روڈ، کراچی ، نوید مصطفی کانجو، ٹھارو شاہ ، عمیرہ سلیم، چکدرہ، ضلع دیر

حمیرا لطیف

مَارچ

سال کا تیسرا مہینہ

اس مہینے کا نام کیسے پڑا؟

مارچ کا مہینہ اور اس کے معنی جنوری اور فروری کی سردیاں گزر جانے کے بعد مارچ کے مہینے میں اچانک بارش اور تیز جھکڑ چلنے لگتے ہیں اس لئے مارچ کا مہینہ اسی نسبت سے رومی بت پرستوں کے جنگ کے دیوتا "مارس" کے نام پر ہے۔ روم کے بت پرست اپنے اس دیوتا کو صرف جنگ کا دیوتا نہیں کہتے تھے وہ اسے کاشتکاری کا دیوتا بھی مانتے تھے اور جب کھیتوں میں بیج ڈالنے کا وقت آتا تو وہ اسی دیوتا سے دعا مانگتے تھے۔

پرانے روم کے باشندے جنگجو تھے۔ وہ جنگ کے ذریعے دوسروں کو لوٹ کر اپنے خزانے بھرتے تھے اور زراعت سے غلہ حاصل کرتے تھے۔ یورپ کی سخت سردیوں میں یہ دونوں کام ممکن نہیں تھے مارچ کا مہینہ شروع ہوتے ہی برف صاف ہو جاتی تھی۔ سورج چمکنے لگتا تھا جنگ اور کاشت کا کام ممکن ہو جاتا تھا۔ اس لئے بت پرستوں کا دیوتا مارس جنگ اور کاشتکاری کا دیوتا مانا جاتا تھا اور اسی کی نسبت سے مہینے کا نام مارچ رکھا گیا۔

آپ کی پسندیدہ اور مقبول ترین
بِلّی مارکہ
میٹرو مِلن
اگربتّی
CAT BRAND
METRO MILAN
AGARBATTI
بھینی بھینی
اور مسحور کُن خوشبو والی
بلّی مارکہ
میٹرو مِلن اگربتّی
سیلوفین ایئر ٹائٹ پیکنگ میں
ٹیئر اِسٹریپ کے ساتھ
تمام ممتاز ڈیلروں سے دستیاب ہے۔
تیار کردہ:
میٹرو اگربتّی کمپنی پوسٹ بکس نمبر ۴۸۸ کراچی
فون: ۲۹۲۷۳۷ - ۲۹۰۸۷۷ - ٹیلیکس: ۲۳۴۳۴ میٹرو پی کے

قرآنی کہانی،
راہ نما سے ماخوذ

خشکی کی کشتی

بچّو!
کسی زمانے کی بات ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بہت عبادت کیا کرتے تھے۔ بہت نیکوکار تھے۔ اللہ کی راہ میں جانور قربان کرتے، غریبوں کی مدد کرتے۔ سب سے اچھے اخلاق سے پیش آتے تھے۔ اس ہی قوم میں کچھ بزرگ ایسے تھے جو عام لوگوں سے زیادہ عبادت گزار تھے اور ہر وقت یاد اللہ میں مصروف رہتے تھے خدا کا حکم ہوا تو وہ سب انتقال کر گئے۔ لوگوں کو ان سے بڑی عقیدت تھی۔ جب وہ بزرگ مرگئے تو ساری بستی اداس ہوگئی۔ جب شیطان کو یہ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے مرنے سے بستی والے اداس ہو گئے ہیں تو اس نے آکر تمام بستی میں لوگوں کو ورغلایا۔ چند افراد کو ایک جگہ جمع کیا اور کہنے لگا مجھے بہت افسوس ہے تمہاری بستی کے نیک بزرگ انتقال کر گئے یہ واقعی افسوسناک ہے چلو غم نہ کرو میں تمہیں ایک ترکیب بتاتا ہوں تم اس پر عمل کرو تو بزرگ تمہیں یاد نہیں آیا کریں گے۔ شیطان کہنے لگا تم مٹی سے ان کی مورتیاں تیار کرلو تاکہ ان لوگوں کی یادگار رہے۔

بچّو! اس زمانے میں کیمرہ تو ایجاد نہیں ہوا تھا کہ لوگ تصویر کھنچوا کر رکھ لیتے چنانچہ ان لوگوں کو یہ بات اچھی لگی اور انہوں نے اپنے مردہ بزرگوں کی مٹی کی مورتیاں بنا ڈالیں اور ان سے دل بہلانے لگے۔ یہ سلسلہ مدّتوں چلتا رہا کہ لوگوں نے اپنے بزرگوں کی مورتیوں کو یادگار کے طور پر سنبھال کر رکھا اور بچّوں کے سامنے اپنے مردہ افراد کی نیکیوں کی تعریف و تذکرے بڑے احترام کے ساتھ کرتے تھے۔ پھر جب ان سب کا بھی انتقال ہوگیا تو ان کی اولادوں نے ان مورتیوں کا کچھ زیادہ ہی احترام کرنا شروع کر دیا۔ اپنی محفلوں میں بھی انہیں ساتھ لے جانے لگے۔ یہاں تک کہ کم علمی کی بنیاد پر انہوں نے ان مٹی کی مورتیوں ہی کو پوجنا شروع کر دیا اور خدا کو بالکل ہی بھول گئے۔
اسی قوم میں ایک بہت ہی نیک بزرگ رہتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی بہت عبادت کرتے تھے۔

اور دوسروں کو بھی اللہ کی عبادت کرنے کے لئے کہتے تھے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ لوگ مٹی کی گڑیوں کو پوج رہے ہیں تو انہوں نے لوگوں کو سمجھایا کہ مورتیاں تمہارے اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی ہیں۔ تم ان کی پوجا مت کرو۔ یہ نہ تمہیں نقصان پہنچا سکتی ہے نہ فائدہ عبادت تو صرف اللہ کی کرنی چاہیئے جس نے ہم سب کو پیدا کیا ہے اور جو ہمیں کھلاتا پلاتا ہے۔

بچو! جب بستی کے لوگوں نے سنا کہ بزرگ نئی تعلیم دے رہے ہیں اور مورتیوں کو بُرا بھلا کہہ رہے ہیں تو اُن کا خوب مذاق اڑایا، انہیں بُرا بھلا کہا اور پھر رفتہ رفتہ لوگوں نے انہیں خوب ستانا بھی شروع کر دیا۔ اتنا تنگ کیا کہ بزرگ نے پریشان ہو کر اللہ تعالٰی سے بد عا کی کہ اللہ تو اس بدبخت قوم کو سخت سزا دے۔ اللہ تعالٰی نے ان کی دُعا قبول کر لی اور بزرگ کو حکم دیا کہ اپنے تمام ساتھیوں کو جمع کرے اور ایک بڑی سی کشتی بنالے اور تمام آدمی اور جانوروں کو اس کشتی پر سوار کر دو۔ ہم بستی میں زبردست سیلاب لانے والے ہیں اور بستی کے تمام لوگوں کو ڈبو دیں گے۔

جب بزرگ نے کشتی تیار کر لی تو لوگ ان کا مذاق اڑانے لگے کہ خشک زمین پر کشتی کیسے چلے گی۔ ان بزرگ کے بیٹے نے بھی یہی سوال کیا۔ بزرگ نے اپنے بیٹے کو لاکھ سمجھایا کہ تم کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ اللہ تعالٰی سیلاب لانے والا ہے تم بھی ڈوب جاؤ گے۔ لیکن بیٹے نے ایک نہ مانی بلکہ الٹا کہنے لگا جب تمہارا اللہ پانی لائے گا تو میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا لیکن تمہاری کشتی پر ہرگز سوار نہیں ہوں گا۔

بس بچو! پھر کیا تھا اللہ میاں کو زبردست غصّہ آیا دیکھتے ہی دیکھتے چاروں طرف سے پانی آنا شروع ہو گیا۔ زمین سے پانی اُبلنے لگا ہر طرف پانی ہی پانی ہو گیا یہ خطرناک حالت دیکھ کر بزرگ نے پھر اپنے بیٹے سے کہا کہ وہ کشتی میں سوار ہو جائے۔ لیکن اس نے انکار کیا اور ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ٹیلا بھی ڈوبنے لگا۔ بزرگ نے اللہ سے دُعا کی کہ میرے بیٹے کو بچا لے۔ لیکن اللہ نے سختی سے منع کر دیا کہ یہ میرا اور تمہارا دونوں کا نافرمان ہے۔ اس کو اس کی نافرمانی کی سزا ضرور دی جائیگی۔ چنانچہ سارے بستی والے پانی میں ڈبکیاں کھانے لگے اور بزرگ کا بیٹا بھی ڈوب کر ہلاک ہو گیا۔ بزرگ کی کشتی تیرتی ہوئی ایک پہاڑ سے جا لگی تو سب لوگ اسی پہاڑ پر اُتر گئے۔ اپنے جانور اور سامان بھی اتار لیا۔ رفتہ رفتہ پانی اترنے لگا اور ہر طرف ویرانی چھا گئی کیونکہ سب کچھ بھی نہیں بچا تھا۔ بس کچھ افراد تھے۔ جو کشتی کی مدد سے پہاڑ پر آئے تھے۔ ان لوگوں نے نئے سرے سے زندگی کا آغاز کیا یہ پہاڑ جودی کہلاتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ ایک چھوٹا سا گاؤں پہاڑ کے دامن میں آباد ہو گیا جو بڑھتے بڑھتے شہر اور پھر ملک بن گیا۔

اپنا پاکستان

شفقت علی شفقت

اس کی دھڑکن ہے پنجاب، روح رواں اس کا مہران
اس کا راکھا اپنا سرحد، اس کا روپ بلوچستان
اس کی عظمت اس کی شان دریا جنگل کوہستان
چاروں صوبوں کی پہچان، یہ ہے اپنا پاکستان

نیلے امبر کو چھوتے ہیں اس کی عظمت کے مینار
روشن روشن اس کی گلیاں مہکے مہکے ہیں بازار
اس کا ذرّہ ذرّہ چمکے، ہم سب کو ہے اس سے پیار
اس پہ اللہ کا احسان یہ ہے اپنا پاکستان

دو اس کو دن رات ترقی اور کرو اس کو آباد
کونہ کونہ روشن اس کا اور رہیں ہم اس میں شاد
اس پر کوئی آنچ نہ آئے اور نہ ہو ہرگز برباد
سُن لو قائد کا فرمان، یہ ہے اپنا پاکستان

لاکھوں جانیں دے کر ہم نے پاک وطن آزاد کرایا
رہتی دنیا تک ہو سر پر اپنے دیس کا ٹھنڈا سایہ
اس کو زندہ کیا چھوڑیں گے جس نے اس کو دکھ پہنچایا
ہم سب اپنے دیس کی جان یہ ہے اپنا پاکستان

پاکستان کے ہر دشمن کا اس دنیا سے نام مٹا دیں
اس کی خاطر تن من دھن اور اپنی پیاری جان لٹا دیں
اس کی عظمت کی راہوں میں حائل ہر دیوار گرا دیں
دیکھو شفقتؔ کا ارمان، یہ ہے اپنا پاکستان

اِسپلِٹ ٹائلز میں اِنقلابی تصوّر

نیشنل ٹائیلز

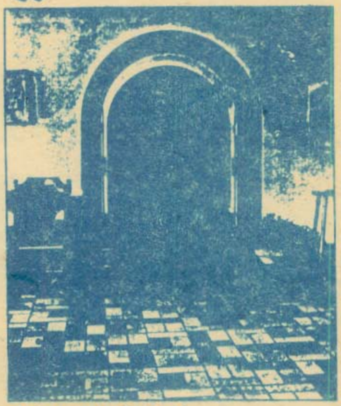

مضبُوطی اور پائیداری کا دِلکش اِمتزاج

تیزابیت کی مکمل مُدافعت، اسکریچ پروف

نیشنل ٹائیلز جدید انقلابی اسپلٹ ٹیکنالوجی کے تحت مغربی جرمنی کی میسرز اگروب کے تکنیکی تعاون سے تیار کیے جاتے ہیں۔ غیر معمولی مضبوطی پیدا کرنے کے لئے انھیں انتہائی درجۂ حرارت (تقریباً 1180°C) پر گلیزڈ کیا جاتا ہے۔ نیشنل ٹائیلز نہ گھِسنے اور نہ پھسلنے والی سطح سے مزیّن ہیں۔

آپ کا بہترین اِنتخاب برائے:

• T.V لاؤنج • ریسپشن ہال • ڈرائنگ روم • بیڈ روم • باتھ روم • کچن • زینہ • بالکنی • ٹیرس • فٹ پاتھ • عمارت کا سامنے کا رُخ • دفاتر • کارخانے • اسکول • ہوٹل • ریسٹورنٹ • دکانیں اور جہاں جہاں ٹائیلز کی تنصیب میں پائیداری، صفائی، ستھرائی اور دیدہ زیبی کی اوّلین اہمیت ہو، نیشنل ٹائیلز ہی بہترین اِنتخاب ہیں۔

تمام بڑے سینیٹری ویئر اور ٹائیلز ڈیلرز کے ہاں دستیاب ہیں!

مضبُوط گرفت:

نیشنل ٹائیلز کی پشت پر باریک نالی دار ساخت انھیں دیوار کی سطح پر مضبُوط گرفت کی صلاحیت بخشتی ہیں۔ اسی لئے یہ عام ٹائیلز کے مقابلے میں کہیں زیادہ بہتر چپکتے ہیں۔

صرف نیشنل ٹائیلز ہی میں آپس میں جُڑنے والے اینگل ٹائیلز، اسکرٹنگ ٹائیلز، اسٹیپ ٹائیلز اور فیسنگ اسٹرپس دستیاب ہیں۔ جنھیں اپنی سہولت اور تخیل کے مُطابق کئی انداز سے لگایا جاسکتا ہے۔

MATCHING ACCESSORIES

ان گلیزڈ • رف گلیزڈ • گلاسی گلیزڈ • ڈبل گلیزڈ سطحوں میں دستیاب!

UNGLAZED ROUGH GLAZED GLOSSY GLAZED DOUBLE GLAZED

اب آپ کے لئے مزید سہولت

نیشنل ٹائل

عام ٹائل سے کہیں زیادہ بہتر اور مضبوط

Visit our display centre

National Tiles & Ceramics Ltd.

NO' 1 Services Club Extension Behind Metropole Saddar, Karachi, Phone' 511137, 528047, 520400 Tlx' 25188 NEWCO PK.

NTC-K/8-12-86

مصطفیٰ چاند

احساس

۲۳ مارچ کی خصوصی کہانی

ریلوے اسٹیشن کی گہما گہمی عروج پر تھی. لال قمیضوں والے قلی سامان اٹھائے دوڑے چلے جارہے تھے پلیٹ فارم کے چاروں طرف کھڑے ٹھیلے اِدھر سے اُدھر پھسلتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے تھوڑی دیر پہلے ہی "عوام ایکسپریس" اسٹیشن کی حُدود کو چھوڑ کر پنڈی کی طرف روانہ ہوچکی تھی لیکن اس کے باوجود اسٹیشن پر رش کم نہیں ہوا تھا. اَجّو چھوٹے چھوٹے قدم بڑھاتا ہوا پلیٹ فارم کے بالکل کنارے پر آ کھڑا ہوا اُس نے سامنے نظر دوڑائی ٹرین کی آہنی پٹڑیاں بہت دور تک ایک ہی سیدھ میں چلی جارہی تھیں پوری زمین پر پٹڑیوں کا جال سا بچھا دکھائی دے رہا تھا جن پر کہیں مال گاڑیاں کھڑی تھیں تو کہیں انجن "بھوں بھوں" کرتے گزر رہے تھے

اس سے کچھ ہی آگے انڈیا جانے والی ٹرین وسل بجنے کے انتظار میں دم سادھے کھڑی تھی۔ اَجّو تھوڑی دیر تک کھڑا ٹرینوں کی گڑ گڑاہٹ سنتا رہا اور واپس پلٹ آیا۔ تھکن سے اس کی آنکھیں خود بخود ہی بند ہونے لگی تھیں وہ اسٹیشن کے ایک ستون سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا پھر اگلی ٹرین آنے سے پہلے ہی اُسے نیند آگئی اچانک ایک لات اس کی پسلیوں میں اُتر گئی،

"کیوں بے سونے کے علاوہ بھی تجھے کوئی کام ہے سارا سارا دن اونگھتا رہتا ہے اور شام کو بولتا ہے لوگ کنجوس ہو گئے ہیں بھیک نہیں دیتے چل اُٹھ "جناب" آچکی ہے...."

جیون چاچا نے کرخت لہجے میں کہا تو اَجّو بڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا تانبے کا پچکا ہوا کٹورا اس کے پہلو میں پڑا تھا۔ اس نے بے دلی سے کٹورا ہاتھ میں تھاما اور صدائیں لگاتا ہوا ٹرین پر چڑھ گیا جیون چاچا کچھ دیر تک کھڑا اُسے گھورتا رہا اور سگریٹ کا کش لگا کر اسٹیشن کے ہنگاموں میں گم ہو گیا۔

جس وقت اَجّو ٹرین سے اترا جیون چاچا جا چکا تھا اس نے آسمان کی طرف دیکھا جو لمحہ بہ لمحہ سیاہ ہوتا جا رہا تھا میلی سی جیکٹ کی جیبیں ریزگاری کے بوجھ سے ڈھلک گئی تھیں اجو نے کٹورے کے پیسے بھی لٹکتی جیب میں بھر لئے اور چاچا کے اَڈّے کی طرف چل پڑا جس وقت وہ اڈے پر پہنچا چاچا جیون تمام لڑکوں سے سارے دن کی بھیک جمع کر رہا تھا۔

"آج دیر سے کیوں آیا ہے .....؟ جیون چاچا نے بدستور نوٹوں کے بیچ اُنگلی پھیرتے ہوئے نگاہ اُٹھائے بغیر کہا۔

"راستہ بہت لمبا ہے چاچا، تھک جاتا ہوں....." اجو نے مُردہ سی آواز میں کہا۔

"اُو نواب کے بچے زبان قابو میں رکھ....." جیون چاچا ایک دَم بھڑک اٹھا، کل سے وقت پر نہ آیا تو یاد رکھ نئی کھال نکال دوں گا...."

جیون چاچا کا لہجہ کُھردرا ہوتا جا رہا تھا اَجّو بھی خاموش ہو کر جیبیں خالی کرنے لگا وہ جانتا تھا کہ اب اگر اس نے مُنہ سے ایک لفظ بھی نکالا جیون چاچا بیلٹ سے اُس کی کھال کو گرما دے گا۔

اگلے دن اس کی ڈیوٹی راوی روڈ پر تھی وہ جب اَڈّے سے نکلا تو اس کے ساتھ بہت سارے اور بچّے بھی تھے جو رفتہ رفتہ اپنی اپنی گلیوں میں مُڑتے گئے بلآخر اجّو پھر اکیلا رہ گیا پتہ نہیں جیون چاچا اس کی ڈیوٹی سب سے دُور کیوں لگاتا ہے، وہ آج پھر چلتے چلتے تھک گیا تھا اس نے پلٹ کر دیکھا دور دور تک کوئی بھی نظر نہیں آرہا تھا وہ ایک شکستہ سی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا..... دیوار کافی آگے تک جاتی ہوئی دائیں جانب کو گھوم رہی

تھی جس کے آخری کونے پر بڑا سا سیاہ گیٹ لگا ہوا تھا اجو نے دیوار کا آخر تک جائزہ لیا اور چند لمحے ستانے کے بعد دوبارہ اُٹھ کھڑا ہوا اسی وقت ایک آواز نے اس کے قدم روک لئے شاید یہ اسکول کی عمارت تھی جہاں بچے زور زور سے نظمیں پڑھ رہے تھے وہ ٹھہر کر ایک بچے کی آواز سننے لگا۔

لب پہ آتی ہے دُعا بن کے تمنا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری

بچہ لہک لہک کر گا رہا تھا اس کی آواز میں بڑا سوز تھا اجو جو وہاں سے جانا چاہتا تھا دوبارہ وہیں بیٹھ گیا۔

میرے اللہ بُرائی سے بچانا مجھ کو
نیک جو راہ ہو اسی راہ پہ چلانا مجھ کو

بچہ نظم ختم کر چکا تھا لیکن اجو کے کانوں میں نظم کے ٹھنڈے میٹھے بول بار بار گونج رہے تھے وہ نظم کے ٹوٹے پھوٹے بول دہراتا ہوا راوی روڈ کی طرف چل پڑا وہ راستہ جو اس کو ہمیشہ ہی بہت بڑا لگتا تھا آج اس کے ختم ہونے کا اسے پتہ ہی نہیں چلا تھا۔

بازار شروع ہو چکا تھا اس نے مسجد کے سامنے والے کونے پر جا کر اپنا کٹورا دائیں ہاتھ میں لے لیا اور بڑبڑانے لگا۔

"میں یتیم، لاچار، ٹی بی کا مریض ......" اچانک وہ بولتے بولتے چُپ ہو گیا اقبال کی نظم اس کے ذہن میں گونجنے لگی۔

"میرے اللہ برائی سے بچانا مجھ کو ....." اس نے ایک دم سر کو جھٹکا اور بڑبڑانے لگا۔

"لب پہ دعا بنتی ہے زندگی ہو شمع ....." لفظ اس کے ذہن میں گڈمڈ ہونے لگے تھے۔

"یہ کیا بکواس کر رہا ہے ..... تیز کرخت آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تو اجو اندر تک کانپ اُٹھا جیون چاچا تیوریوں پر بل ڈالے کھڑا تھا۔

"اگر منتر بھول گیا نا تو ہڈیاں توڑ کر ریڑھے میں بٹھا دوں گا سمجھا ....." جیون کے لہجے میں عجیب سی کاٹ تھی اجو کا چہرہ پسینے سے ڈوب گیا۔

"وہ ..... وہ ..... چاچا" اجو بوکھلا کر ہکلانے لگا۔

"اگر دھندا مندا ہوا نا پھر دیکھنا اُلٹا لٹکا دوں گا ....." جیون چاچا نے اس کو گُدی سے پکڑ لیا۔

"چاچا ..... چاچا ..... مُعاف کر دو ....." وہ بلبلانے لگا۔

جیون نے غصّے سے جھنجھوڑ کر اسے جھٹکا دیا تو وہ اوندھے مُنہ گر پڑا کٹورا اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر لڑھکتا ہوا دُور جاگِرا تھا اَجّو نے جلدی سے اُٹھ کر تانبے کے پچکے ہوئے کٹورے کو اپنے ہاتھوں میں پکڑا اور روتے ہوئے پھر سے بڑبڑانے لگا۔

"میں یتیم، لاچار، ٹی بی کا مریض.....راہِ مولا امداد کرتے جاؤ.....!"

"جو دے اُس کا بھلا جو نہ دے اس کا بھی بھلا.....!"

اَجّو جیون چاچا کا بتایا ہوا منتر پڑھنے لگا جیون چاچا مسجد سے کچھ دُور جاکر کھڑا ہو گیا چند راہگیروں نے گزرتے ہوئے سکّے اجو کے کٹورے میں پھینک دیئے جن کی چھنک جیون چاچا نے سڑک کے اس پار بھی سُن لی۔ چاچا کچھ دیر مزید کھڑا رہ کر روای روڈ پر آگے کی سمت نکل گیا۔ چاچا کے جانے کے بعد اَجو نے آنسوؤں سے بھری آنکھوں کو دوبارہ مَسلا اور پھر سے وہی جُملے دہرانے لگا جن کی کشش سے اس کے کٹورے میں سکّے بونے لگتے تھے!

اَجّو کو صرف اتنا پتہ تھا کہ اس کے گھر میں آگ لگ گئی تھی جہاں اس کے ماں باپ، بہن، بھائی سب جل گئے تھے پتہ نہیں وہ کس طرح بچ گیا تھا اُس کی کمر بالکل جھلس گئی تھی۔ چاچا نے اِس کو لاوارث کہکر اسپتال سے چھُٹی کرائی اور اب وہ اِن جیسے کئی بچّوں کا جیون چاچا بن گیا تھا۔

اَجّو روزانہ گھروں سے نکلتے ہوئے ان بچّوں کی طرف دیکھتا جو بستہ لٹکائے خراماں خراماں اسکول کی طرف قدم بڑھا رہے ہوتے تھے اور پھر اپنے کٹورے کی طرف دیکھتا جسے وہ روزانہ ہی بھر کر لاتا تھا مگر وہ روزانہ ہی خالی ہوجایا کرتا تھا۔

"چاچا ہمیں اسکول کیوں نہیں بھیجتا.....؛ اس نے چلتے ہوئے سوچا اور قدم بڑھانے لگا۔

"ٹن.....ٹن.....ٹن اسکول کی گھنٹی بج رہی تھی وہ چلتے ہوئے اسی سمت آگیا۔ جہاں بچّے اسکول کا یونیفارم پہنے گلے میں بستہ لٹکائے تیزی سے باہر کی طرف دوڑتے چلے آرہے تھے اَجّو گیٹ کے پاس ہی آکھڑا ہوا۔ بچّوں کا شور بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا اُسے یاد ہی نہیں رہا کہ وہ یہاں بھیک مانگنے کے لئے آیا تھا۔

اچانک ایک بچّہ اس کے قریب آکھڑا ہوا۔

"ارے اتنے سارے پیسے....." بچّے نے حیرانگی سے کہا۔

"کیا یہ سب تمہارے ہیں....." بچے نے اَجّو کی طرف حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا: "نہیں یہ پیسے تو چاچا لے لیتا ہے....." اَجّو نے مُردہ لہجے میں کہا بچّہ اس کے جواب پر ہنسنے لگا۔

"تم ہنس کیوں رہے ہو.....؟ اَجّو تیزی سے اس کے مزید قریب آگیا۔

"تمہیں تو اتنا بھی نہیں پتہ کہ پیسے ابّو دیتے ہیں اور وہی واپس بھی لیتے ہیں." بچّے کا بھولا پن اس کے لہجے سے بھی عیاں ہو رہا تھا۔

"نہیں..... منّے میرے ابّو مر گئے ہیں..... میں تمہیں ان کی تصویر دکھاؤں....."

اَجّو نے بے ساختگی سے کہا۔

"دکھاؤ....." بچّے نے برجستہ کہا اَجّو نے جلدی سے جیب سے مُڑا تڑا پانچ کا نوٹ نکالا اور تصویر پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا۔

"یہ ہیں...."

بچّے نے تصویر دیکھی اور پھر سے ہنسنے لگا۔

"یہ تمہارے ابّو تھوڑی ہیں یہ تو قائدِاعظم ہیں......"

"ہاں..... ہاں یہ میرے ابّو ہیں میرے ابّو کا نام بھی محمد علی ہے یہ مر گئے ہیں نا......"

اَجّو نے یقین سے کہا۔

"نہیں یہ تمہارے ابّو تو نہیں ہیں یہ تو قائدِاعظم محمد علی جناح ہیں جنھوں نے پاکستان بنایا تھا....."

"نہیں..... نہیں..... یہ میرے اَبّو ہیں غلام چاچا نے بھی کہا تھا کہ یہ میرے بابا ہیں....." اَجّو کی آواز پہلے سے تیز ہو گئی۔

"نہیں..... نہیں..... نہیں"

"ہاں...... ہاں....... ہاں..." دونوں چلّانے لگے ان کے اطراف بہت سارے بچّے جمع ہو گئے سب اَجّو پر ہنسنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر بعد اَجّو پھر اکیلا رہ گیا تمام بچّے ہنستے ہوئے جا چکے تھے۔ وہ پانچ کا نوٹ لے کر رونے لگا....

"بابا تو بولتا کیوں نہیں کہ تو میرا ہے..... بابا بتا دے نا کہ تو میرا بابا ہے۔ تو محمد علی ہے نا......" وہ قائدِاعظم کی تصویر ہاتھوں میں لے کر رونے لگا اس نوٹ کو اس نے اس وقت سے اپنی جیب میں رکھا ہوا تھا جب سے غلام بابا نے بتایا تھا کہ اس کے باپ کا نام محمد علی ہے لیکن اسے کیا خبر تھی کہ محمد علی تو لاہور کے ایک گھر میں سب گھر والوں کے ساتھ جل چکا تھا یہ دوسرا محمد علی تھا جس نے پاکستان بنایا تھا شاید غلام بابا نے بھی اَجّو کے دِل کو سہارا دینے کے لئے یہ پانچ کا نوٹ دیا تھا تاکہ وہ اپنے بابا کو اپنے پاس ہی سمجھے.....

وہ تصویر لئے پھر سے راوی روڈ پر چلنے لگا اڈّے سے کچھ دور اس نے پانچ کے نوٹ کو اپنے اندر کی

جیب میں چھپا لیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد جیون چاچا بھی اندر داخل ہو گیا اَجّو نے پوری جیب جیون کے سامنے اُلٹ دی۔

"بس یا اور بھی ہے......" جیون چاچا نے اَجّو کو گھورتے ہوئے کہا۔

"بس چاچا یہی ہیں......" اجّو نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

"ذرا اِدھر آنا......" جیون چاچا نے اس کو مُسکرا کر گھورتے ہوئے کہا۔

"پر چاچا قسم رب کی پُوری یہی ہے آج کی دہاڑی......" اَجّو نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"ہاں...... ہاں اِدھر تو آؤ......" جیون چاچا نے ایک دَم غُرّا کر اسے جھپٹ لیا۔

"یہ کیا ہے......؟" جیون چاچا نے اُس کی اندر کی جیب سے پانچ کا نوٹ نکال لیا۔

"چاچا...چاچا......یہ تو میرا ہے......اس پر میرے بابا کی تصویر بنی ہوئی ہے......یہ تو غلام بابا نے مجھے......" اس کا جملہ مکمل نہیں ہوا، جیون چاچا کا بھاری ہاتھ اس کے گال پر ہتھیلی کا عکس چھوڑ گیا۔

"میرے ساتھ فراڈ کھیلتا ہے......" جیون چاچا تخت سے اُٹھ گیا۔

"تو نے ابھی میری ہنسی دیکھی ہے قہر نہیں دیکھا......" جیون چاچا نے یہ کہہ کر کھونٹی سے بلیٹ اُتار لیا

"شڑاپ......شڑاپ......شڑاپ......" ہانٹر تڑپ تڑپ کر اَجّو کے بدن کو چاٹنے لگا......وہ دیوانوں کی طرح چلّانے لگا۔

"بابا......بابا......مجھے بچالے......چاچا......چھوڑ دے......خدا کے لئے معاف کر دے......"

مگر جیون کے ہاتھ میں جیسے بجلی سی بھر گئی تھی۔ آخر وہ بھی تھک کر ہانپنے لگا۔

"جا دفع ہو جا میری نظروں کے سامنے سے......" مگر اَجّو وہاں سے ہٹ نہ سکا وہ کچھ دیر تک وہیں جھُومتا رہا اور پھر ایک طرف لڑھک گیا۔

پھر جب اس کے زخم بھرے تو وہ دوبارہ کٹورا لئے لاہور کی کچّی پکّی گلیوں میں نکل گیا اسے کوئی غم نہیں تھا سوائے اس کے کہ اس کے بابا کی تصویر جیون چاچا نے اُس سے چھین لی تھی لیکن جیون اَجّو سے اس تصویر کو نہیں چھین سکا تھا جو اس کے ننھے سے دِل پر نقش ہو چکی تھی۔

صبح جب وہ نکلنے لگا تو جیون چاچا اس کے قریب آ گیا۔

"کہاں جائے گا......؟"

"اسٹیشن پر......" اَجّو نے آہستہ سے کہا۔

اسٹیشن پر آج کو کو جائے گا تو سبزی منڈی کی طرف نکل جا......" جیون چاچا یہ کہہ کر واپس پلٹ گیا کچھ دور تک اس کے ساتھ بہت سارے بچے آئے اور پھر دھیرے دھیرے کم ہوتے چلے گئے۔

تمام دن وہ سبزی منڈی میں گھومتا رہا میلا کنوڑا سکوں سے بھر چکا تھا اجّو نے تانگے والے کی طرف دیکھا جس میں آج بہتر سے آدمی بھرے ہوئے تھے اس کی ہمیشہ سے یہ خواہش رہی تھی کہ وہ بھی تانگے پر بیٹھ کر میا دیکھنے جائے لیکن وہ ایسا کبھی کر نہیں سکا تھا۔

"کدھر جانا ہے باؤجی......" تانگے والا اس کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر چلّایا۔

"نہیں......نہیں......وہ بوکھلا گیا اور تیز تیز قدم اُٹھاتا ہوا ایک طرف چل پڑا وہ چلتے چلتے پھر تھک گیا۔ روڈ کے ایک پار وہ ٹیک لگائے بیٹھا تھا کہ اچانک وہ چونک کر اُٹھ بیٹھا سامنے بڑے سے باغ میں جہاں بڑا سا مینار بنا ہوا تھا اس کے پاس ہی ایک بڑی سی تصویر لہرا رہی تھی۔

"بابا......" وہ ایکدم چلاّ اٹھا اور باغ کی سمت دوڑ پڑا وہ دیوانہ وار بھاگتا چلا جا رہا تھا۔

"میرا بابا......میرا بابا......" آج بہت دِن کے بعد اس نے اپنے بابا کی تصویر دیکھی تھی وہ تصویر کے عین نیچے جا کھڑا ہوا۔

"بابا......بابا نیچے آؤ نا......میں تمہیں لینے آیا ہوں......آؤ نا بابا......" وہ زور زور سے چلاّنے لگا اُس سے کچھ دور کھڑا ایک بُوڑھا قدم بڑھاتا ہوا اس کے پاس آ کھڑا ہوا۔

"بابا......مجھے میرا بابا اتار دو......" اجّو اپنے برابر کھڑے بُوڑھے سے کہنے لگا۔

"بیٹا یہ تمہارا نہیں ہم سب کا بابا ہے تم اِسے لے گئے تو باقی سب کیا کریں گے......" بوڑھے نے شفقت سے اجّو کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"پر بابا......" اجّو حیران ہو کر بولنے ہی والا تھا کہ وہی بُوڑھا پھر بولا۔

"بیٹا......یہ ہم سب کا بابا ہے اس نے پاکستان بنایا ہے نا۔ سب اسے بہت چاہتے ہیں تمہیں پتہ ہے یہ مینارِ پاکستان ہے آزادی کی پہلی سیڑھی......"

اچانک اجّو کو اپنی رُوح فنا ہوتی ہوئی محسوس ہوئی سامنے سے جیون چاچا آ رہا تھا۔

"تو یہاں میلہ دیکھ رہا ہے......" جیون چاچا نے آتے ہی اس کی گُدی پکڑ لی۔

"چاچا......چاچا......" اجّو بوکھلا کر رہ گیا۔

"تیری تو میں......" لفظ چاچا کے مُنہ سے نکل نہ سکے تھے ایک تیز پھڑپھڑاہٹ اس کی سماعتوں سے ٹکرائی

ہزاروں پرندے پنجروں سے نکل کر فضاؤں میں بلند ہو رہے تھے ان کے پیروں پر ایک پرچی چپکی ہوئی تھی جس پر لکھا ہوا تھا "آزادی مبارک" جونہی پرندے فضاؤں میں بلند ہوئے پرچیاں ان کے پیروں کو چھوڑ کر وسیع فضاؤں میں لہرانے لگیں!

"کھول دے جیون...... کھول دے تو بھی اس پنجرے کو جس میں تو نے انسانوں کو قید کر رکھا ہے...... آزاد کر دے اِن جگنوؤں کو جن کی روشنی تو ایک عرصے سے دبائے ہوئے ہے......؟"

قائدِاعظم کی تصویر بولنے لگی جیون چاچا ایک لمحے کو سٹپٹا کر رہ گیا۔

"اڑنے دے ان کو بھی...... بڑی اونچی پرواز کی طاقت ہے اِن کے جسموں میں...... کھول دے پنجرہ کھول دے پنجرہ......"

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ... کوئی ایک لمحہ.. انسانی زندگی کو تبدیل کر کے رکھ دیتا ہے... شائد یہ ایسا ہی ایک لمحہ تھا جب جیون چاچا کی زندگی کا رُخ بھی تبدیل ہوگیا... یا شائد یہ اُس یادگار جگہ کے اثرات تھے، جہاں برصغیر کے مسلمانوں نے سینتالیس سال قبل انگریز کی غلامی سے آزادی کے عہد کا اعلان کیا تھا۔

جیون چاچا کی نظریں قائدِاعظم کی تصویر پر جمی ہوئی تھیں... شائد وہ خود کہیں اور کھویا ہوا تھا۔ بہت دیر تک وہ اسی طرح گم سم رہنے کے بعد... ایک دم... جیسے نیند سے جاگ گیا ہو... اس نے اُجّو کے ہاتھ سے پیسوں بھرا کٹورا اپنے مضبوط ہاتھوں میں تھاما اور پوری قوّت سے اُسے سڑک پر پٹخ دیا.. سکّے اچھلتے ہوئے چاروں طرف پھیل گئے... جیون چاچا کی آنکھوں سے آنسو پھوٹ نکلے اور وہ بلک بلک کر بچوں کی طرح رونے لگا...

شائد اُسے اپنے ذلت آمیز ماضی کا احساس ہوگیا تھا۔ اور شائد آج اس نے زندگی کے کسی روشن پہلو کو پا لیا تھا... روتے روتے وہ آگے بڑھا اور اس نے اُجّو کو سینے سے لگا لیا.. مجھے معاف کر دو اُجّو... میں غلطی پر تھا۔ اب میں تم سے بھیک نہیں منگواؤں گا... تمہارے ننھے ہاتھ آئندہ ذلّت کا کٹورا نہیں اٹھائیں گے۔

جیون چاچا نے ایک عزم سے یہ بات کہی... اور اُجّو کو پیار کرنے لگا...

.... پھر ایک حسین صبح جب ۲۳ مارچ کا جشن منایا جا رہا تھا اور مینارِ پاکستان کے اطراف انسانوں کا جمِ غفیر کھڑا عقیدتوں کے گلاب مہکا رہا تھا... اسکول کے ننھے بچوں کی ایک ٹولی کے قریب ہی جیون چاچا بھی اپنے سارے بچوں کے ساتھ موجود تھا... مگر آج بچوں کے ہاتھ میں کٹورے نہیں تھے اور نہ اُن کے چہروں پر گداگری کی گرد تھی... بچوں نے اُجلے کپڑے پہن رکھے تھے اور ان کے چہرے سے خوشی سے دمک رہے تھے...

اسکول کے بچّے گا رہے تھے... لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری

کیا آپ کو رسائل سے شکوہ ہے کہ وہ آپ کی نگارشات شائع نہیں کرتے؟

اگر ایسا ہے ... تو پھر غور کیجئے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ یقیناً ــــ آپ سے کہیں کوئی غلطی ضرور سرزد ہوجاتی ہوگی۔

اگر آپ مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھیں تو

آپ کی تحریریں شائع نہ ہونے کی بظاہر کوئی وجہ نہیں۔

- ــــ اپنی نگارشات، صاف، خوشخط، کاغذ کے ایک جانب سطر چھوڑ کر لکھیں تاکہ پڑھنے میں بھی دقت نہ ہو اور اگر مدیر چاہے تو اس کی نوک پلک سنوار سکے۔
- ــــ کہانی یا مضمون لکھنے سے پہلے اس کے مرکزی خیال پر کسی اچھا لکھنے والے سے گفتگو ضرور کرلیں ممکن ہے وہ آپ کو بہتر مشورہ دے دے اسی طرح اپنی تحریر مکمل کرنے کے بعد اپنے استاد، بزرگ یا کسی پڑھے لکھے فرد کو دکھائیں تو بہتر ہوگا۔
- ــــ جو تحریریں رسائل میں شائع ہوتی ہیں انہیں بغور پڑھئے اور اُس کے دلچسپ پہلوؤں کو تلاش کیجئے جن کی وجہ سے انہیں قابلِ اشاعت سمجھا گیا۔
- ــــ اکثر ساتھی جس صفحے پر خط لکھتے ہیں اُسی پر نظم یا لطیفہ یا کہانی بھی لکھ دیتے ہیں جو غلط ہے۔ آپ ہر تحریر کے لئے علیحدہ علیحدہ کاغذ استعمال کریں۔
- ــــ تحریر مختصر اور جامع لکھنے کی کوشش کریں۔ اکثر تحریریں محض غیر ضروری طوالت کی وجہ سے ردّ کردی جاتی ہیں۔
- ــــ لکھنے سے پہلے خوب اچھی طرح سوچیں اور کہانی کا مرکزی خیال، یا مضمون کے موضوعات ایسے تلاش کریں جن میں نیاپن ہو یا جس پر زیادہ تر نہ لکھا گیا ہو اسی طرح خشک موضوعات یا ایسے عنوانات پر نہ لکھیں جس پر بچوّں کی اکثریت پڑھنا پسند نہ کرتی ہو۔
- ــــ اچھا لکھنے کے لئے مطالعہ بہت ضروری ہے لہٰذا اچھی کتب اور اچھے رسائل کو پڑھنا اپنی عادت بنا لیجئے۔ اگر ایسا نے ایسا کیا تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ مستقبل کے بہت بڑے ادیب یا شاعر نہ ہوں۔

Habib Bank Limited

قائم شدہ ۱۹۴۱

ہم ان کے درخشاں مستقبل کے خواہاں ہیں!

جیبب بینک ایک ترقی پسند، متحرک، جدید بینک ملک کے اندر ۱۸۰۰ سے زیادہ اور بیرونِ ملک ۶۹ شاخوں، ۱۸۰۰ سے زیادہ غیر ملکی نمائندوں، کمپیوٹر تنصیبات، نت نئی اسکیموں اور سہولتوں کے ذریعے ملک کے مستقبل کے لئے حتی المقدور کوشاں ہے۔
ہماری بچت کی اسکیمیں اور طالب علموں کا خصوصی شعبہ بچوں اور طالب علموں میں بچت کی عادت ڈالنے کے لئے ہمہ وقت سرگرم عمل ہے۔
حبیب بینک ملک کی ترقی و خوشحالی کے لئے نئی نسل کی سرپرستی کرتا ہے۔

حبیب بینک لمیٹڈ

PID (I)/HBL/80/ 1 U

manhattan international

وہ جو آج بھی زندہ ہیں
صدف حسنین کاظمی

سحر ہونے تک

آدھی سے زیادہ رات بیت چکی تھی۔

پُورے شہر پر رات کا گہرا سناٹا اور سکوت طاری تھا۔ شہر کے باشندے دن بھر کی محنت سے تھک کر چور ہونے کے بعد گہری نیند سو چکے تھے۔ گلیوں، محلوں میں چوکیداروں کی آوازیں کبھی کبھی اِس خاموشی کو توڑ دیتی تھیں۔ ورنہ ہر طرف سناٹے اور سکوت کا راج تھا۔ صرف دریا کے بہنے کی دھیمی دھیمی آواز فضاء میں تیر رہی تھی۔ تبھی۔ ایک سایہ گلیوں میں نمودار ہوا اور دبے قدموں آگے بڑھتا چلا گیا اُس کی چال ڈھال بتا رہی تھی کہ وہ کوئی اچھا آدمی نہیں ہے اور کسی اچھے ارادے سے باہر نہیں نکلا ہے۔ وہ چلتا چلا گیا۔ چلتا گیا۔ اسے کچھ اندازہ نہ تھا۔

اور کچھ احساس نہ تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے اور اس کی منزل کیا ہوگی۔ جب انسان سیدھی راہ سے ایک مرتبہ بھٹک جاتا ہے تو پھر وہ طرح طرح کے راستوں پر بھٹکتا ہی رہتا ہے — اور اسے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کہاں چلا جا رہا ہے — اور آگے چل کر کیا سامنے آئے گا؟ چلتے چلتے اس نے غصّے سے مٹھیاں بھینچ لیں اور بڑبڑایا۔

"میں بدلہ لوں گا۔ بدلہ لوں گا۔"!

وہ بدلہ لینے کی سوچ رہا تھا۔ اس قاضی سے جس نے اسے سزا سنائی تھی، اور اس پولیس افسر سے بھی — جس نے اسے رنگے ہاتھوں پکڑا تھا۔ اور اس کو کون نہیں جانتا تھا — وہ ایک عادی مجرم تھا۔ اور سارے شہر ہی نہیں۔ شہر سے باہر دُور دُور تک اسکی بڑی شہرت پھیلی ہوئی تھی۔ اس طرح ایک جرم میں اس کا ایک ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا تھا۔ "ہتھ کٹا شیطان" یہ اس کا اصل نام نہ تھا — لیکن اس کے نام کی جگہ مشہور ہوگیا تھا۔ بُرائی کا جذبہ ایک دم نہیں بڑھتا۔ آہستہ آہستہ جڑ پکڑتا ہے اور ایک بار جم جائے تو اس کی جڑیں اُکھاڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور اس کی روح تک بُرائی سے متاثر ہوکر کمزور ہو جاتی ہے — اور پھر اُسے اچھائی کے راستے پر چلنا دشوار ہو جاتا ہے — ! — اور وہ بھی ایسی ہی حالت میں مبتلا تھا۔ اُسے اپنا جرم اور گناہ بھری زندگی تو نظر نہیں آرہی تھی۔ لیکن دنیا بھر کے لوگ اُسے اپنے دشمن اور سزا کے قابل نظر آرہے تھے۔

"اتنے سال۔ اُف اتنے سال۔ شہر کی جیل میں کٹ گئے۔" اس نے غصّے سے ہونٹ چبائے۔ "میری عمر کے اتنے قیمتی سال پتّھر کی دیواروں نے چھین لئے — اور جن لوگوں نے میری زندگی برباد کی۔ وہ اس وقت اپنے نرم بستروں پر میٹھی نیند سو رہے ہوں گے۔ لیکن نہیں۔ میں اب ان کی نیندیں حرام کردوں گا — ان ہی کی نہیں۔ شہر کے ہر باشندے کا سکون تباہ کردوں گا — میرے نام کی دہشت ایک بار پھر پھیلے گی"۔ اس نے چلتے چلتے خود سے عہد کیا — لیکن پہلے کہیں ٹکنے، ٹھہرنے کا ٹھکانہ تو ہو۔ بھوک سے بُرا حال ہو رہا ہے۔ اس نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی۔ دُور ایک مکان کے آثار نظر آرہے تھے۔ جیل سے فرار ہونے کے بعد اسے پہلی مرتبہ ایسی جگہ نظر آئی جہاں وہ کچھ کرگزرنے کا ارادہ رکھتا تھا — وہ اس مکان کی سیدھ میں بڑھتا چلا گیا — مکان کے صدر دروازے پر پہنچ کر وہ یک لخت رک گیا — اس کے اندر عادی چوروں والی مخصوص حِس بیدار ہوگئی۔ اس نے چونکنا ہوکر چاروں طرف دیکھا — چونکنے کی وجہ یہ تھی کہ اتنی رات گئے اس مکان کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اور بظاہر کسی قسم کی چہل پہل

بھی نظر نہیں آرہی تھی۔! اسے کچھ تعجب ہوا۔ کچھ خوف اور کچھ شک۔ کہیں اس کو گھیرنے کے لئے یہ کسی قسم کا جال تو نہیں! لیکن نہیں۔ ابھی تو شاید جیل کے پہریداروں کو اس کے فرار کا علم بھی نہ ہوا ہو۔ اگر ہوگیا ہے تو ان کو کیسے معلوم کہ میں کدھر جا رہا ہوں! جبکہ خود مجھے اپنی سفر کی سمت کا اندازہ نہیں۔ اس نے اُلجھے اُلجھے انداز میں سوچا۔ پھر ایک فیصلہ کرکے اندر قدم رکھ دیئے۔ مگر اس کی توقع کے خلاف گھر میں گہرا سناٹا تھا جیسے کوئی موجود نہ ہو۔ اُس نے اندر جاکر اچھی طرح جائزہ لیا۔ اُسے سخت مایوسی ہوئی۔ اس مکان میں کمرے تو کئی تھے۔ لیکن کوئی رہنے والا نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ ایک کمرے میں جا پہنچا۔ یہاں ایک کونے میں کپڑوں کا ایک مختصر سا ڈھیر تھا، باقی کمرے خالی تھے۔ کسی بھی قیمتی چیز کسی بھی فروخت کی جاسکنے والی شے سے ___ خالی خدا جانے اس مکان کا مالک کس قدر کنگال یا کس قدر کنجوس، اُس نے دل ہی دل میں نامعلوم مالک مکان کو در جنوں گالیاں دے ڈالیں۔ جھنجھلاہٹ میں اس نے آگے قدم بڑھائے تو کونے میں پڑے کپڑوں کے ڈھیر پر دوبارہ نظریں پڑیں۔ کچھ سوچ کر اس نے اس ڈھیر کو چھوا۔ اسے ایک بار پھر مایوس اور جھلاّہٹ کا سامنا کرنا پڑا ___ اس کا خیال تھا کہ کم از کم یہ کپڑے تو ریشمی اور قیمتی ہوں گے۔ کچھ رقم ان سے ہی مل جائے گی۔ مگر اُس کی یہ اُمید بھی پوری نہیں ہوسکی۔ کپڑے نہایت معمولی اور گھٹیا تھے۔ ان میں بھی پیوند ہی پیوند ___ غصّے میں اس نے ایک بار پھر مالک مکان کو دل ہی دل میں گالیاں دے ڈالیں ___ پھر کسی خیال کے تحت انہی کا ایک ڈھیر بناکر باندھنا شروع کیا ___ چلو بھئی یہی سہی آج کی رات شاید یہی ملنا ہوگا۔

لیکن ___ کٹا ہوا ہاتھ ___؟ اس کا کٹا ہوا ہاتھ گٹھڑی باندھنے میں رکاوٹ بن رہا تھا۔ بھلا ایک ہاتھ سے گٹھڑی کیسے بندھ سکتی تھی۔ اسے ایک بار پھر جھلاّہٹ اور غصّے کا دورہ پڑا۔

تبھی وہ جھٹکے سے مڑا تھا۔ روشنی کی ایک لرزتی ہوئی لکیر کہیں سے اندر چلی آئی تھی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ کمرے کے دروازے میں ایک سایہ کھڑا تھا۔ جس کے ہاتھ میں شمع جھلملا رہی تھی۔ وہ حملہ کرنے کے لئے مستعد ہوگیا۔ لیکن پھر خود ہی اُسے رُکنا بھی پڑا۔ آنے والے کے کسی انداز سے پتہ نہیں چلتا تھا کہ وہ کوئی خطرناک ارادہ رکھتا ہے۔

ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔ اجنبی کی آواز سناٹے میں اُبھری۔ میرے

دوست۔ مجھے افسوس ہے کہ تمہیں یہاں سے کوئی قیمتی چیز نہیں مل سکی۔ لیکن ٹھہرو۔ تم
بھُوکے معلوم ہوتے ہو۔ میں تمہارے لئے کچھ لاتا ہوں۔"
اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا ۔ وہ کمزور سے جسم والا شخص شمع فرش پر رکھ کر
اندھیرے میں غائب ہوگیا جیسے اندھیرے میں بھی اس کے سامنے کوئی شمع روشن ہو۔ اور
وہ جس کے سامنے شمع رکھی تھی ۔ وہ جیسے ابھی تک اندھیرے ہی میں بھٹک رہا تھا۔
اس کے کچھ سوچنے سمجھنے سے پہلے ہی وہ پُراسرار اجنبی دُودھ کا پیالہ لے کر واپس بھی آچکا تھا۔
جو اِس نے چور کی طرف بڑھادیا۔ وہ ایک لمحے کو تو ٹھٹکا ۔ پھر پیالہ ہاتھ میں لے کر ایک
ہی سانس میں غٹاغٹ چڑھالیا۔ مُنہ پونچھتے ہوئے اس نے اجنبی بوڑھے کو دیکھا ۔ جو خاموشی
سے کپڑوں کی گٹھڑی باندھ کر چلنے کو تیار ہوچکا تھا۔ اُس نے گٹھڑی اٹھائی اور اس کی طرف دیکھا۔
چور کو خیال ہوا کہ شاید یہ بوڑھا بھی چوری کے ارادے سے آیا ہوگا مگر اسے پہلے سے دیکھ کر ہمّت
نہیں پڑی ۔ خیر بھاگ کر کہاں جائے گا ۔ بڑھا بھی تو ہے ۔ دونوں آگے پیچھے باہر نکلے ۔ اب رات
ڈھل رہی تھی۔ کسی بھی لمحے سورج نکلنے والا تھا ۔ اُسے ایک طرف سامان کی فکر تھی دوسری طرف
پولیس کا ڈر۔ کہیں صبح کے اجالے میں کوئی اسے دیکھ کر پہچان نہ لے ۔ بوڑھا کمزور آدمی تھا، اس لئے
آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ وہ بوڑھے کو کبھی بُرا بھلا کہتا کبھی دھکّے دیتا ۔ اسے جلد از جلد دُور نکل
جانے کی فکر تھی کہیں اس سامان کے ساتھ پکڑا گیا تو مصیبت آجائے گی یہ کم بخت بُڈّھا ضرور مجھے
پھنسوا دے گا۔ چلتے چلتے دریا کا پل آگیا۔ بوڑھا کمزور تھا ۔ تھک بھی گیا تھا ۔ اب اس سے
زیادہ نہیں چلا جارہا تھا۔ گٹھڑی اس کے لئے بہرحال وزنی تھی ۔ ایک جگہ پُل پر بوڑھا لڑ
کھڑایا تو گٹھڑی گرتے گرتے بچی ۔ اس نے بوڑھے کو ایک ہاتھ رسید کیا اور غصّے سے بولا "بڈھے
تجھ میں دم نہیں تھا تو ۔ اتنا بوجھ لے کر آیا کیوں تھا۔"
غریب بوڑھا ہانپتا کانپتا اُٹھا ۔ گٹھڑی سنبھالی ۔ اُس سے معافی مانگی اور پُل پار کیا ۔
اب اُفق پر سحر کا اُجالا پھوٹنے ہی والا تھا ۔ اذان کی آواز اُبھر رہی تھی ۔ بوڑھے نے پُل پار کیا ۔
تو چور نے اسے روک لیا ۔ "بس اب تم جاؤ" بوڑھا جانے کے لئے پلٹا ۔ لیکن رُک کر بولا ۔"
میرے دوست ۔ جانے سے پہلے بتادوں کہ وہ میرا ہی مکان تھا ۔ مجھے افسوس ہے کہ تم آئے تو تمہاری
مناسب خاطر تواضع نہ کر سکا ۔ یہ چیزیں میری طرف سے تمہارے لئے ہیں ۔ تم پھر کبھی میرے

گھر ——— ضرور آنا اس وقت اپنی اِس کوتاہی کی تلافی کردوں گا۔"

بوڑھا آہستہ آہستہ چلتا ہوا نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ لیکن چور — وہ وہیں کا وہیں کھڑا رہا — بوڑھے کے الفاظ نے اسے جیسے کسی جادو میں جکڑ دیا تھا۔ تو یہ بوڑھا چور نہیں تھا۔ گھر کا مالک تھا، اس نے مجھے کچھ نہیں کہا۔ اُلٹا اپنے پاس سے دُودھ پلایا اپنے گھر کے یہ کپڑے مجھے دے دیئے اور — خود ہی یہ سامان یہاں تک پہنچایا — میں نے اِسے دھکے دیئے گالیاں دیں۔ اس نے اُلٹا مجھ سے ہی معافی مانگی — کیوں! کیوں! کیوں۔ آخر کیوں"؟ سُورج طلوع ہوچکا تھا — اس کی روشنی ہر طرف پھیل چکی تھی — اس نے قریب پڑی گٹھڑی پر ایک نظر ڈالی — اور کچھ سوچ کر واپس اسی راستے پر چل پڑا جدھر سے آیا تھا پُل دوبارہ عبور کر کے وہ دوبارہ شہر میں داخل ہوا۔ اب اسے پولیس کا ڈر تھا نہ کسی اور بات کا خوف کسی اور ہی چیز کی دُھن تھی۔ وہ چلتے چلتے اسی مکان تک جا پہنچا۔ لیکن وہاں رات جیسا سناٹا نہ تھا۔ چہل پہل تھی — بہت سارے لوگ اندر آجا رہے تھے — اسے کچھ تعجب ہوا۔ یقیناً مالک مکان کوئی معمولی آدمی نہیں ہوگا۔

اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ تھوڑے فاصلے پر ایک آدمی درخت کاٹنے میں مصروف تھا۔ وہ اس کے قریب جا پہنچا۔

"کیوں بھئی — یہ کس کا مکان ہے"؟

لکڑہارے نے گھور کر اُسے دیکھا — "کس کا مکان ؟ — ارے تم پاگل ہو یا پھر بالکل اجنبی ورنہ اس شہر کا بچّہ بچّہ جانتا ہے کہ یہ کس کا مکان ہے —"

وہ جھٹکے سے مڑا اور بے دھڑک کھلے دروازے سے اندر داخل ہوگیا۔

اندر کھجور کی چٹائی پر — وہی رات والا پراسرار بوڑھا اجنبی تکیئے سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا — اور اس کے گرد لوگوں کا مجمع تھا۔ جو نہایت ادب اور احترام کے ساتھ خاموش بیٹھا اس کی باتیں سن رہا تھا — بوڑھا اُسے دیکھ کر مسکرایا۔ ایسی روشن مسکراہٹ اس نے پہلے کبھی کسی چہرے پر نہ دیکھی تھی۔

"آؤ آؤ میرے دوست"! بوڑھا اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں تمہیں اپنے گھر میں خوش آمدید کہتا ہوں "—

چور آگے بڑھا۔ اور روشن چہرے والے بوڑھے کے قدموں پر جاگرا۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا رواں ہوگیا تھا۔

بوڑھے نے اسے سینے سے لگالیا۔ جس کو پولیس کے ڈنڈے بھی سیدھی راہ پر نہ لاسکے تھے۔ جس کو قاضی سزائیں سناتے سناتے تنگ آچکا تھا جیل کی دیواریں جس کو روک نہیں سکتی تھیں۔ جس کے سدھرنے کی کوئی امید باقی نہیں رہ گئی تھی۔ وہ ایک خدا شناس بندے کی محبت و شفقت کی گرمی سے پگھل گیا تھا۔ پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔

ہاتھ کٹا شیطان۔ جس کے نام سے لوگ کانپ جاتے تھے۔ جس کا نام لے کر مائیں بچوں کو ڈراتی تھیں۔ "چپ ہوجاؤ۔ ورنہ ابن ساباط آجائے گا۔" وہی ہتھ کٹا شیطان دیکھتے ہی دیکھتے۔ حضرت ابن ساباط رحمۃ اللہ علیہ۔ بن چکا تھا۔

واقعی سحر ہوچکی تھی اور اجالا دُور دُور تک پھیل رہا تھا۔ اُجالا۔ جو اس اجنبی بوڑھے کے گھر سے ہوتا تھا۔ جس کو دنیا آج بھی حضرت جنید بغدادیؒ کے نام سے جانتی ہے۔

●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●

نتائج

مقابلہ کہانی نویسی

مقابلۂ کہانی نویسی میں ہماری توقع سے کہیں زیادہ اہلِ قلم شریک ہوئے۔ چونکہ کہانیوں کی بہت بڑی تعداد موصول ہوئی ہے۔ اس لئے پوری کوشش کے باوجود تمام کہانیاں اب تک نہیں پڑھی جاسکی ہیں۔ محض اس خدشے کے پیشِ نظر نتائج مرتب کرنے میں کوئی غلطی یا ناانصافی نہ ہوجائے ہم نے نتائج کے اعلان کو ایک ماہ کے لئے ملتوی کردیا ہے۔

انشاءاللہ اپریل، ۶۸ کے شمارے میں حتمی نتائج کا اعلان کردیا جائے گا ... نتائج کے اعلان میں اس معمولی تاخیر پر ادارہ معذرت خواہ ہے ـــــــــ ادارہ

تواضع کے بہتر آداب
فریشویل کا انتخاب
فریشویل
سویٹس، حلوہ جات اور
خالص دیسی گھی بیرونِ ملک بلکہ
اندرونِ ملک بھی معزز مہمانوں
کی تواضع، عزیز و اقارب اور
دوست احباب کو سوغات
کے طور پر دینے کے لئے
خوش ذوق حضرات کا
بہترین انتخاب!
Pure
Desi Ghee
AHMED
Freshwel
KARACHI
HALWA
Freshwel
Spicy Almonds
احمد

کلاس روم میں مس یا ماسٹر صاحب کسی بچّے کے ناخن بڑھے ہوئے دیکھتے ہیں تو اس سے کہتے ہیں جاؤ کل اپنی امّی سے ناخن کٹواکر آنا اور امّی بھی باجی کو اکثر ناخن بڑھانے پر ڈانٹتی رہتی تھیں۔ باجی پھر بھی ناخنوں کو بڑھاکر ان پر نیل پالش وغیرہ لگاتی ہیں۔

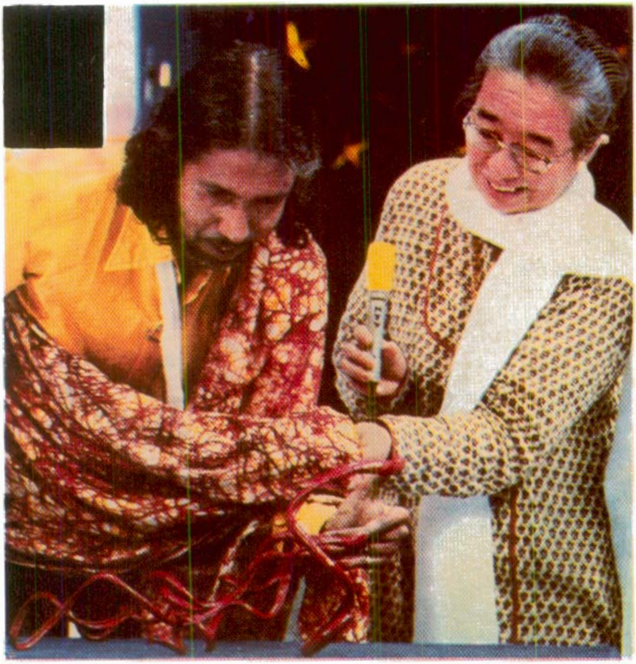

مگر کوئی بھی اپنے ناخنوں کو ایک حد سے آگے نہیں بڑھنے دیتا کیونکہ اس کے بعد نہ صرف وہ بدصورت لگتے ہیں بلکہ صحت کے لئے بھی نقصان دہ ہیں۔ لیکن دنیا کے سب سے بڑے ناخن رکھنے والے ایک بھارتی شہری مُراری ادی تایا کو جاپانی ٹیلیویژن کے پروگرام "حیرت انگیز لوگ" میں اپنے بڑے بڑے ناخنوں کو کٹوانے کے لئے راضی کرلیا گیا اور اس کے ناخن اسی پروگرام میں کاٹ دیئے گئے۔

مُراری صاحب کی عمر ۴۴ سال ہے اور یہ کلکت کے رہنے والے ہیں انہوں نے ۱۴ سال کی عمر سے ناخن بڑھانا شروع کئے اور ۳۰ سال تک یہ ناخن بڑھاتے رہے اور ۳۰ سال تک کسی کی بات نہ مانی لیکن جاپانیوں نے انہیں بہت سمجھایا کہ جناب اتنے بڑے ناخن رکھنا کوئی اچھی بات نہیں ہے یہ آپ کی صحت کے لئے بھی نقصان دہ ہے دنیا میں آپ کا ریکارڈ قائم ہوگیا ہے۔ اتنا کافی ہے۔ ہم آپ کے ناخن محفوظ کرلیتے ہیں۔

مُراری صاحب نے صرف بائیں ہاتھ کے ناخن بڑھائے تھے اور ہر ناخن کی لمبائی کم از کم دو فٹ تھی۔ ان کے اُوپر مُراری صاحب نے نیل پالش بھی لگائی تھی انہیں اپنے ناخنوں سے بہت محبّت تھی جب یہ ناخن کاٹے گئے تھے تو غم کے مارے ان کا دل بھر آیا اور آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اس لئے انہوں نے اپنی آنکھیں چادر سے چھپالیں۔ ان ناخونوں کی مجموعی لمبائی دس فٹ تھی۔ اتنا تو کسی عام انسان کا قد بھی نہیں ہوتا۔

یہ بات دنیا کے ریکارڈ میں ہے کہ مراری سے زیادہ لمبے ناخن دنیا میں کسی اور شخص نے نہیں بڑھائے۔

مسٹر مُراری کے ناخن آجکل عجائب گھر کی زینت ہیں

پُرلطف پُرذائقہ
ٹھنڈے ٹھنڈے مزیدار
ہوئیسٹ
ڈراپس
گلے کی خراش میں انتہائی مفید
HOEST DROPS
delicious
cool
refreshing
450 GRAMS
TIPU ENTERPRISES FAISALABAD
HOEST

اعظم منہاس

کونکارڈ طیارہ

طیارہ سازی کے ماہرین کافی عرصے سے ایک ایسا طیارہ بنانا چاہتے تھے، جس سے ہزاروں میل کا فاصلہ کم سے کم وقت میں طے کیا جا سکے۔ اور اس میں ایندھن کی گنجائش بھی زیادہ ہو۔ تاکہ اسے ایندھن لینے کے لئے بار بار نیچے نہ اترنا پڑے۔ ۲۹ نومبر ۱۹۶۲ء کو حکومت برطانیہ اور حکومت فرانس نے ایسے طیارے کی تیاری کے لئے مشترکہ منصوبے پر دستخط کئے۔ ان طیاروں کی رفتار آواز کی رفتار سے بھی زیادہ تیز ہونا تھی۔ اور اسی لئے ان کو ابتداء میں سپر سانک ٹرانسپورٹ کا نام دیا گیا۔ پھر انہیں کونکارڈ کہا گیا۔ کونکارڈ طیاروں سے پہلے جیٹ طیارے ایجاد ہو چکے تھے جو آواز کی رفتار کی حد عبور کر سکتے تھے۔ مگر ابھی تک اس قسم کے مسافر طیارے وجود میں نہیں آئے تھے۔ جو آواز کی رفتار سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے پرواز کر سکیں۔

۲ مارچ ۱۹۶۹ء کو اس معاہدے کے تحت تیار ہونے والے پہلے فرانسیسی کونکارڈ طیارے نے اپنی

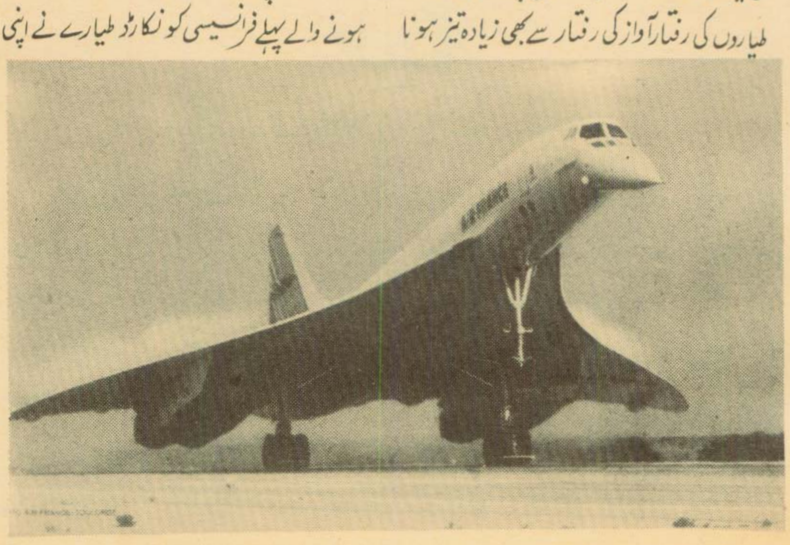

پہلی پرواز کا مظاہرہ کیا۔ اس طیارے کی رفتار زمین سے ۱/۲ ۹ میل کی بلندی پر ۱۴۷۵۰ میل فی گھنٹہ تھی۔ اس لئے اسے گولی سے بھی زیادہ تیز رفتار کا خطاب دیا گیا۔ ۵ ہفتے بعد برطانیہ میں تیار کئے جانے والے کونکارڈ نے بھی پرواز کا مظاہرہ کیا۔ لیکن یہ طیارے اس قدر مہنگے تھے کہ صرف امیر ترین ایئر لائنز ہی ان کا خرچ برداشت کر سکتی تھیں۔ ان میں ایندھن کا خرچ بھی زیادہ تھا جس کی وجہ سے فضا کی آلودگی میں بھی اضافہ ہوتا تھا۔ مزید یہ کہ اُن کی آواز اس قدر تیز تھی اِن کا انسانی آبادی کے اوپر سے گزرنا محال تھا۔ چنانچہ ان طیاروں کو زیادہ تر سمندروں کے اوپر سے گزارا جاتا تھا اور جہاں انسانی آبادی پر سے گزرنا ضروری ہو جاتا تھا وہاں اُن کی رفتار کم کرنا پڑتی تھی۔

۲۱ جنوری ۱۹۷۶ء کو برٹش ایئر لائنز اور ایئر فرانس نے بیک وقت ان طیاروں کو تجارتی پروازوں کے لئے استعمال کرنے کا آغاز کیا۔ برٹش ایرویز کا طیارہ ہیتھرو سے بحرین کے لئے روانہ ہوا۔ اور ایئر فرانس کا طیارہ پیرس سے ریوڈی جنیرو کے لئے روانہ ہوا۔ دونوں طیاروں نے بیک وقت ۴۰ : ۱۱ بجے پرواز کا آغاز کیا۔ ان طیاروں میں ۱۰۰ مسافروں کی گنجائش رکھی گئی تھی اور یہ جہاز بحر اوقیانوس صرف ۳ گھنٹے میں عبور کر لیتے تھے۔ ان طیاروں کی رفتار ایک ہزار میل فی گھنٹہ تھی۔ ان طیاروں کے استعمال میں خامیوں کے باعث امریکہ نے ان کی تیاری پر توجہ نہیں دی۔ اسی دوران روس نے بھی ایسا ہی ایک جہاز تیار کیا تھا لیکن اُسے تجارتی پروازوں کے لئے اُس نے موزوں نہیں سمجھا۔

لوئی پاسچر

کتّے کے کاٹے کا علاج دریافت کرنے والا

لوئی پاسچر فرانس کا معروف سائنسدان، ۲۷ دسمبر ۱۸۲۲ء کو پیدا ہوا اور ۲۸ دسمبر ۱۸۹۵ء کو وفات پا گیا۔ اس نے اس ایسے جراثیم دریافت کئے جو اگر انسان کو لگ جائے تو وہ بیمار ہو جاتا ہے۔ اس نے ثابت کیا کہ گرمی کے ذریعہ ان میں سے بیشتر جراثیم کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ دودھ پینے سے قبل جو گرم کیا جاتا ہے وہ پاسچر کا ہی بتایا ہوا طریقہ ہے۔ چیچک کا مرض جو پھوڑے پھنسی کی شکل میں نکل کر انسانی جسم کو بدنما بنا دیتا تھا اس کا ٹیکہ بھی پاسچر نے ہی دریافت کیا۔ اس کے علاوہ اس نے اس مرض کا علاج بتایا جس میں انسان پانی سے خوف کھانے لگتا ہے۔ باؤلے کتّے کے کاٹنے سے جو انسان پر دیوانگی کی کیفیت طاری ہوتی ہے اس نے اس کا علاج بھی دریافت کر لیا۔ لوئی پاسچر کے کام کی ہی بنیاد پر برطانیہ کے سائنسدان لارڈ لسٹر نے اینٹی سیپٹک طریقۂ علاج بتایا جو ترقی پا کر موجودہ شکل میں پہنچا۔

حق اسکواڈ

اخلاق احمد

اغوا

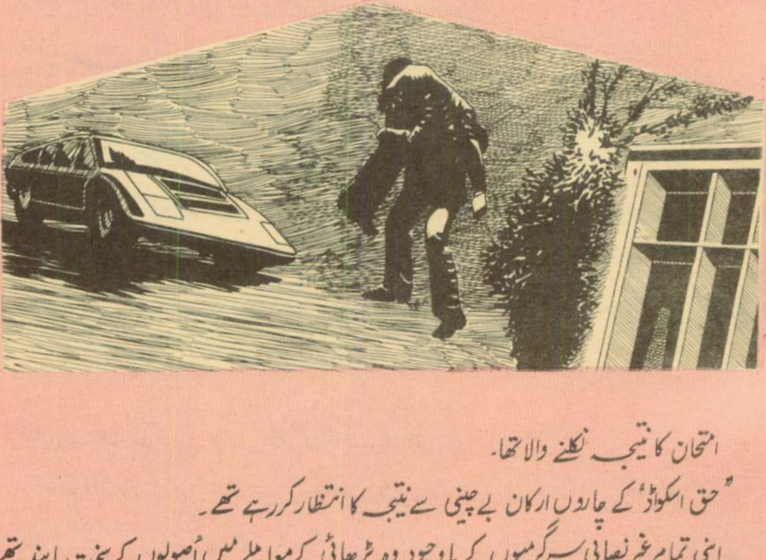

امتحان کا نتیجہ نکلنے والا تھا۔

"حق اسکواڈ" کے چاروں ارکان بے چینی سے نتیجہ کا انتظار کر رہے تھے۔

اپنی تمام غیر نصابی سرگرمیوں کے باوجود وہ پڑھائی کے معاملے میں اُصولوں کے سخت پابند تھے۔ انہوں نے طے کر رکھا تھا کہ پڑھائی کو ہر حال میں ہر چیز پر فوقیت حاصل ہوگی۔ "حق اسکواڈ" کے لئے وہ جتنا وقت دیتے تھے۔ اتنا ہی وقت پڑھائی کے لئے بھی نکالتے تھے۔ نتیجہ ہمیشہ یہی ہوتا تھا کہ وہ چاروں۔ شہریار، سرفراز، ضیاء اور شہزاد ــــ شاندار نمبروں سے پاس ہوتے تھے۔

جس روز اسکول میں نتیجے کا اعلان ہونا تھا، اس دن وہ چاروں بہت خوش تھے۔

اسکول میں داخل ہوتے ہی سرفراز نے اعلان کیا۔ "حضرات۔ کچھ دیر بعد نتیجے کا اعلان ہو جائے گا۔ جیسا کہ آپ لوگ جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے مجھے انتہائی ذہین بنایا ہے اس لئے میں کچھ دیر میں ملنے والی کامیابی کی خوشی میں ابھی سے ایک کلو مٹھائی کا اعلان کرتا ہوں۔"

شہزاد نے کہا۔ "بھائی۔ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف تمہیں ذہین نہیں بنایا ہے۔ میں بھی خدا کے فضل سے بڑا ذہین ہوں۔ اس لئے میں بھی مٹھائی کھلانے کا اعلان کرتا ہوں۔"

"ذہین تو ماشاءاللہ میں تم سب سے زیادہ ہوں۔" ضیاء نے کہا۔ "لہٰذا مٹھائی کھلانے کا اعلان تم سے پہلے مجھے کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن خیر، کوئی بات نہیں۔ دیر آید، درست آید۔ مٹھائی میں بھی کھلاؤں گا۔"

شہریار خاموشی سے ان تینوں کو دیکھ رہا تھا۔

سرفراز نے کہا۔ "تم کیوں چُپ ہو بھائی۔؟ کچھ تو بولو۔"

"میں تم تینوں کی طرح بیوقوف نہیں ہوں۔" شہریار نے کہا۔

"کیا مطلب۔؟ تینوں حیرت سے بولے۔

"مطلب یہ ہے کہ جب تک نتیجہ نہیں آجاتا، میں کسی بھی قسم کا احمقانہ اعلان نہیں کرسکتا۔ بزرگوں کا کہنا ہے کہ خوش فہمی، بیوقوفی ہوتی ہے۔ تم تینوں خوش فہم ہو۔ اُلٹی سیدھی اُمیدیں لگائے بیٹھے ہو۔ مٹھائی کے اعلانات کررہے ہو۔ میں تو اسی صورت میں مٹھائی کھلاؤں گا جب رپورٹ کارڈ میرے ہاتھ میں آجائے گا اور مجھے یقین ہو جائے گا کہ میں ہمیشہ کی طرح اچھے نمبروں سے پاس ہوچکا ہوں۔"

تینوں حیرت سے مُنہ کھولے، شہریار کو دیکھتے رہ گئے۔

"بات تو صحیح کہہ رہا ہے شہریار۔" شہزاد نے کہا۔

"ہاں۔" ضیاء نے کہا۔ "بات مجھے بھی ٹھیک ہی لگتی ہے۔"

سرفراز بولا۔ "ہم اپنے مٹھائی کے اعلانات واپس لیتے ہیں۔ چلو۔ کلاس میں چلیں۔"

کلاس میں خوب گہما گہمی تھی۔ لڑکے آپس میں ایک دوسرے سے مذاق کررہے تھے۔ جنہوں نے امتحان دینے کے لئے محنت نہیں کی تھی، وہ پریشان اور خاموش بیٹھے تھے۔ لیکن جنہوں نے سال بھر دل لگا کر پڑھائی کی تھی، امتحان کے لئے خوب محنت کی تھی، وہ خوش تھے۔

تمام استاد اس وقت ہیڈ ماسٹر صاحب کے پاس تھے۔ سب لڑکوں کو پتہ تھا کہ وہ اپنی اپنی

کلاسوں کے رپورٹ کارڈز لے کر آئیں گے۔ ہر کلاس اپنے اپنے استاد کا انتظار کر رہی تھی۔
آدھا گھنٹہ یونہی گزر گیا۔
ایک گھنٹہ گزر گیا۔!
دو گھنٹے گزر گئے۔!!
طالبِ علم نتیجہ معلوم کرنے کے لئے بے چین ہو رہے تھے۔ لیکن سب استاد، ہیڈ ماسٹر صاحب کے کمرے میں جمع تھے۔
"شہر یار۔" سرفراز نے کہا۔ "کیا چکر ہے۔؟ آخر نتیجے کا اعلان کیوں نہیں کیا جاتا۔؟"
شہزاد بولا۔ "مجھے تو کوئی گڑبڑ لگتی ہے۔"
ضیاء نے کہا۔ "شہر یار۔ معلوم تو کر کے آؤ کیا بات ہے۔؟"
شہر یار نے کچھ سوچا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔
ہیڈ ماسٹر صاحب کے کمرے کا دروازہ جو ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔ آج بند تھا۔
شہر یار نے ڈرتے ڈرتے دروازہ کھولا۔
اندر ہیڈ ماسٹر صاحب کے سامنے میز پر پورے اسکول کے رپورٹ کارڈز رکھے ہوئے تھے۔ تمام استاد کرسیوں پر بیٹھے تھے۔
ہیڈ ماسٹر صاحب کہہ رہے تھے۔ "میرا اب بھی یہی خیال ہے کہ ہمیں اس کی اطلاع پولیس کو دے دینی چاہئیے کیونکہ ......" اسی وقت ان کی نظر دروازے پر کھڑے شہر یار پر پڑی اور وہ بولتے بولتے اچانک خاموش ہو گئے۔
سب استادوں نے مُڑ کر شہر یار کی طرف دیکھا۔
"سر۔ میں معذرت چاہتا ہوں۔" شہر یار نے بوکھلا کر کہا۔ "دراصل ...... سر ....
وہ ..... تمام لڑکے دراصل ..... نتیجے کا انتظار کر رہے ہیں ...... تو میں نے سوچا کہ ......"
"اچھا، اچھا۔" ایک استاد نے سخت لہجے میں کہا۔ "تم اپنی کلاس میں جا کر بیٹھو۔ ہم ابھی آتے ہیں۔"
شہر یار واپس جانے کے لئے مڑا۔
اسی وقت پیچھے سے ہیڈ ماسٹر صاحب کی آواز آئی۔ "رُک جاؤ شہر یار۔"!

شہریار گھبرا کر مڑا۔
ہیڈ ماسٹر صاحب کی شفیق نظریں اسی پر جمی ہوئی تھیں۔ انہوں نے کہا ۔" اندر آجاؤ ۔"
ایک استاد نے حیرت سے کہا۔" ہیڈ ماسٹر صاحب۔ اسے اندر کیوں بلا رہے ہیں ۔" ؟
ہیڈ ماسٹر صاحب نے کہا ۔" میں شہریار کو پوری بات بتا نا چاہتا ہوں ۔ اندر آجاؤ شہریار اور دروازہ بند کر دو ۔"
شہریار نے دروازہ بند کیا اور اندر آکر ہیڈ ماسٹر صاحب کے پاس مؤدب کھڑا ہو گیا۔
کچھ دیر تک خاموشی رہی۔
سب کی نظریں شہریار پر جمی ہوئی تھیں۔
شہریار کے کلاس ٹیچر نے کہا ۔" میرا خیال ہے کہ ہمیں شہریار کو اس بات سے ضرور آگاہ کرنا چاہیئے۔ کم از کم " حق اسکواڈ" کے پچھلے کارناموں کو دیکھتے ہوئے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہو سکتا ہے، شہریار اور اس کے ساتھی کوئی راستہ ڈھونڈ نکالیں ۔"
شہریار کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ نجانے کیا بات تھی جو اسے معلوم ہونے والی تھی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب اور دوسرے استادوں کے چہروں سے لگتا تھا کہ مسئلہ سنگین ہے۔
" بات یہ ہے شہریار ۔" ہیڈ ماسٹر صاحب نے بالآخر کہنا شروع کیا ۔" کہ کل رات ہمارے اسکول کے ایک استاد کو کسی نامعلوم آدمی نے دھمکی دی ہے ۔!"
شہریار نے چونک کر سر اٹھایا۔" کیسی دھمکی سر۔؟ اور کس کو دی گئی ہے دھمکی ۔ ؟
" محمود صاحب کو کل رات دھمکی دی گئی ہے کہ اگر اسکول کے تمام لڑکوں کو سالانہ امتحانات میں پاس نہ کیا گیا تو انہیں آج رات اغوا کر لیا جائے گا ۔!"
کمرے میں سناٹا چھا گیا۔ خاموشی میں صرف دیوار گیر گھڑی کی ٹِک ٹِک سنائی دے رہی تھی ۔
ہیڈ ماسٹر صاحب نے سامنے رکھے رپورٹ کارڈز کے ڈھیر کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے کہا۔" ہم نے اب تک اسی لئے نتیجے کا اعلان نہیں کیا ہے ۔ اگر وہ نامعلوم لوگ سنجیدہ ہیں تو ہمیں پہلے اس دھمکی کی اطلاع پولیس کو دینا ہوگی۔ محمود صاحب کو خود تھانے جا کر رپورٹ درج کرانی ہوگی کہ انہیں کسی نے اغوا کرنے کی دھمکی دی ہے۔ لیکن ایک مسئلہ اور بھی ہے ۔"
شہریار نے حیرت سے پوچھا ۔" وہ کیا ۔ ؟ "

" اگر ہم رپورٹ تھانے میں درج کرائیں گے تو یہ بات اخبار میں بھی شائع ہو سکتی ہے۔ اس سے ہمارے اسکول کی بدنامی کا اندیشہ ہے۔ لوگ سوچیں گے کہ یہ کیسا خراب اسکول ہے جہاں استادوں کو دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ اب دو ہی صورتیں باقی رہ گئی ہیں۔ ایک یہ کہ نتیجہ کا اعلان کردیا جائے اور اس کے بعد نامعلوم لوگوں کے حملے سے بچنے کا بندوبست کیا جائے۔ اور دوسری یہ کہ .... کہ تمام لڑکوں کو پاس کردیا جائے۔" ہیڈ ماسٹر صاحب کی آواز لرز رہی تھی۔" یا تو ہمیں اپنے ایک قابلِ احترام استاد کی زندگی خطرے میں ڈالنی ہوگی یا پھر دھمکی دینے والوں کا مطالبہ مان لینا ہوگا۔!"

" ہرگز نہیں سر۔" شہریار بے اختیار زور سے بولا۔" اگر آپ نے دھمکی دینے والوں کا مطالبہ مان لیا اور فیل ہو جانے والے تمام لڑکوں کو بھی پاس کردیا تو آپ بُرائی کے سامنے جُھک جائیں گے۔ نیکی کے بجائے بدی کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں گے۔ یہ ہرگز نہیں ہونا چاہئیے سر۔" جذبات سے شہریار کا چہرہ تمتما رہا تھا۔

ہیڈ ماسٹر صاحب نے فخر سے اُسے دیکھا۔" مجھے یقین تھا کہ تم یہی کہو گے شہریار۔" ایک استاد نے کہا۔" تو تم کیا تجویز پیش کرتے ہو۔؟"

" تجویز۔"؟ شہریار کی آنکھیں اچانک چمکنے لگیں۔" تجویز تو میں ایک پیش کرسکتا ہوں سر لیکن پہلے مجھے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنا ہوگا۔"

" ضرور مشورہ کرو۔" ہیڈ ماسٹر صاحب نے کہا۔" لیکن دس منٹ کے اندر اندر ہمیں اپنے فیصلے سے آگاہ کردو۔"

شہریار نے سر ہلایا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

آدھے گھنٹے بعد نتیجہ کا اعلان کردیا گیا۔!

ہر کلاس سے تالیوں کی آواز آرہی تھیں۔

جو پاس ہو گئے تھے وہ خوشی سے ایک دوسرے سے گلے مل رہے تھے۔

اور جو فیل ہو گئے تھے، وہ مایوس، اُداس اور پریشان بیٹھے تھے۔

" حق اسکواڈ" پاس ہوگیا تھا۔ شہریار، سرفراز، ضیاء اور شہزاد — چاروں نے شاندار نمبر حاصل کئے تھے۔

ان کے چہروں پر مُسکراہٹ تھی۔ لیکن ان کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔ آنے والے ایڈونچر کے خیال سے ان کے دل تیزی سے دھڑک رہے تھے۔

کچھ دیر کے بعد چھٹی کی گھنٹی بج گئی۔ ہنستے کھلکھلاتے بچے جوق در جوق اسکول کے گیٹ سے باہر نکلنے لگے۔ پاس ہونے والے اُچھلتے کودتے جا رہے تھے۔ فیل ہونے والے آہستہ آہستہ گھروں کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔

لیکن "حق اسکواڈ" کے ارکان، اِن میں شامل نہیں تھے۔

وہ اس وقت ہیڈ ماسٹر صاحب کے کمرے میں تھے۔

شہریار کہہ رہا تھا۔" ہم نے جو منصوبہ بنایا ہے سر، اس میں ذرا خطرے کا پہلو بھی ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ ہمیں اس کی اجازت دے دیں گے۔ برائی کا خاتمہ کرنے کے لئے ہمیں کچھ نہ کچھ خطرہ تو مول لینا ہی ہوگا۔"

" اگر منصوبہ ضرورت سے زیادہ خطرناک ہوا تو میں اس کی اجازت ہرگز نہیں دوں گا۔ میں بہر حال تم لوگوں کو پریشانی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا۔"

"پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے سر ۔" سرفراز مسکرا کر بولا۔" برائی کا خاتمہ کرنا تو ہمارے حق اسکواڈ کا فرض ہے ۔"

پھر شہریار انہیں اپنے منصوبے کی تفصیلات بتانے لگا۔

ہیڈ ماسٹر صاحب غور سے سن رہے تھے۔

رات کے بارہ بج چکے تھے۔

محمود صاحب کے گھر پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔

باہر تاریکی تھی اور برآمدے میں صرف ایک چھوٹا سا بلب جل رہا تھا۔

خواب گاہ میں محمود صاحب بستر پر شہریار کمبل اوڑھے لیٹا تھا۔

اندھیرا اتنا زیادہ تھا کہ بستر پر صرف ایک سایہ نظر آتا تھا۔

کمبل کے اندر لیٹے لیٹے شہریار نے ایک جماہی لی اور اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ وقت کیا ہوا ہوگا۔ شاید سوا بارہ بج چکے ہوں۔ یا شاید ساڑھے بارہ۔ اسے بار بار نیند آنے لگتی تھی لیکن وہ سر جھٹک کر نیند کو بھگا دیتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ جاگنا بہت ضروری ہے۔ رات کے کسی بھی وقت کوئی حملہ کر سکتا تھا۔

"حق اسکواڈ" نے پورا پورا بندوبست کر رکھا تھا۔ باہر لان میں جھاڑیوں کے پیچھے سرفراز چھپا بیٹھا تھا۔ گلی کے کونے والے درخت کی گھنی شاخوں میں ضیاء موجود تھا۔ اور گھر کے پچھلے حصے میں موجود کاٹھ کباڑ کے ڈھیر

کے پیچھے شہزاد چھپا ہوا تھا۔

شہریار نے پھر جماہی لی اور کروٹ بدل کر کھڑکی کو دیکھنے لگا۔ وہ آپس میں طے کر چکے تھے کہ اگر کسی نے حملہ کیا تو شہریار صرف ایک سیٹی بجائے گا۔ سیٹی بجتے ہی "حق اسکواڈ" میدان میں اُتر آئے گا۔

وقت گزرتا جارہا تھا۔

شہریار نے سوچا۔ ہوسکتا ہے، کوئی حملہ کرنے ہی نہیں آئے۔ ہوسکتا ہے کہ کسی نے خواہ مخواہ دھمکی دے دی ہو۔

باہر اس کے تینوں ساتھی بھی انتظار کررہے تھے۔ سب سے زیادہ پریشانی درخت پر بیٹھے ہوئے ضیار کو تھی۔ اسے سخت نیند آرہی تھی۔ وہ بار بار اُونگھنے لگتا تھا اور پھر اس خوف سے آنکھیں کھول دیتا تھا کہ نیند آنے کی صورت میں وہ آم کے اس درخت سے کسی پکے ہوئے آم کی طرح ٹپک سکتا تھا۔

جھاڑیوں کے پیچھے چھپے سرفراز کو اور کباڑ کے پیچھے بیٹھے شہزاد کو مچھر تنگ کررہے تھے۔ نیند انہیں بھی آرہی تھی لیکن مچھر ان کے لئے بہت فائدے مند ثابت ہورہے تھے۔ ان کے بار بار کاٹنے سے ان کی نیند اڑ جاتی تھی۔

اندر کمرے میں لیٹے شہریار کو نیند نے سب سے زیادہ ستا رکھا تھا۔ وہ ایک آرام دہ بستر میں کمبل اوڑھے اطمینان سے لیٹا ہوا تھا۔ نیند کے لئے بہترین حالات تھے لیکن وہ سخت جدوجہد کے ذریعے اب تک جاگنے میں کسی نہ کسی طرح کامیاب ہورہا تھا۔

دُور کسی کے گھڑیال کے بجنے کی آواز آئی۔ ٹن، ٹن۔ شہریار مسکرایا۔ گویا رات کے دو بج چکے تھے۔ اس نے سوچا، صبح ہونے میں صرف چار گھنٹے رہ گئے تھے۔ گیارہ بجے رات کو وہ لیٹا تھا اور اب اسے لیٹے ہوئے تین گھنٹے گزر چکے تھے۔

وقت یونہی آہستہ آہستہ گزرتا رہا۔ شہریار نجانے کیا سوچتا رہا۔ اسکول کے بارے میں، گھر کے بارے میں، حق اسکواڈ کے بارے میں، اپنے دوستوں کے بارے میں۔

اور یونہی سوچتے سوچتے اس کی آنکھیں دھیرے سے بند ہوگئیں۔

نیند نے اُسے خاموشی سے اپنی آغوش میں لے لیا۔

ہر طرف سکون چھاگیا۔ خاموشی طاری ہوگئی۔

شہریار کو پتہ بھی نہ چلا کہ وہ کب سوگیا تھا۔

لیکن ایک جھٹکے سے اچانک اس کی آنکھ کھلی۔

اس نے خطرے کی بو محسوس کی اور تڑپ کر اٹھنا چاہا۔ لیکن اسے اگلے ہی لمحے احساس ہوگیا کہ وہ بے بس ہے۔

اس کے منہ میں کسی نے کپڑا ٹھونس دیا تھا۔!

اور اس کے ہاتھ رسیّوں سے بندھے ہوئے تھے۔!!

شہریار نے چیخنا چاہا۔ باہر کھڑے دوستوں کو چلّا کر بُلانا چاہا۔ لیکن اندھیرے میں کسی نے اسے اٹھاکر اپنے کندھے پر ڈال لیا۔

شہریار نے کراٹے کے انداز میں خطرناک کِک لگانے کی کوشش کی۔

لیکن اس کو احساس ہوا کہ اس کے پیر بھی بندھے ہوئے ہیں۔

اندھیرے میں اسے کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے اچھلنا چاہا لیکن کئی مضبوط ہاتھوں نے اُسے مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔

اچانک شہریار پر اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ اسے اغوا کیا جارہا تھا۔!

محمود صاحب کو اغوا کرنے والے اُسے ان کے بستر سے اٹھا کر اپنے ساتھ لے جارہے تھے اور وہ بالکل بے بس ہو چکا تھا۔!!

کاش میرے ساتھیوں کو کسی طرح پتہ چل جائے کہ مجھے اغوا کیا جارہا ہے۔ اس نے سوچا۔ لیکن وہ تو میری سیٹی کے انتظار میں بیٹھے ہوں گے۔ انہیں کیسے پتہ چل سکتا ہے۔

اغوا کرنے والوں نے اسے کندھے پر ڈال رکھا تھا۔ وہ شاید دو لوگ تھے۔ انہوں نے پچھلی گلی میں کھُلنے والی کھڑکی کھولی اور شہریار کو اٹھائے اٹھائے باہر کود گئے۔

شہریار نے پھر رسیّوں سے اپنے ہاتھوں اور پیروں کو آزاد کرانے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔

اغوا کرنے والوں نے وہاں کھڑی ہوئی ایک کار کا دروازہ کھول اسے اندر پھینکا۔ شہریار کا سر کسی سخت چیز سے ٹکرایا اور اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا۔

اس نے کار اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی اور بے ہوش ہونے سے قبل اسے یوں لگا جیسے دور کہیں سے سرفراز نے چلّا کر کہا ہو۔ "شہریار۔!"

پھر شہریار کے ہر جانب اندھیرا چھاگیا۔!!

شہریار کو اغوا کرنے والے کون تھے۔؟ حق اسکواڈ نے اس نئی مصیبت کا کیسے مقابلہ کیا۔

(آئندہ ماہ ملاحظہ فرمائیے)

گائے کے پائے
رخشندہ نے پکائے

حاطب صدیقی

نہ حلوے کی، نہ مانڈے کی، نہ شربت کی، نہ چائے کی
دُلہا بھائی کی دعوت کی تھی رخشندہ نے پائے کی
کھلونے تھے بہت اُس کے، کمی اُس کو تھی کائے کی
وہی کردی ذبح جو دی ہوئی تھی چھوٹے تائے کی
مگر ٹانگیں نہ ہرگز گل سکیں لکڑی کی گائے کی

خرابی تھی نہ چولہے میں، نہ ماچس میں، نہ تیلی میں
نہ تھا یوں کہ مصالحے کم ہی ڈالے ہوں بخیلی میں
پپیتے بھی گلاوٹ کے لئے ڈالے پتیلی میں
بچاری نے کئے سو سو جتن، ہر ہر "اُپائے" کی
مگر ٹانگیں نہ ہرگز گل سکیں لکڑی کی گائے کی

بہت بے چین ہو ہو کر بلائی اُس نے "ڈوئی" بھی
برابر رات بھر جاگی، صبح کچھ دیر سوئی بھی
کبھی کھسیا کے ہنس بھی دی، کبھی گھبرا کے روئی بھی
بڑا "اُف اُف" کیا اُس نے، بہت ہی "ہائے ہائے" کی
مگر ٹانگیں نہ ہرگز گل سکیں لکڑی کی گائے کی

وہ کرتی بھی رہی "سوری" دُلہا بھائی سے رہ رہ کر
اور اُن کو دیر تک روکا بڑی مشکل سے کہہ کہہ کر
ہر اِک کی بات سُن سُن کر، ہزاروں طعن سہہ سہہ کر
لڑا دی جان بھی پوری، بہت طاقت بھی ضائع کی
مگر ٹانگیں نہ ہرگز گل سکیں لکڑی کی گائے کی

اُپائے، ترکیب
لہ، کسی مشکل سے نمٹنے کی کوشش، یہ ہندی لفظ ہے۔

سب سے اچھی چیونگ گم   جوجو کی یہ ببل گم
لذّت کی لذّت
کھیل کا کھیل
Bubble Gum
گلف فوڈ انڈسٹریز گوجرانوالہ (پاکستان)

افریقہ کا قائد آزادی

سیّد ابو احمد عاکف

یہ تو آپ سب کو پتہ ہی ہے کہ بڑے لوگ وہ نہیں ہوتے جو کسی اعلیٰ عہدے پر فائز ہوتے ہیں یا پھر کسی شعبہ، زندگی میں کوئی خاص کارنامہ انجام دے کر مشہور ہو جاتے ہیں۔ ہمارے اپنے ذہن کے نقطہ، نظر سے اور اعلیٰ معاشرتی قدروں کے اعتبار سے بھی دراصل بڑے لوگ وہ ہوتے ہیں جو تمامتر مشکلات کے باوجود حق کی راہ سے نہیں ہٹتے اور جو کسی عظیم اصول کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی کے لئے تیار رہتے ہیں۔ ایسے لوگ ہر دور میں اور ہر معاشرہ میں ہوتے ہیں اور انہی کی وجہ سے قومیں عظیم کہلاتی ہیں۔ عام طور پر ہم لفظ انسان کثرت سے ہر مرد اور عورت کے لئے استعمال کرتے ہیں مگر شاعر نے تو انسان کا لفظ ہی عظیم لوگوں کیلئے استعمال کیا ہے "آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا" یعنی ہر شخص میں وہ خصوصیات نہیں جو اسے آدمی سے انسان بنا دیں۔ ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ زیادہ تر لوگ معمولی سے ذاتی فائدے کے لئے بھی برے کاموں مثلاً جھوٹ اور بے ایمانی سے کام لیتے ہیں۔ ہاں مگر ایسے بھی لوگوں کے بارے میں سنتے ہیں یا پڑھتے ہیں جو اپنا فائدہ چھوڑ کر اپنے ساتھیوں یا اپنے ملک یا اپنے نظریئے کی خاطر زندہ رہتے ہیں۔

آج ہم آپ کو اپنے دور کے ایک عظیم آدمی سے ملواتے ہیں۔ یہ ہیں جناب نیلسن منڈیلا ان کی شہرت دنیا کے زیادہ تر سربراہان مملکت سے بھی زیادہ ہے گو کہ جناب منڈیلا کو پچھلے

چوبیس سال سے جیل میں نظر بند رکھا گیا ہے یعنی اس وقت سے جب آپ میں سے شاید ہی کوئی پیدا ہوا ہو، مگر یہی نظر بندی ان کی عظمت کی دلیل ہے۔ ان سالوں میں کئی دفعہ ان کو اس بات کی پیش کش کی گئی ہے کہ ان کو آزاد کر دیا جائے گا اگر وہ صرف یہ بیان دے دیں کہ ان کی جماعت افریقی نیشنل کانگریس جنوبی افریقہ کے ڈھائی کروڑ سیاہ فام باشندوں کی جدوجہد آزادی میں طاقت کا استعمال چھوڑ کر پرامن طریقے سے کام کرے گی۔ بظاہر تو یہ بہت اچھی بات لگتی ہے کہ اپنی جدوجہد میں پرامن طریقوں سے کام کیا جائے مگر اکثر اوقات جب ظالم حکمران حد سے زیادہ ظلم و تشدد سے کام لینے لگیں تو مظلوم کے پاس کوئی چارہ نہیں رہ جاتا۔ اسلام میں بھی اس بات، یعنی قوت سے ظلم کا جواب دینے کی اجازت دی گئی ہے۔

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ آج کل جنوبی افریقہ میں ہر روز کئی سیاہ فام افراد آزادی کی جدوجہد میں اپنی جانوں کی قربانی دیتے ہیں۔ یہ لوگ وہاں کی نسل پرست حکومت سے اپنے حقوق مانگ رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کے علاقے پر باہر سے آتے ہوئے گوری رنگت کے لوگوں نے جو قبضہ کئی سو سال پہلے کیا تھا وہ اب ختم کیا جائے اور انہیں اپنی حکومت قائم کرنے کا حق ہو۔ خاص بات یہ ہے کہ یہ علاقہ دنیا کا امیر ترین علاقہ ہے یہاں سے دنیا کا زیادہ تر سونا ہیرے اور دوسری مہنگی دھاتیں نکالی جاتی ہیں مگر سارے کا سارا فائدہ وہ گورے لوگ اٹھاتے ہیں جو آبادی کے لحاظ سے بیس فیصد کے قریب ہیں۔ آبادی کے تین چوتھائی سے زیادہ سیاہ فام باشندے انتہائی شدید محنت مزدوری کرنے کے باوجود بہت غریب ہیں مگر اس سے زیادہ دکھ کی بات یہ ہے کہ ان کو بنیادی انسانی حقوق بھی حاصل نہیں ہیں۔ وہ گوروں کے ساتھ ایک بس میں سفر نہیں کر سکتے ایک ہوٹل میں اکٹھے بیٹھ نہیں سکتے، ایک اسکول نہیں جا سکتے ایک علاقے میں نہیں رہ سکتے غرض یہ کہ ان کے ساتھ ہر وقت اور ہر جگہ غیر انسانی سلوک ہوتا ہے۔ کالے باشندوں کو انتخابات میں ووٹ بھی ڈالنے کا حق نہیں ہے اور یوں وہ اپنے ملک میں باعزت طریقے سے نہیں رہ سکتے۔

جناب منڈیلا اور ان کی جماعت تقریباً پچاس سال سے گورے اور کالے باشندوں کے درمیان اس تفریق کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں۔ ان کی گرفتاری ۱۲ مارچ ۱۹۶۰ء کے شارپ دل قتل عام کے بعد عمل میں آئی۔ اس دن جنوبی افریقہ کی سفید فام حکومت کی پولیس نے نہتے

کالے لوگوں کے ایک جلوس پر اس وقت گولیاں برسانی شروع کر دیں جب وہ اپنے ایک شہر سے دوسرے شہر جانے پر پابندیوں کے خلاف مظاہرہ کر رہے تھے. پانچ منٹ میں ۶۹ افراد دم توڑ چکے تھے. بعد میں اقوام متحدہ نے اس دن کو نسلی برابری کے بین الاقوامی دن کے طور پر منانا شروع کر دیا. جناب منڈیلا نے بھی اس دن ظالموں کے خلاف اٹھنے کا فیصلہ کیا. اس سے پہلے کہ ان کی تنظیم کوئی خاص کاروائی کر سکتی انہیں گرفتار کر کے ان کے خلاف ایک جھوٹا مقدمہ چلایا گیا. عدالت کے سامنے ان کی تقریر آج بھی ان کے ملک کے لوگوں کو زبانی یاد ہے "مجھے اپنی آزادی عزیز ہے. مگر اس سے کہیں زیادہ مجھے اپنے لوگوں کی آزادی عزیز ہے میں آزاد رہنے کے اپنے پیدائشی حق کو بیچنے کے لئے تیار نہیں ہوں نہ ہی میں اپنے لوگوں کے اس حق کو بیچنے کے لئے تیار ہوں. میری اور میرے لوگوں کی آزادی ایک دوسرے سے الگ نہیں"

آپ خود تصوّر کریں کہ آج کتنے لوگ ہیں اپنے ایک اصول کے لئے پوری زندگی جیل میں گزارنے کے لئے تیار ہیں. یہ بھی تصور کرو کہ انہوں نے اپنی بیگم کے ساتھ اپنے گھر میں شادی کے ۳۱ سالوں میں سے صرف ۲½ سال گزارے ہیں انکی دو بیٹیوں نے بھی انہیں صرف چند دنوں کے لئے دیکھا ہے.

گو جناب مانڈیلا کو اپنی اصول پسندی کا کوئی صلہ نہیں چاہیے مگر ان کو بہت سی بین الاقوامی تنظیموں نے خطابات اور انعامات سے نوازا ہے ابھی حال ہی میں انہیں ۱۹۸۵ء کا تیسری دنیا انعام (جس کی مالیت ایک لاکھ ڈالر ہے) دیا گیا. ان کی بیگم کو پچاس ہزار ڈالر کے جدوجہد آزادی کے جان الیف کینیڈی انعام سے نوازا گیا پچھلے سال ہی ان کی بیگم کے ہسپتال کے لئے امریکی باشندوں نے ایک لاکھ ڈالر کے چندے بھیجے.

آج جناب مانڈیلا جنوبی افریقہ کے عوام کی جدوجہد کے بلا مقابلہ قائد اعلیٰ ہیں جب کبھی بھی ان کا ملک ظالموں کے قبضے سے آزاد ہوا وہ چاہے زندہ رہیں یا اصول کی خاطر جان بھی دے دیں. وہاں کے عوام ان کو ابد تک اپنی جدوجہد کے لازوال قائد کے حیثیت سے جانیں پہچانیں گے. ان کے اپنے الفاظ میں "آزادی وہ قدر ہے جس کے لئے میں زندہ رہنا چاہتا ہوں اور جسے میں حاصل کرنا چاہتا ہوں مگر وہ ایک ایسی قدر بھی ہے کہ جس کے لئے اگر جان بھی دینی پڑی تو وہ بھی ایک بہت چھوٹی قیمت ہوگی".

عطیۂ اشتہار منجانب: راوی گلاس ۱- دیال سنگھ مینشنز۔ دی مال لاہور

انگریزی ادب سے ترجمہ

انور سعد

نئی تخلیق کا خیال

ایک نوجوان تھا ـــــ جو شاعر بننا چاہتا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ ایک سال کے اندر شاعر بن جائے۔ اگلے سال شادی کرے اور شاعری کے ذریعہ جو آمدنی ہو اس سے اپنا خرچ چلائے۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ اب کسی نئی تخلیق کا امکان باقی نہیں رہا ہے۔ کوئی نئی بات وہ نہیں لکھ سکتا۔ اس نے کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ اُسے یقین ہو گیا کہ وہ بہت تاخیر سے پیدا ہوا ہے اس کے دنیا میں آنے سے قبل ہی سارے موضوعات پر لکھا جا چکا ہے اور اب نئی تخلیق کے لئے کوئی بھی موضوع باقی نہیں بچا۔ وہ اکثر سوچتا کہ کتنے خوش نصیب تھے وہ لوگ جو ہزار سال قبل پیدا ہوئے ـــــ اس زمانے میں نئی نئی تخلیقات پیش کر کے لافانی انسان بننا کتنا آسان تھا

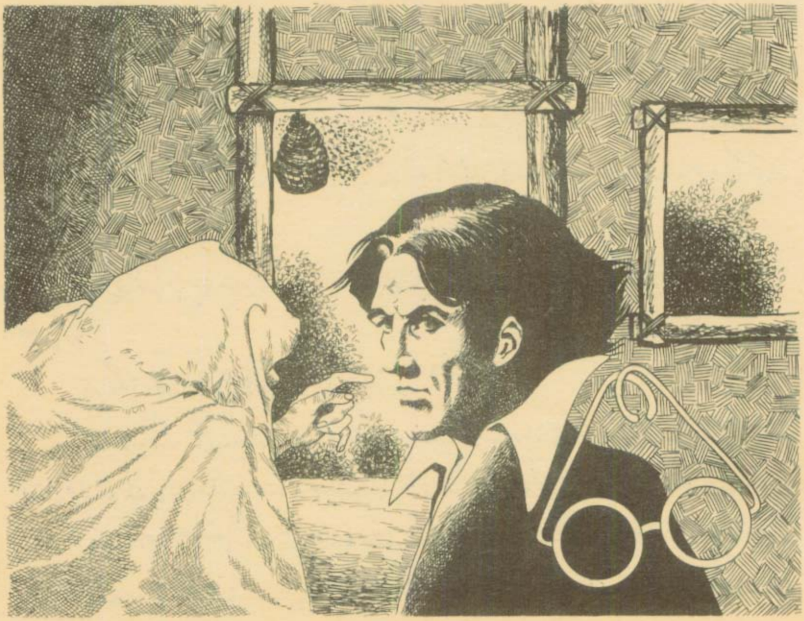

بلکہ ایک سو سال قبل پیدا ہونے والوں کے لئے بھی خاصا موقع تھا ـــــ اس زمانہ میں بھی شاعری کے لئے بہت سے موضوعات تھے ـــــ لیکن اب تو سب پرانے ہو چکے ہیں ـــــ اور اب اسے بار بار دہرانے کا فائدہ ہی کیا ہے ـــــ

وہ مستقل سوچتا رہا یہاں تک کہ وہ دبلا اور کمزور ہو گیا ـــــ کوئی ڈاکٹر اس کی مدد نہ کر سکا ـــــ ہاں ایک شخصیت تھی جو اس کی مدد کر سکتی تھی ـــــ اور وہ تھی ایک ضعیف ہشیار عورت ـــــ جو ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں رہتی تھی ـــــ وہ بہت سے طبیبوں سے بھی زیادہ عقلمند تھی ـــــ نوجوان نے فیصلہ کیا کہ وہ اس عورت کے پاس جائے گا. اور اس سے مشورہ کریگا. نوجوان وہاں پہنچ گیا ـــــ بڑھیا کا گھر انتہائی چھوٹا اور تنگ تھا اور اس کا ماحول بے لطف اور گھٹن زدہ تھا ـــــ آس پاس نا کوئی درخت ـــــ نا پھول ـــــ ہاں دروازہ پر شہد کی مکھی کا ایک چھتہ تھا ـــــ باہر ایک چھوٹا سا آلو کا کھیت تھا ـــــ اور ایک کھائی تھی جس کا سیاہ خار دار جھاڑی میں پھول تھے اور جس میں کچّے کچّے بیر کے پھل لدے تھے جسے اگر کھا لیا جائے تو زبان کڑوی اور کسیلی ہو جائے .

"یہ مناظر ہمارے غیر شاعرانہ دور کی عکاسی کرتے ہیں". نوجوان کے ذہن میں آیا. کم از کم یہی ایک قیمتی خیال تھا جو اس نوجوان کے ذہن میں بڑھیا کی جھونپڑی میں آیا تھا.

"اسی خیال کو تحریر میں ڈھالو". بوڑھی عورت نے کہا "میں جانتی ہوں تم یہاں کیوں آئے ہو. تم کوئی نئی تخلیق نہیں کر سکتے اس کے باوجود ایک سال کے اندر شاعر بننے کے خواب دیکھ رہے ہو"

"سب کچھ لکھا جا چکا ہے" ـــــ نوجوان نے بولنا شروع کیا ـــــ ہم لوگوں کا وقت پہلے جیسا نہیں رہا"

"ہم لوگوں کا وقت پہلے جیسا نہیں رہا".

"نہیں یہ بات نہیں ہے". بوڑھی عورت نے کہا "پرانے زمانہ میں ہم لوگ بہت سی قیمتی معلومات اور راز جانتے تھے. یہ بھی جانتے تھے کہ حیرت انگیز جڑی بوٹیوں سے علاج کس طرح ہوتا ہے.

اس کے باوجود ہم زندہ جل جاتے تھے ـــــ اور پرانے زمانے کے شاعر تو انتہائی فرسودہ حال تھے. وہ بھوکے رہتے تھے. ان کے جسم پر کوئی معقول کپڑا بھی نہیں ہوتا تھا ـــــ آج کا زمانہ تو بہت ہی

اچھا ہے ___ سب سے اچھا ___ پرانے زمانے سے بہت بہتر لیکن تمہاری تخلیق کی خواہش تو دراصل ایک جھوٹی خواہش ہے ___ تمہارے پاس دیکھنے کے لئے مناسب آنکھ اور سننے کے لئے سالم کان نہیں ہیں ___ تم صبح اور شام اللہ کی عبادت نہیں کرتے ___ اپنی صلاحیتوں کا استعمال نہیں جانتے ورنہ تمہارے اطراف تو بیشمار ایسے موضوعات ہیں جن پر تم لکھ سکتے ہو اور جسے تم شاعری میں ڈھال سکتے ہو ۔ اگر تم نئی بات تلاش کرنے نکلو تو زمین اس سے بھری پڑی ہے تم بہتے ہوئے دریا یا جامد پانی کے اندر غوطہ لگاؤ تو وہاں بھی تمہیں نئے موضوع ملیں گے ۔ بس ایک شرط ہے وہ یہ کہ تمہارے اندر سمجھنے کی، جاننے کی اور سوچنے کی صلاحیت اور جستجو موجود ہو ۔

تمہیں معلوم ہو کہ سورج کی ایک کرن کو کیسے پکڑا جاتا ہے ___

اب آؤ! میرا چشمہ اپنی آنکھوں سے لگاؤ اور میرے کان کے آلہ کو اپنے کان میں لگاؤ نوجوان نے ایسا ہی کیا۔ بوڑھی عورت اسے آلو کے کھیت میں لے گئی ۔ اس نے ایک بڑا آلو نوجوان کے ہاتھ میں ڈال دیا۔ آلو کے اندر سے ایک آواز آرہی تھی گنگناتی ہوئی ایک آواز ___ آلو کہہ رہا تھا میں جب یورپ پہنچا تو لوگوں نے مجھے انتہائی شک اور حیرت کی نگاہوں سے دیکھا ___ میری اہمیت اور افادیت کا انہیں اندازہ ہی نہ تھا ___ انہیں جب احساس ہوا تو انہوں نے جان لیا کہ ارے یہ تو سونے کے ڈھیر سے بھی زیادہ اہم چیز ہے ۔ ہم لوگوں کو بادشاہ کے حکم سے عوام میں تقسیم کیا گیا ___ اور ایک حکم نامہ جاری کیا کہ ہماری قیمت اور خصوصیت کا صحیح اندازہ لگایا جائے ___ لیکن انہیں مجھ سے کوئی امید نہ تھی ۔ لوگ مجھے بے وقعت اور بیکار چیز سمجھتے تھے ۔ انہیں زمین میں بونے کا سلیقہ بھی معلوم نہ تھا ___ ایک انسان نے زمین کھود کر تمام آلوؤں کو ڈال دیا ۔ اور انتظار کرنے لگا کہ کونپل نکلے گی۔شاخ بنے گی۔اور پھر تناور درخت ___ جس طرح سیب کے درخت میں سیب پھلتا ہے اسی طرح اس سے رس دار پھل ہوں گے ___ لیکن انسانوں کو معلوم ہی نہ تھا کہ میری خوبیاں تو میرے اندر پوشیدہ ہیں میرا وجود زمین کے اندر ہے ___ بیشمار لوگوں نے کوششیں کی ۔ ہمیں بہت پریشان کیا ___ آخر کار حقیقت کا انکشاف ہو گیا" ___

"کافی ہے اتنی کہانی" بڑھیا نے کہا۔ اب اس خاردار جھاڑی کے اس کالے کانٹے کو دیکھو کالا کانٹا کہنے لگا "میرا بھی اس زمین سے گہرا تعلق ہے جہاں سے آلو آیا۔ ناروے سے وہاں کے چند بہادر

نوجوان سمندر میں سفر کر رہے تھے کہ اچانک آندھی اور گہرے دھند کی وجہ سے انہیں مغرب کی طرف سفر کا رُخ کرنا پڑا اس طرح وہ لوگ ایک اجنبی ملک میں پہنچ گئے جہاں برف ہی برف تھی۔ برف کے نیچے گھاس اور جڑی بوٹیاں تھیں، نیلے اور سیاہ رنگ کے بیروں کی جھاڑیاں تھیں۔"

"کتنی خوبصورت اور دلچسپ کہانی ہے یہ" نوجوان نے کہا۔

'اب تم میری ہدایت پر عمل کرو'۔ بوڑھی عورت اسے شہد کے چھتے کے پاس لے گئی کیتنی زندگی اور حرکت ہے اس میں ——— اس نے چھتے کے اندر دیکھا۔ شہد کی مکھیاں چھتے کے تمام سوراخوں پر بیٹھی تھیں اور اپنے پروں سے وہ پنکھے کی طرح جھل رہی تھیں تاکہ اس بڑے چھتے کو زیادہ سے زیادہ ہوا پہنچائی جائے۔ اس کے علاوہ بہت سی مکھیاں سورج کی روشنی اور پھولوں سے واپس آ کر اندر جا رہی تھیں۔ ان کے پیر پیدائشی طور پر ٹوکری نما ہوتے ہیں۔ وہ ان میں پھولوں کا رس لاتی ہیں اور چھتے میں اپنے پیر صاف کر کے جاتی ہیں۔ اسی سے شہد بھی بنتا ہے اور موم بھی ——— مکھیاں آ رہی ہیں اور جا رہی ہیں ——— اور ہاں بیچ میں ایک رانی مکھی بھی بیٹھی ہے ——— وہ اُڑنا چاہتی ہے، لیکن وہ جیسے ہی اُڑے گی دوسری ساری مکھیوں کو اڑنا پڑے گا اور اس کا صحیح وقت نہیں آیا ہے کیوں کہ ابھی شہد تیار نہیں ہوا ——— اس لئے دوسری مکھیاں رانی مکھی کی خوشامد کرتی ہیں۔ اس کے پنکھوں کو پکڑ کر آہستہ آہستہ ہلاتی ہیں۔ اسے خوش رکھنے کی کوشش کرتی ہیں تاکہ وہ وہاں سے نہ اُڑے۔

"اب تم اس غار کی طرف دیکھو" ——— بوڑھی عورت نے کہا۔

یااللہ! کتنے سارے لوگ ہیں" نوجوان نے کہا "کہانیوں کا ایک نا ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ ایک کے بعد ایک میں سنتا جا رہا ہوں۔ لیکن اب میرے سر میں درد ہو چکا ہے ایسا لگ رہا ہے کہ میں اب گر جاؤں گا"

"نہیں ایسا نہ کہو"۔ بوڑھی عورت نے کہا ——— جاؤ لوگوں کے ہجوم میں جاؤ۔ تمہارے پاس دیکھنے کے لئے اور سننے کے لئے اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے آنکھ اور کان موجود ہیں اس کے علاوہ ایک دھڑکتا ہوا دِل بھی ہے، تمہارے پاس ہے۔ تخلیق کے لئے نئے نئے موضوع ہوں گے تمہارے پاس۔ لیکن جانے سے قبل میرا وہ چشمہ اور کان کا وہ آلہ دیتے جاؤ۔ اور اس نے دونوں چیزیں فوراً ہی اس نوجوان سے لے لیں۔

"اب تو مجھے کچھ بھی نظر نہیں آ رہا ہے" نوجوان نے کہا۔ "میں تو اب سننے کے قابل بھی نہیں رہا۔" "تو تمہارے لئے اگلے سال تک شاعر بننا ناممکن ہے" بوڑھی عورت نے کہا۔

"میں کب شاعر بن سکوں گا؟" نوجوان نے معلوم کیا "کبھی نہیں بن سکتے تم میں تخلیق کا سلیقہ ہی نہیں ہے" اس نے کہا "لیکن میں اپنی زندگی گزارنے کے لئے آخر کیا کروں؟" "یہ میں بتا سکتی ہوں ان لوگوں کے بارے میں لکھو جو پہلے لکھ چکے ہیں ان جیسی شہرت حاصل کرنے کے لئے انہیں کی تحریر اور انہیں کی زندگی کے متعلق لکھو۔ تم ڈرو نہیں تم جتنی زیادہ تحریریں اس طرز کی لکھو گے اتنی ہی زیادہ کمائی بھی کرو گے تم اور تمہاری بیوی کا پیٹ بھر جائے گا۔

نئی تخلیق کا کیسا عمدہ آئیڈیا دیا ہے اس عورت نے نوجوان نے دل ہی دل میں سوچا اور بوڑھی عورت کو سلام کر کے واپس آ گیا اس نے ویسا ہی کیا جیسا کہ بوڑھی عورت نے مشورہ دیا تھا اس نے اندازہ لگایا کہ وہ شاعر تو نہیں بن سکتا ہاں گزرے ہوئے لوگوں کی تحریروں اور اشعار سے نئی نئی بات، نئے نئے خیالات پیش کر سکتا ہے اس نے لکھنا شروع کر دیا..... پڑھنا شروع کر دیا وہ لکھتا رہا لکھتا رہا یہاں تک کہ ایک دن اس پر راز آشکار ہو گیا کہ انسان اگر جستجو اور کوشش کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے تو وہ لکھ سکتا ہے ..... بہت کچھ اور بہت اچھا لکھ سکتا ہے ...... نئے نئے موضوعات تو ہر لمحہ انسان کے اطراف موجود رہتے ہیں ..... ہاں جستجو اور کوشش ہی سے ان موضوعات کو تلاش کیا جا سکتا ہے یہی کوشش انسان کو بڑا شاعر بھی بناتی ہے اور بڑا ادیب بھی۔

شاہی فرار

ایک بادشاہ شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگا۔ دشمن کے کچھ سپاہی اُس کے تعاقب میں دوڑے بادشاہ راستے میں شیشے کے نگینے اور پیتل کے دینار بکھیرتا گیا۔ شیشے کے نگینے مختلف رنگوں کے تھے اور وہ سرخ اور جواہر معلوم ہوتے تھے۔ سپاہی ان کو جمع کرنے میں مشغول ہو گئے اور بادشاہ اُن سے بچ کر نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔

ٹرانزسٹر، ٹارچ اور کھلونوں کیلئے بہترین

الہ دین بیٹری سیل

زیادہ قوّت — زیادہ دیرپا

مکمل طور پر قابلِ اعتماد - لیک پرُوف

086.MIL 5

PARAGON

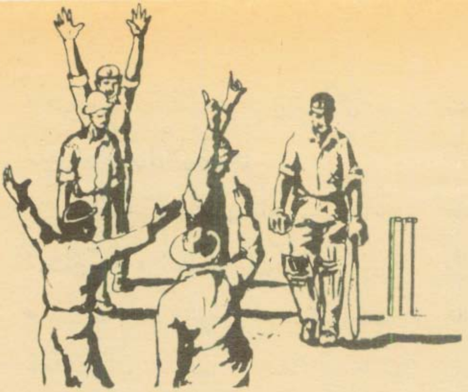

پاک بھارت
کرکٹ سیریز

علی نوری

یہ سال دراصل پاکستان اور بھارت میں کرکٹ کی تاریخ کا شاید مصروف ترین سال ہے کیوں کہ چوتھا ورلڈ کپ کرکٹ ۱۹۸۷ء اکتوبر میں پاکستان اور بھارت میں منعقد ہوگا اور آج کل پاکستان کی کرکٹ ٹیم بھارت کے دورہ پر ہے. جہاں وہ مدراس، کلکتہ، جے پور، احمد آباد اور بنگلور میں ۵ ٹیسٹ میچوں اور اندور، کلکتہ، حیدرآباد، پونا، ناگپور اور جمشید پور میں چھ ایک روزہ انٹرنیشنل میچوں کی سیریز کھیل رہی ہے. اب تک کی جو اطلاعات ہیں اس سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان کرکٹ ٹیم نے بھارت میں اپنی آل راؤنڈ کارکردگی کا لوہا منوا لیا ہے کیونکہ پاکستان نے آسٹریلیا کے شہر پرتھ میں کھیلے گئے بنسن اینڈ ہیجز امریکہ کپ کرکٹ ٹورنامنٹ میں دنیا کی مضبوط ترین ٹیم ویسٹ انڈیز اور میزبان ٹیم آسٹریلیا کو شکست دے کر ثابت کر دیا کہ پاکستان اِس وقت دنیا کی بہترین کرکٹ ٹیموں میں سے ایک ہے

پاکستان کرکٹ کنٹرول بورڈ کے صدر لیفٹیننٹ جنرل غلام صفدر بٹ نے یہ انکشاف کر کے ہمیں خوشگوار حیرت میں ڈال دیا ہے کہ کرکٹ کا کھیل برطانیہ سے نہیں بلکہ ڈھائی ہزار قبل پشاور کے قریب دریافت ہونے والی قدیم گندھارا تہذیب سے شروع ہوا۔ جس کے ثبوت میں انہوں گندھارا کے کھنڈرات سے برآمد ہونے والی تانبے کی وہ تختی دکھائی جس پر تین افراد کو قدیم طرز کا بیٹ اور گیند لئے کرکٹ جیسا کھیل کھیلتے ہوئے دکھایا گیا- ورلڈ کپ کے لئے پاک بھارت جوائنٹ مینجمنٹ کمیٹی کے چیئرمین مسٹر این کے پی سالوے اس تختی سے اتنے متاثر ہوئے

کہ انہوں نے ریلائنس ورلڈ کرکٹ کپ پر اس کی شکل کندہ کرنے کے لئے تختی کی نقل مانگ لی ۔

خیر یہ تو الگ بات ہوئی ۔ ہم ذکر کر رہے تھے پاکستان کرکٹ ٹیم کے دورہ بھارت کا پاکستان کی کوئی بھی ٹیم جب بھارت کے دورہ پر گئی ہے یا بھارت کی ٹیم پاکستان کے دورہ پر آئی ہے دونوں طرف کے عوام اور شائقین اس کھیل میں خصوصی دلچسپی لیتے ہیں ۔ کرکٹ اور ہاکی کے معاملہ میں یہ دلچسپی اپنے عروج پر ہوتی ہے ۔

پاکستانی کرکٹ ٹیم نے گذشتہ بار ظہیر عباس کی قیادت میں بھارت کا دورہ کیا تھا اور سیریز ڈرا رہی تھی اس بار دورۂ بھارت میں پاکستان کرکٹ ٹیم کی قیادت عالمی شہرت یافتہ آل راؤنڈر عمران خان کے ہاتھ میں ہے جب کہ اسٹار بیٹسمین جاوید میاں داد ان کے نائب کی حیثیت سے دورۂ بھارت میں شامل ہیں ۔

اس بار پاکستان کرکٹ ٹیم گذشتہ ٹیم کی نسبت زیادہ متوازن اور مضبوط ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ٹیم میں جہاں عمران خان، جاوید میانداد، مدثر نذر، عبدالقادر توصیف احمد، رمیز راجہ، اور سلیم ملک جیسے تجربہ کار کھلاڑی شامل ہیں، وہیں ٹیم میں کچھ کر گذر جانے کا جذبہ لئے نوجوان کھلاڑی جیسے شعیب محمد، آصف مجتبیٰ اعجاز احمد، رضوان الزماں، وسیم اکرم، سلیم جعفر، منظور الٰہی سلیم یوسف، ذوالقرنین اور ذاکر خان کو بھی رکھا گیا ہے ان نوجوان کھلاڑیوں نے دورۂ بھارت میں اب تک کھیلے گئے میچوں میں اپنی شاندار کارکردگی سے اس عمومی رائے کو صحیح ثابت کر دکھایا ہے خصوصاً رضوان الزمان، اعجاز احمد، شعیب محمد اور منظور الٰہی نے بھارتی شائقین کرکٹ کے دل موہ لئے ہیں اور یہ ثابت کر دیا کہ ہمارے نوجوان کھلاڑی بھارتی نوجوان کھلاڑیوں کی نسبت زیادہ صلاحیتوں کے مالک ہیں اور وہ بحران میں بھی اچھا کھیلنا جانتے ہیں جس طرح پہلے ایک روزہ میچ میں عبدالقادر کے بعد منظور نے راجو کلکرنی کے ایک اوور میں ۱۵ رنز لے کر میچ کا نقشہ اپنی ٹیم کے حق میں پلٹ دیا تھا۔ پرتھ میں امریکہ کپ میں آصف مجتبیٰ نے آسٹریلیا کے خلاف ہارا ہوا میچ اپنی ذمہ دارانہ بیٹنگ کی بدولت پاکستان کے حق میں پلٹ دیا تھا ۔

جہاں تک زیادہ واضح مجموعی صلاحیتوں کا تعلق ہے بھارت کے اس دورہ میں پاکستان کرکٹ ٹیم کے کپتان عمران خان بولنگ میں بھارتی اسپن اٹیک کے مقابلہ میں اپنی ٹیم کی فاسٹ بولنگ پر زیادہ انحصار کریں گے ۔ اس طرح ٹیسٹ اور ایک روزہ میچوں میں عمران خان کے ساتھ وسیم اکرم اور سلیم جعفر کی (اگر وہ اَن فٹ نہ ہوئے تو) ہر میچ میں شرکت یقینی ہے متبادل کے طور پر ذاکر خان ٹیم کے ہمراہ موجود ہیں ۔ اسپن کے شعبہ میں پاکستان کے پاس عبدالقادر اور توصیف احمد جیسے عمدہ لیگ اور آف اسپن بولرز کی خدمات حاصل ہیں بیٹنگ میں قاسم عمر کے دورۂ بھارت پر نہ جانے کی وجہ

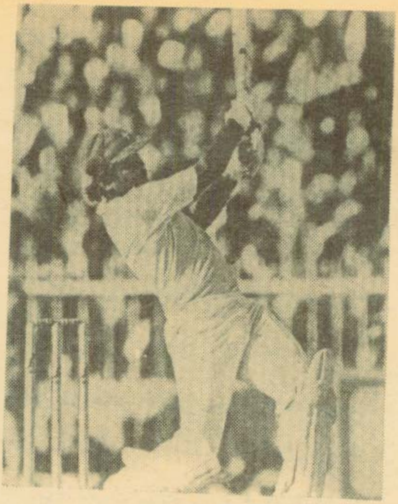

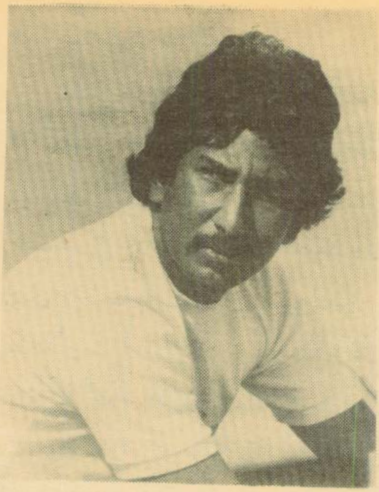

سے اوپنرز کا جو پیئر شعیب محمد کے ساتھ بن گیا تھا اب پھر غیر یقینی کیفیت کا شکار ہو گیا ہے شعیب محمد کے علاوہ اس دورہ میں رضوان الزماں اور مدثر نذر اوپنرز کی حیثیت سے شامل ہیں اور اگر ان تین میں سے کوئی بھی دو کھلاڑی چل گئے تو یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے مڈل آرڈر میں پاکستان کے پاس رمیز راجہ سلیم ملک، جاوید میاں داد، اعجاز احمد اور آصف مجتبیٰ آل راؤنڈرز میں عمران خان، عبدالقادر، منظور الٰہی اور وکٹ کیپر سلیم یوسف موجود ہیں اور ان کھلاڑیوں نے ماضیٔ قریب میں پاکستان کو بحرانی کیفیات سے نکالا ہے۔

پاکستانی ٹیم میں صرف اعجاز احمد ایسے کھلاڑی ہیں جنہوں نے ابھی تک کوئی ٹیسٹ میچ نہیں کھیلا ہے اس سے ان کی اہمیت کم تو نہیں ہو جاتی بلکہ ٹیسٹ ٹیم میں جگہ بنانے کے لئے وہ یقیناً یادگار کھیل کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کریں گے۔

پاکستانی ٹیم میں کئی ایسے کھلاڑی شامل ہیں جو اس دورہ میں اپنے کیریئر کے سنگِ میل عبور کریں گے۔

اِن میں سرفہرست خود کپتان عمران خان ہیں جن کی ٹیسٹ کرکٹ میں ۲۸۲ وکٹیں ہیں اور ان کے اس سیریز میں ۳۰۰ وکٹیں مکمل کرنے کا قوی اِمکان ہے، ٹیسٹ کرکٹ میں وہ ۲۲۵۵ رنز مکمل کر چکے ہیں جاوید میاں داد کو ٹیسٹ کرکٹ میں چھ ہزار رنز مکمل کرنے کے لئے مزید ۱۱۴ رنز درکار ہیں عبدالقادر کو ٹیسٹ کرکٹ میں اپنی ۱۵۰ وکٹیں مکمل کرنے کے لئے مزید ۴ وکٹیں درکار ہیں جب کہ توصیف احمد کو اپنی ۵۰ ٹیسٹ وکٹیں مکمل کرنے کے لئے

مزید ایک وکٹ کی ضرورت ہے۔
جہاں تک بھارتی کرکٹ ٹیم کی صلاحیتوں کا تعلق ہے اگر وہ تماشائیوں کو محظوظ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، لیکن میچ جیتنے اپنی ٹیم کو بُحران سے نکالنے اور میچ برابر کرنے کی ان میں صلاحیت پوری پوری موجود ہے بھارت کو دنیا میں سب سے زیادہ رنز اور ٹیسٹ سنچریاں (۳۴) بنانے والے شہرۂ آفاق اوپنر سنیل گاوسکر اور این بوتھم کے بعد ٹیسٹ کرکٹ میں تین ہزار رنز اور تین سو وکٹیں مکمل کرنے والے آل راؤنڈر کپتان کپل دیو کی خدمات حاصل ہیں اس کے علاوہ بھارت کے جو بہترین کھلاڑی ہیں ان میں اپنے پہلے ہی تین ٹیسٹ میچوں میں مسلسل سنچریاں اسکور کرنے والے محمد اظہر الدین، آسٹریلیا میں چیمپئن آف چیمپئنز کا ایوارڈ جیتنے والے آل راؤنڈر روی شاستری، بہترین اسپنرز مانندر سنگھ اور شیولال یادو کی خدمات حاصل ہیں۔ سری کانت جارحانہ انداز میں بیٹنگ کرنے والے اوپنر ہیں۔ جب کہ ان کے نوجوان کھلاڑیوں میں رامن لمبا چندرا کانت پنڈت، میڈیم فاسٹ بولر ارون بھرت یقیناً پاکستان کو مشکل وقت دینے کی پوری کوشش کریں گے ان کے دو تجربہ کار کھلاڑی جن کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے بعض میچوں میں بھارت کی بظاہر ہار کو فتح میں تبدیل کیا ہے ان میں ٹیسٹ کرکٹ میں ۵ ہزار سے زائد رنز بنانے والے دلیپ وینگسرکار اور مُہندر اَمرناتھ شامل ہیں جب کہ راجر بنی اور مدن لال کی آل راؤنڈ کارکردگی سے انکار نہیں کیا جا سکتا، دلیپ وینگسرکار ان ۷ کھلاڑیوں میں شامل ہیں جنہوں نے انگلستان میں لارڈز کے میدان پر تین سنچریاں اسکور کیں۔
کپل دیو تین ہزار رنز اور تین سو وکٹیں مکمل کرنے والے دنیا کے کم عمر کرکٹر ہیں جب کہ روی شاستری اِن کھلاڑیوں میں شامل ہیں جنہوں نے ایک اوور میں ۳۶ رنز اسکور کیے،
اِس طرح دیکھا جائے تو دونوں ٹیمیں متوازن نظر آتی ہیں اور کامیابی اُسے حاصل ہوگی جو دوسرے کی نسبت کم غلطیاں کرے گا ایک بات طے شدہ ہے وہ یہ کہ سیریز دلچسپ ثابت ہوگی۔

آئیے بنیں آرٹسٹ

ہو بہو ایسی تصویر خانوں کی مدد سے بنایئے
اچھا آرٹسٹ بننے کے لئے . . . یہ آپ کی ابتدائی اور اہم مشق ہوگی۔

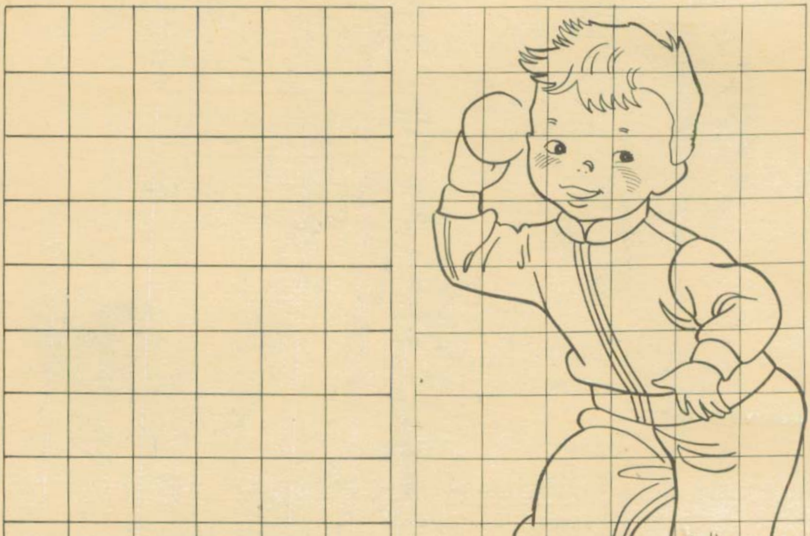

اٹلس واٹرکولر
پاکستان میں پہلی مرتبہ
آسٹرو پاک
کلیپر فین
برقی پنکھوں کی ٹیکنالوجی میں آسٹرین سائنس کی اختراعی پیشکش
آپ کے حکم کے تابع - بغیر ہاتھ لگائے
حکم کریں پنکھا چلے
حکم کریں پنکھا رُکے
وال/ٹیبل/پیڈسٹل فین کے بطور اِستعمال کیاجاسکتا ہے۔
* بجلی کے خرچ میں ۵۰ فیصد بچت * غیرمعمولی ہلکا پنکھا
* شاک پروف * انتہائی خوشنما * اسٹریملائینڈ باڈی
* بے حد پائیدار * زنگ سے محفوظ - آواز سے مُبرّا
* متعدد پائیدار رنگوں میں دستیاب
* تحفے تحائف میں دینے کے لئے بے نظیر
ایک سال کی گارنٹی
کوئی شکایت ہو تو فون 233667 کرکے فوری ہوم سروس حاصل کیجئے۔
البرخت پاکستان (پرائیویٹ) لمیٹڈ
پہلی منزل، نسروانجی بلڈنگ، مچھی میانی روڈ۔ کراچی۔ فون: ۲۳۳۶۶۷
MASS

خرّم جاوید

اُلّو

عقل مند یا احمق؟

اگر آپ کسی کو اُلّو کہہ دیں تو وہ کس قدر ناراض ہو گا اس کا اندازہ تو انہی لوگوں کو ہو گا جنہوں نے کسی کو اُلّو کہا ہو گا۔ کیونکہ جوابی کارروائی کرنے والا یہی کہتا ہے کہ اگر پھر مجھے اُلّو کہا تو میں تمہیں مار مار کر اُلّو بنا دوں گا۔ مشرق میں کسی کو اُلّو کہنا گالی ہے تو مغرب میں یہ تعریف کا کلمہ ہے اگر آپ کسی یورپی شخص کو اُلّو کہہ دیں تو وہ ہزار بار آپ کا شکریہ ادا کرے گا۔ کیونکہ اس کے یہاں اُلّو سے مراد "دانشمندی" ہے۔ ان کا خیال ہے اُلّو تنہائیوں میں بیٹھ کر سوچتا ہے اور اہم امور پر غور کرتا ہے۔

نہ جانے کیوں ہماری لغت میں بے وقوف آدمی کے لئے اُلّو اور چغد اور بوم کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ ان سب الفاظ کا مطلب ایک ہے یعنی اُلّو، اور جب کسی کو بُوم خَصلت کہا جاتا ہے تو اس سے مراد منحُوس آدمی ہوتا ہے۔ اُلّو بننا اور اُلّو بنانا تو سب کو آتا ہے۔ اُلّو کا گوشت کھلانا بھی ایک فن ہے یعنی کسی کو اپنا اتنا تابعدار بنا لینا کہ وہ اشاروں پر ناچنے لگے۔

اُلّو کی بے شمار قسمیں ہیں۔ جن میں جنگلی، کھلیانی، برفانی اور سینگ دار اُلّو مشہور ہیں۔ برفانی اُلّو سرد علاقوں میں رہتے ہیں وہ بہت خوبصورت ہوتے ہیں۔ اُلّو اپنا گھونسلہ درخت کے اندر بناتے ہیں۔ جس کے اندر وہ اپنے بچّے دیتے ہیں۔ اُلّو تقریباً ہر ملک میں پایا جاتا ہے۔ اُلّو زیادہ تر جنگلوں اور ویران علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ اُلّو دیکھنے میں بہت جاندار پرندہ لگتا ہے یہ رات کو جاگتا ہے اس لئے رات ہی کو شکار کرتا ہے۔

لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسے دن کے وقت نظر نہیں آتا لیکن یہ بات کہاں تک درست ہے معلوم نہیں کیونکہ یہ دن کو آرام کرتا ہے، اور کسی نے دن کے وقت اُلّو کو کچھ دیکھتے نہیں دیکھا۔

اُلّو کو چوہے بہت پسند ہیں اور سائنس والوں کا کہنا ہے کہ صرف ایک سال میں چودہ سو چوہے کھا سکتا ہے۔

بعض اُلّو اس قدر غصیلے ہوتے ہیں کہ اپنے ساتھی کو بھی کھا جاتے ہیں۔ کیونکہ ایک اُلّو نے سات سال کے بعد اپنی ساتھی اُلّو کو بھوک سے تنگ آکر کھا لیا تھا۔

جنگلی اُلّو کے پرہ فٹ کے قریب لمبے ہوتے ہیں۔ اُلّو شکار تو بہت سے جانوروں کا کرتا ہے مگر اپنی غذا چند ایک جانوروں کو ہی بناتا ہے۔ اُلّو انسانی آبادی سے بہت گھبراتا ہے اور عموماً ویرانوں میں رہنا پسند کرتا ہے۔ بڑے اُلّو انسانوں پر حملہ کر کے ان کو زخمی بھی کر دیتے ہیں اور کمزور عقیدے اور دل کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی بھوت پریت نے ہم پر حملہ کردیا ہے اور جہاں حملہ ہوتا ہے اس جگہ کو آسیب زدہ کہنے لگتے ہیں حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں ہوتی۔ الوؤں کی آواز بھی عجیب و غریب اور خوفناک سی ہوتی ہے۔ ایک دفعہ پرندوں کے علم کے ماہر نے ایک اُلّو کو پالا اور اُس کے ساتھ اپنا پالتو باز بھی رکھ دیا۔ تاکہ اُلّو اُس کی حرکات و سکنات بہ آسانی دیکھ سکے۔ کیوں کہ باز پالتو تھا اور ساتھ ساتھ "ماہر" کا چہیتا بھی۔ اس لئے وہ غذا بھی اُس کے ہاتھ سے کھاتا تھا۔ اُلّو باز کو اپنے مالک سے بے تکلف ہوتے دیکھا کرتا تھا اور دل ہی دل میں کڑھا کرتا تھا اس طرح اُس میں حسد کا مادہ پیدا ہو گیا۔ ایک رات اُلّو کو اِس قدر غصّہ آیا کہ اُس نے اپنے اور باز کے درمیان موجود تاروں کو کاٹ ڈالا اور باز تک پہنچ کر اُس کو مار دیا اور تقریباً آدھا باز چٹ بھی کر گیا۔ اس بھیانک قتل اور پرندخوری کے الزام میں اِس اُلّو پر باقاعدہ مقدمہ چلا اور اُس کو مجرم قرار دیا گیا اور اُس کو موت کی سزا ہوئی مرنے کے بعد اس اُلّو کو محفوظ کر لیا گیا جواب بھی عجائب گھر میں موجود ہے اور اپنے مُردہ وجود سے اپنے جیسے دوسروں کے لئے عبرت کا پیکر بنا ہوا ہے۔

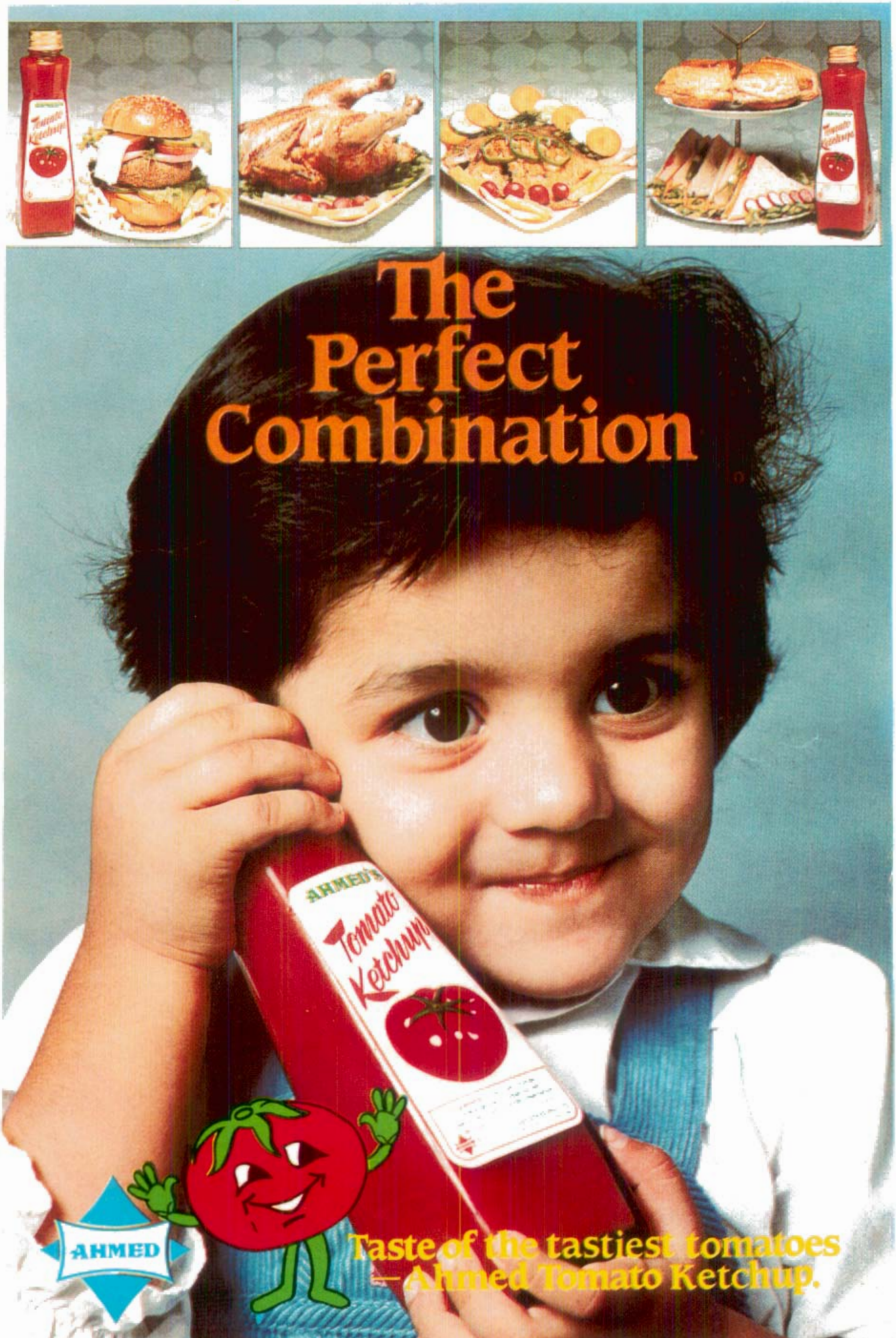
The Perfect Combination
AHMED'S
Tomato Ketchup
AHMED
Taste of the tastiest tomatoes
—Ahmed Tomato Ketchup.

سمندر کے کنارے

ڈوڈو سے گپ شپ

محمد سلیم مغل

ٹیلی ویژن کا پروڈیوسر اکثر لوگوں کے کتابی چہروں کو پڑھتا، ان کے خدوخال پر غور کرتا اور کیمرے کی آنکھ سے ان لوگوں کو تلاش کرتا نظر آتا ہے جن کی صلاحیتوں کے اظہار کی صحیح جگہ ٹی وی اسکرین ہے،

تبھی تو شاید ساحرہ کاظمی کی گوہر شناس نظروں نے بھی عمران سلیم کے توسط سے ایک ایسے ننھّے فنکار کو دریافت کرلیا جس نے ٹی وی پر آتے ہی اپنے نام کے ڈنکے بجوادیئے اور بہت کم وقت میں بہت زیادہ شُہرت پاکر بچّوں تو کیا بڑوں کو بھی اپنا گرویدہ بنالیا۔

جن ساتھیوں نے گذشتہ دنوں کراچی ٹی وی سینٹر سے پیش کئے جانے والے قسط وار کھیل "خلیج" کو دیکھا ہے وہ اس باصلاحیّت بچےّ سے ضرور واقف ہوں گے۔

وہیل چیئر پر بیٹھا ہوا چھوٹا سا "بظاہر" معذور بچّہ جس کا نام "ڈوڈو" تھا جب جب بھی بولتا سننے اور دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیتا...... اپنی عمر سے بڑی باتیں کرنے والا ڈوڈو اپنے ہر جملے سے اپنے سننے اور

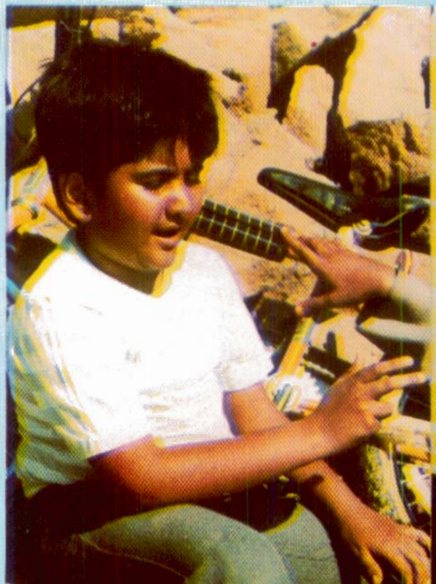

دیکھنے والوں پر نہ صرف خوشگوار تاثر چھوڑتا بلکہ اپنی معصوم اور پیاری گفتگو سے ان کے دلوں میں گھر بھی کر لیتا...... ایسے میں ہر دیکھنے والے کے منہ سے یہی دُعا نکلتی کہ خدا کرے یہ بچہ سچ مچ معذور نہ ہو۔

خلیج کے بعد ناظرین نے اس بچے کو شو ٹائم میں بھی دیکھا اور کراچی سینٹر ہی سے پیش کئے جانے والے کھیل "امن اور پیچو" میں بھی اس کی بے مثل اداکاری کو دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

دیگر لوگوں کی طرح ہمارے بہت سے ساتھیوں نے بھی جب ڈوڈو کو "آنکھ مچولی" کے اشتہار میں دیکھا تو اس سے ملنے کا اشتیاق ظاہر کیا اور اس کے متعلق جاننا چاہا۔ ڈوڈو سے ملنا تو ہم بھی چاہتے تھے مگر کب کہاں؛ اور کیسے ؟ کا مسئلہ درپیش تھا..... یہ تو ہم جانتے ہی تھے کہ ڈوڈو کی امّی بھی صحافی ہیں اور ابّو بھی، اور صحافیوں کی اس جوڑی کا تعلق کراچی سے شائع ہونے والے دو مشہور انگریزی روزناموں "اسٹار" اور "ڈان" سے ہے ہم دفتر پہنچے تو پتہ چلا کہ ڈوڈو کی امّی گھر جا چکی ہیں اور ابّو میٹنگ میں ہیں۔ "کوئی بات نہیں" ہم نے کہا اور گھر کا پتہ معلوم کر کے گھر کی سمت چل دیئے......

کلفٹن کے حسین ساحل کے ساتھ ساتھ دور تک خوبصورت اپارٹمنٹس کا ایک وسیع سلسلہ ہے..... انہی اپارٹمنٹس میں سے کسی ایک میں ڈوڈو اپنے امّی ابّو اور ایک ننھے "منے" بھائی کے ساتھ رہتے ہیں۔ سمندر اور ڈوڈو کے گھر کے درمیان صرف ایک سڑک حائل ہے..... ڈوڈو کے گھر کے قریب ہی ساحل پر ایک بہت بڑا جہاز ریت میں دھنس گیا ہے۔ اِس جہاز نے تو ساحل کی خوبصورتی میں اور بھی اضافہ کر دیا ہے........ آپ تصوّر کر سکتے ہیں کہ کتنا دلکش منظر ہوگا اور کتنا پیارا سماں جس میں ڈوڈو رہتے ہیں.......

ایک خوشگوار شام جب ہم ڈوڈو کے اپارٹمنٹ پہنچے تو ان کی شفیق ماں نے ہمیں خوش آمدید کہا اور ایک خوبصورت سے ڈرائنگ روم میں بٹھا کر خود ڈوڈو کو آواز دینے باہر چلی گئیں.......

پہلی منزل سے قدرے دور سڑک پر کھڑے ہوئے ڈوڈو اور ماں کے مکالمات کی آواز ہمیں صاف سنائی دے رہی تھی۔

"اوپر آجاؤ بیٹا، کچھ مہمان آپ سے ملنے آئے ہیں۔"
مگر امّی یہ تو میرا سائیکل چلانے کا وقت ہے.......
.... ٹھیک ہے بیٹا مگر مہمان کیا سوچیں گے۔
ہاں امّی...... یہ بات بھی ٹھیک ہے...... ابھی آتا ہوں۔

چند لمحوں بعد دھڑ سے دروازہ کھلا... شوخ شریر ڈوڈو اپنی پیاری سی سائیکل سمیت طوفان کی طرح گھر میں داخل ہوا۔

السلام علیکم میرے معزز مہمان
وعلیکم السلام میرے ننھے میزبان۔

- ڈوڈو معاف کیجئے گا..... ہم غلط وقت پر آگئے، یہ تو آپ کے سائیکل چلانے کا وقت ہے نا؟
- نہیں نہیں کوئی بات نہیں۔ آپ تو پہلی دفعہ آئے ہیں اور کون سا روز روز آئیں گے۔
- اچھا یہ بتائیے میں نے آپ کو ڈوڈو کہہ کر مخاطب کیا۔ آپ کو بُرا تو نہیں لگا؛ کیونکہ آپ کا اصل نام تو کچھ اور ہے۔
- جی نہیں مجھے بلکل بُرا نہیں لگا.... جب میرے امّی ابّو مجھے میرے اصلی نام سے نہیں پکارتے تو کسی اور سے یہ توقع میں کیوں رکھوں۔
- تو کیا امّی ابو بھی آپ کو ڈوڈو کہتے ہیں؟
- نہیں بلکہ مجھے رشی کہتے ہیں۔
- تو کیا آپ کا اصل نام رشی نہیں ہے؟
- میرا اصل نام آدرش ہے..... الف مَد آ
  دال.....رے.....شین......آدرش، سمجھ گئے آپ
- جی بلکل سمجھ گیا...... اچھی طرح سمجھ گیا.... آپ نے یہ نہیں بتایا کہ ڈو ڈو کا مطلب کیا ہے؟
- ڈوڈو ایک فرضی نام ہے...... ایسے ناموں کو انگریزی میں پیٹ نیم کہتے ہیں اور پیٹ نیم کا کوئی مطلب نہیں ہوتا ویسے یہ نام کراچی کے ایک تھیٹر میں سب سے پہلے بہروز سبزواری (قباچہ) کا رکھا گیا تھا..... اور پھر بعد میں ٹی وی پر یہی نام مجھ پر فٹ کر دیا گیا۔

ڈوڈو سے ہونے والی گفتگو کا یہ پہلا حصہ ان کے گھر ہی کے ڈرائنگ روم میں ہوا جہاں ان کی امّی کچھ

فاصلے پر بیٹھی ہوئیں ہماری باتیں سن رہی تھیں اور ڈوڈو کا شیر خوار بھائی قالین پر لیٹا ہوا کلکاریاں مار رہا تھا۔

- ڈوڈو آپ کے اس پیارے سے بھائی کا نام کیا ہے؟
- "اَمر" نام ہے میرے بھائی کا اور یہ مجھے بہت اچھا لگتا ہے"

اچھا کیوں نہ لگے ڈوڈو کی امی بولیں ساڑھے آٹھ سال کے انتظار کے بعد ملا ہے یہ بھائی......

- آپ کے بھائی کو میں لے جاؤں ڈوڈو؟ مجھے بھی اچھا لگ رہا ہے۔
- خبردار..... ہرگز نہیں..... بلکل نہیں...... اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ یہ مجھے دنیا میں تیسرے نمبر پر عزیز ہے۔
- تیسرے نمبر کا کیا مطلب؟ اس سے پہلے دو کون ہیں؟
- دیکھیں پہلے نمبر پر اللہ دوسرے نمبر پر نانی تیسرے نمبر پر میرا بھائی "اَمر" اور چوتھے نمبر پر میرے امّی ابو۔
- بھئی نمبروں کی یہ ترتیب تو درست نہیں ہے کیوں کہ اللہ اور نانی اماں کے درمیان تو بہت سی محترم اور معتبر ہستیاں بھی آتی ہیں جیسے اللہ کے رسولؐ اور دیگر بہت سے بزرگ؟
- بھئی آپ سمجھا کریں (ڈوڈو نے برجستہ کہا) جب میں اللہ کہتا ہوں تو ان تمام شخصیات کو include کر لیتا ہوں۔
- اچھا چلیں یونہی سہی مگر یہ اللہ کے بعد نانی اماں کیوں امی ابو کیوں نہیں؟
- وہ بات دراصل یہ ہے کہ نانی اماں ہمیشہ میری طرفداری کرتی ہیں اس لیے سب سے زیادہ اچھی لگتی ہیں ویسے میرے ابو بھی بہت اچھے ہیں مگر آپ ان دونوں کو ایک ہی نمبر پر رکھیئے گا کہیں ایسا نہ ہو آپ امی ابو کے علیحدہ علیحدہ نمبر چھاپ دیں۔

● نہیں ہم علیٰحدہ نہیں چھاپیں گے، آپ یقین رکھیں اچھا یہ تو بتائیں کہ آپ کے چھوٹے بھائی کی عمر کیا ہے؟
اس سے پہلے کہ ڈوڈو کچھ جواب دیتے، اُن کی امّی نے کہا اَمر کی عُمر ابھی صرف ۸ ماہ ہے۔۔۔
جی نہیں ۹ ماہ۔۔۔۔۔ ڈوڈو نے تقریباً چیختے ہوئے کہا۔

● بھئی امّی یقیناً ٹھیک کہتی ہوں گی۔ میں نے کہا۔

○ امّی بھی ٹھیک کہہ رہی ہیں اور میں بھی۔۔۔۔۔ وہ اس طرح کہ اس وقت تو اَمر ۸ ماہ کا ہے لیکن ایک ماہ بعد یعنی مارچ میں جب آپ کا رسالہ چھپ کر آئے گا اس وقت تک اَمر ۹ ماہ کا ہو چکا ہوگا۔۔۔۔۔ تو پڑھنے والوں کو تو ۹ ماہ ہی بتانا چاہیئے نا؟

● بلکل ٹھیک ہے ہم نے ڈوڈو کی تائید کی۔۔۔۔۔۔

اسی اثنائیں اَمر نے ایک زوردار کلکاری مار کر ہماری طرف دیکھا۔ اس کلکاری پر ڈوڈو مشتعل ہو گئے اور تقریباً چلّا کر مگر پیار سے اپنے ننھے بھائی سے مخاطب ہوئے۔

○ خبردار جو شور کیا۔۔۔۔۔ تمہاری تعریف کر دی تو اترانے لگ گئے دھمکی دے رہے ہو اور غصّے سے دیکھ رہے ہو مجھے یہ کہتے ہی ڈوڈو نے بھائی کو سینے سے لگا لیا۔ خوب پیار کیا اور لگے قالین پر لوٹ پوٹ ہونے۔۔۔۔۔ امّی نے سمجھایا کہ "بیٹا اپنی گفتگو تو مکمل کرلو۔۔۔۔۔ مہمان تم سے باتیں کرنے آئے ہیں۔"
امّی۔۔۔۔۔ آپ خود ہی سوچیئے بغیر کھائے پیئے کیا کوئی ڈھنگ کی گفتگو ہو سکتی ہے۔ جلدی سے کوئی چیز لا دیجیئے نا کھانے کے لئے۔
اچھا اچھا ابھی لاتی ہوں۔۔۔۔۔ تم سنجیدگی سے سوالوں کے جواب تو دو تھوڑی دیر بعد امّی پلیٹوں میں سجے ہوئے بسکٹ چپس اور نہ جانے کیا کیا کچھ لے آئیں۔۔۔۔۔ یوں کھانے کے ساتھ ساتھ گپ شپ کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا۔

● ڈوڈو آپ کس کلاس میں پڑھتے ہیں؟

○ جی میں کلاس فورتھ میں پڑھتا ہوں۔۔۔۔۔ اور اب آپ اگلا سوال پوچھیں گے میری عمر کیا ہے؟ تو میں ابھی سے بتا دوں کہ میری عمر نو سال ہے۔۔۔۔۔

● یہ تو آپ نے سچ کہا ڈوڈو میں آپ کی عمر پوچھنے ہی والا تھا بلکہ میں شائد آپ سے یہ پوچھنے والا تھا کہ آپ ٹی وی پر جتنے بڑے نظر آتے ہیں اُتنے ہی بڑے ہیں یا اس سے بھی بڑے۔۔۔۔۔؟

○ میں یقیناً ٹی وی پر نظر آنے والے ڈوڈو سے بڑا ہوں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ ٹی وی پر مجھے

ناپ کر دیکھیں میں آپ کو ایک بالشت سے بھی چھوٹا نظر آؤں گا لیکن اب آپ خود دیکھ لیں میں کئی بالشت سے بھی بڑا ہوں......

- ڈوڈو صاحب آپ کی یہ منطق تو غلط ہو گئی اس لئے کہ اب تو بڑے بڑے اسکرین والے ٹی وی بھی آ گئے ہیں بلکہ جاپان میں ہونے والی ایک نمائش میں تو سونی والوں نے دو سو فٹ بلندی ٹی وی اسکرین بنایا تھا.....

○ ......اوہو...... اس میں تو میں واقعی کنگ کانگ نظر آؤں گا۔

- اچھا اب آپ سنجیدگی سے یہ بتائیے کہ کبھی آپ نے یہ سوچا کہ آپ بڑے ہو کر کیا بنیں گے؟

○ سوچ سے کیا فرق پڑتا ہے...... ضروری تو نہیں آدمی جو سوچے وہ بن بھی جائے..... آدمی سوچتا کچھ ہے بن کچھ جاتا ہے؟

- پھر بھی کچھ تو سوچا ہو گا. کیا ڈاکٹر بننے کا سوچا ہے؟

○ نہیں نہیں توبہ کریں...... ڈاکٹر تو مجھے بالکل پسند نہیں......

بھئی دیکھئے نا..... ڈاکٹر پرس دیکھتا ہے، حکیم مرض دیکھتا ہے. تو جب ڈاکٹروں نے پیسہ لوٹنا ہی پیشہ بنا لیا ہے تو میں انہیں کیسے پسند کر سکتا ہوں؟

- بھئی سب ڈاکٹر تو ایک سے نہیں ہوتے.....

○ ہاں یہ تو آپ نے ٹھیک ہی کہا ہے...... واقعی سب ڈاکٹر ایک سے نہیں ہوتے جیسے میرے ڈاکٹر... ڈاکٹر محبوب ہیں وہ بہت ہی ایماندار ہیں آپ ڈاکٹر محبوب کو ایسے ڈاکٹروں میں شامل نہیں کریں گے. وعدہ کریں۔

- وعدہ رہا مگر ابھی تک آپ نے یہ تو بتایا نہیں کہ آپ بنیں گے کیا؟

○ میرا ارادہ ہے میں پائیلٹ بنوں تاکہ امی کو غصہ آئے۔

● وہ کیسے؟ میں نے پوچھا
اب دیکھیں نا ...... امّی عام سے جہاز سے بھی ڈر جاتی ہیں۔ اور جب میں ائیر فورس کا جہاز اڑاؤں گا جس میں بم گولیاں سب کچھ ہوگا تو امّی کسقدر ڈریں گی؟ کیسا مزہ آئے گا ہے نا امّی؟
امّی بظاہر ہنس دیں ...... لیکن مجھے ایسا لگا جیسے وہ دِل ہی دل میں یہ دعا دے رہی ہوں "بیٹا اللہ تجھے تیرے ارادوں میں کامیاب کرے ...... تو وطن کا محافظ اور پاسبان بن کر وطن کی خدمت کرے اور بیٹا اُس دِن تو جہاز کا ڈر سچ مچ ختم ہو جائے گا ..... جب تو جہاز اڑائے گا"
● ڈوڈو ..... اللہ کرے آپ ضرور پائلٹ بنیں اور جگ میں نام روشن کریں اِس بزرگانہ سی دعا کے ساتھ ہی میں نے ڈوڈو سے پُوچھا ...... "ڈوڈو آپ کا تعلیمی ریکارڈ کیسا ہے میرا مطلب ہے اکثر آپ کا کون سا گریڈ آتا ہے؟
○ اکثر تو "سی" آتا ہے۔ ڈوڈو نے بڑی سچائی سے کہا ویسے میرا اے اور بی بھی کئی دفعہ آیا ہے۔
● بھئی یہ تو کوئی بات نہ ہوئی ...... آپ جیسے ذہین بچے کا تو اکثر "اے" گریڈ آنا چاہئیے میں نے کہا۔
○ جی آپ اپنی غلط فہمی دُور کر لیجئے ...... سی گریڈ میں بھی بہت اچھے نمبر آتے ہیں ..... اور میں نے یہ کب کہا ہے کہ میرا "اے" نہیں آتا ...... ویسے اب میں نے اسکول بھی تبدیل کر لیا ہے میرا اپنا اسکول بہت اچھا ہے۔ اللہ نے چاہا تو یہاں اکثر میرا "اے" گریڈ آیا کرے گا ڈوڈو نے پختہ عزم سے یہ بات کہی۔
ضرور آئے گا اے گریڈ۔ میں نے ڈوڈو کی حوصلہ افزائی کی اچھا یہ بتائیے ..... شہر سے اتنی دور سمندر کے کنارے اس تنہائی میں آپ کیسے رہ لیتے ہیں؟ آپ کا جی نہیں چاہتا کہ کبھی شہر کی گھما گھمی میں جا کر رہیں ......؟
○ ڈوڈو نے میرے سوال پر حیرت سے مجھے دیکھا اور یوں گویا ہوئے "آپ بھی کمال کرتے ہیں ..... آدھا شہر تو ہر روز سمندر دیکھنے یہاں آجاتا ہے ...... پھر ہمیں کیا ضرورت ہے شہر میں جا کر رہنے کی شہر سے ہماری ملاقات تو یہیں ہو جاتی ہے۔"
● بہت اچھی بات کی آپ نے ڈوڈو۔ تو کیوں نہ ہم بھی یہاں سے اُٹھ کر ساحل پر چلیں اور وہیں پر بقیہ گپ شپ کریں، سمندر کے کنارے کچھ تصویریں بھی بنوائیں گے۔
ساحل تک جانے کے لئے ہمیں ایک سڑک ہی تو پار کرنا تھی ...... ہم جیسے ہی اٹھے ڈوڈو کی امّی کہنے لگیں ..... بیٹا ساحل کے اس حِصّے پر نہ جانا جہاں "پر کائی" ہے۔ جی اچھا ..... ہم سب نے یقین دلایا ......
ساحل کی نرم اور گیلی ریت پر جہاں لہریں قدموں میں آکر دم توڑ دیتی ہیں چلتے ہوئے میں نے ڈوڈو سے پوچھا ......

● ٹی وی پر کام کرنا کیسا لگا آپ کو؟
○ بہت اچھا لگا ...... مزہ آیا ...... ویسے مجھے ٹی وی پر صحیح معنوں میں "خلیج" کے رائٹر عمران سلیم صاحب نے متعارف کروایا اور ساحرہ آنٹی کے بغیر تو میں کچھ کر ہی نہیں سکتا تھا ...... انہوں نے بہت تربیت کی میری ان کے بغیر تو Play ہو ہی نہیں سکتا تھا۔
● آپ کی پڑھائی تو متاثر نہیں ہوتی؟
○ ہوئی تو کچھ نہ کچھ ...... اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اب لمبی سیریل میں کام نہیں کروں گا ...... بس ہلکے پھلکے ڈراموں میں چھوٹے موٹے رول کر لیا کروں گا۔
● وہیل چیئر پر بیٹھنا کیسا لگا؟
○ عجیب نہیں لگا اس لئے کہ میں اپنے بھائی کی پیدائش کے وقت اکثر امی کی وہیل چیئر پر بیٹھ جاتا تھا اور اپنی نانی اماں کی وہیل چیئر پر بھی اکثر بیٹھا کرتا تھا۔
● ڈوڈو آپ نے وہیل چیئر پر بیٹھ کر کبھی یہ سوچا کہ اس ملک میں اور اس دنیا میں نہ جانے کتنے بچے ایسے ہوں گے جو سچ مچ معذور ہوں گے اور جن کی پوری زندگیاں ایسی وہیل چیئر پر گذر جاتی ہیں؟ آپ کو کبھی ان بچوں کا خیال آیا ...؟
○ ہاں آیا ..... اور کئی بار آیا ایسے میں میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ میری معذوری صرف ڈرامے کی حد تک ہے اور میں نے دعا کی کہ اے اللہ تو ان سب معذور بچوں کو کسی ڈرامے میں ایسا کردار دے دے جو ایسے بچوں کا ہو جو معذور نہیں ہوتے ...... اور جب وہ اس کردار کی ریہرسل کر رہے ہوں تو بس ریہرسل کرتے کرتے وہ بلکل ٹھیک ہو جائیں۔

ڈوڈو نے انتہائی سنجیدگی سے اور بڑی محبت کے ساتھ جس وقت اپنی اس معصوم خواہش کا اظہار کیا ...... اگر آپ اُس وقت ڈوڈو کو دیکھ لیتے تو آپ کی آنکھیں بھی پرنم ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی تھیں ...... مجھے ڈوڈو

اس وقت بہت بھلا معلوم ہوا اور ایسا لگا جیسے ایک ننھے سے بچے نے اپنی عمر سے بہت بڑی دعا مانگ لی ہو۔

آمین ..... اللہ کرے ایسا ہو جائے ڈوڈو میں اِس دعا کے ساتھ ڈوڈو کی خواہش میں شریک ہو گیا.....

● ڈوڈو آپ نے "امن اور پیچو" میں واقعی سب کو رُلا دیا تھا اتنا اچھا رول کیا آپ نے بڑے بڑے اداکاروں کو پیچھے چھوڑ دیا.....

○ شکریہ شکریہ ...... ویسے "امن اور پیچو" میں ٹی وی والوں نے مجھے بھی رُلا دیا تھا......

● وہ کیسے؟ ———— میں نے پوچھا۔

○ وہ اس طرح کہ انہوں نے میرے جعلی آنسو دکھانے کے لئے میری آنکھوں میں اس قدر گلیسرین لگائی کہ میری آنکھیں جلنے لگیں اُس وقت تو سچ مچ مجھے رونا آ رہا تھا.......

● یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ آپ نے رونے کے لئے گلیسرین لگوائی۔ آپ جیسے ذہین اور باصلاحیت

● فن کار کو تو جھوٹ موٹ کے بجائے سچ مچ رونا چاہیئے تھا......

جی ویسے میں سچ مچ بھی رو سکتا ہوں ..... دیکھئے تیار ہو جائیے اب میں رو رہا ہوں......

اوں اوں اوں آں آں .. .. آں ....

بس بس بس ...... ہم نے تسلیم کر لیا کہ آپ بہت بڑے اداکار ہیں اُب آیئے ان پتھروں پر بیٹھ جائیں..... بہت تھک گئے ہیں۔ سمندر کے کنارے پڑے ہوئے پتھروں پر بیٹھ کر میں نے ڈوڈو سے پوچھا

● آنکھ مچولی کیسا لگتا ہے آپ کو؟

○ آنکھ مچولی تو ہے ہی اچھا تو اچھا کیوں نہیں لگے گا؟ آنکھ مچولی کو تو سب بچے پسند کرتے ہیں۔

باتیں ہو رہی تھیں کہ امّی بھی ساحل پر آ گئیں......

مجھے احساس ہوا کہ وقت بہت ہو گیا ہے......

ڈوڈو ہمارا جی تو اب بھی چاہ رہا ہے کہ ابھی بہت دیر تک آپ سے باتیں کی جائیں مگر اب وقت بہت ہو گیا ہے..... اور پھر اتنی بہت سی باتیں لکھنے کے لئے صفحات بھی تو بہت چاہیئے ہوں گے اس لئے اب بس کرتے ہیں۔ ٹھیک ہے ڈوڈو۔

ٹھیک ہے انکل

● تو پھر خدا حافظ ڈوڈو

○ خدا حافظ انکل۔

بظاہر ایک سی نظر آنے والی ان تصاویر میں آرٹسٹ سے ۱۰ غلطیاں ہوگئی ہیں۔ آپ نشاندہی تو کیجیے
اگر ۳ منٹ کے اندر ۹ غلطیوں کی نشاندہی بھی کردی تو آپ کی ذہانت پر کوئی شک نہیں۔

فرق بتائیے

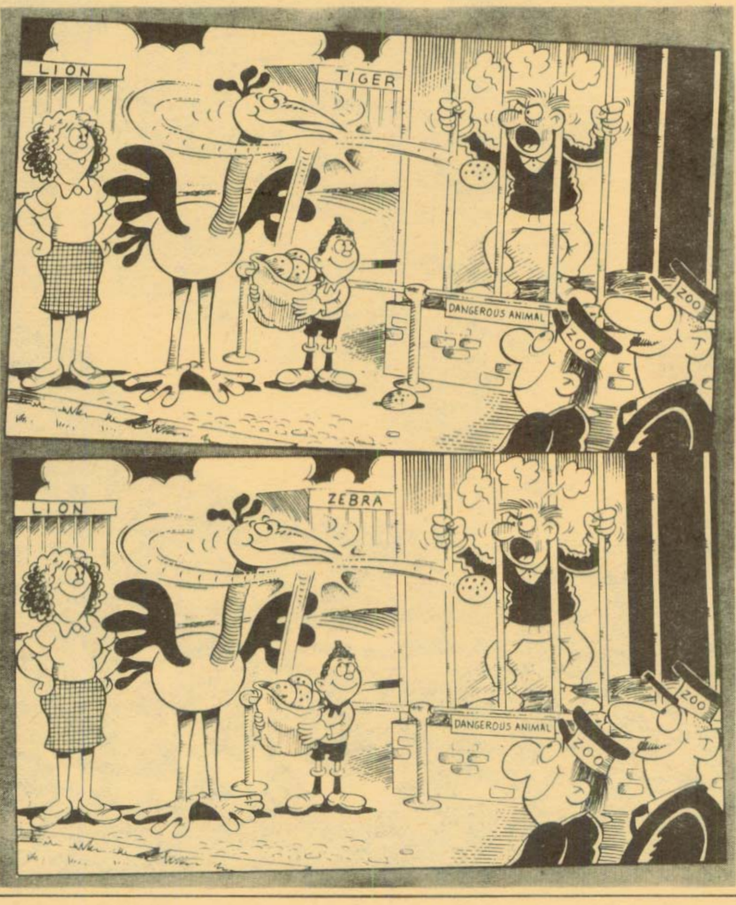

Reshma 222®
دھلائی کیلئے جدید ترین صابن
ریشماں 222®
میل کاٹنے کیلئے لیموں کے رس
اور آپکے ہاتھوں کی نازک جلد کی
حفاظت کیلئے ناریل کے تیل کی
اضافی خصوصیت کے ساتھ
امین سوپ اینڈ آئیل انڈسٹریز (پرائیویٹ) ملیٹڈ پوسٹ بکس: 4602، کراچی۔ فون: 231343-237856
MASS

پروفیسر عنایت علیخان
حیدرآباد

غُلام کا غُلام

کسی زمانے میں مُلک یُونان میں غُلامی کا بہت زیادہ رَواج تھا امیر لوگ غریب لوگوں کو غُلام بنا کر اُن سے اِتنا کام لیتے تھے کہ کوئی جانوروں سے بھی کیا لے گا پھر صبح سے شام تک محنت کا کام لینے کے باوجود غلاموں کو پیٹ بھر کر روٹی اور تَنْ ڈھانپنے کو کپڑا بھی نہیں دیتے تھے اور اگر کوئی غلام اس مُصِیبَت سے نجات حاصل کرنے کے لیئے اَپنے مالک کے گھر سے بھاگ جاتا اور دوبارہ اس مالک کے ہاتھ لگتا تو ملک کے قانون کے مطابق اِسے بُھوکے شیر کے آگے ڈال دیا جاتا تھا۔ اِس مَقْصَد کے لیئے وہاں اِس قسم کی عمارتیں بنی ہوئی تھیں جہاں شہر کے لوگ جمع ہو کر یہ منظر تماشے کی طرح دیکھ سکیں۔ جیسے آج کل اوپن ائیر تھیٹر ہوتے ہیں۔

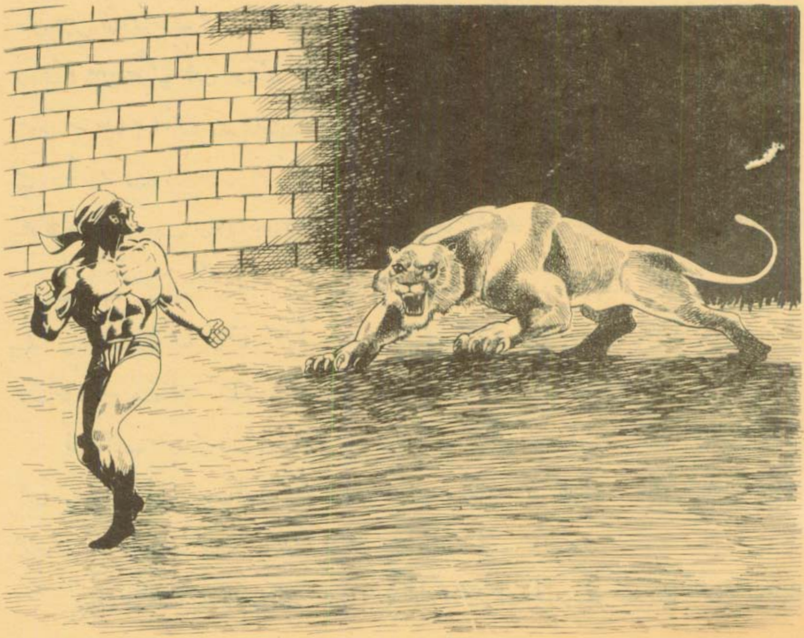

یونانی امیروں کے غلاموں کو معلوم تھا کہ انہیں بھاگنے کی کیا سزا دی جائے گی مگر جس کی زندگی موت سے بدتر ہو اُسے موت کا کیا ڈر، اَپنا یہ انجام جانتے ہوئے بھی غلام اپنے آقاؤں کی سختیوں کی وجہ سے آئے دِن بھاگتے رہتے تھے، کچھ تو یونانی سَرحد کے پار دوسرے ملکوں میں نکل جاتے اور کچھ زندگی بھر جنگلوں میں چھپے پھرتے۔

اَیسے ہی بھاگنے والوں میں سے ایک غلام کا واقعہ بڑا دِلچسپ ہے جَب اُس غلام کے آقا نے سَختی کی انتہا کر دی تو وہ ایک رات موقعہ پاکر بھاگ نکلا اور شہر سے نکل کر جنگل میں جا پہنچا اُس کے آقا کو جَب اِس کے بھاگنے کی اِطلاع ملی تو اُس نے اپنے دُوسرے غلاموں کو اِس کی تلاش میں رَوانہ کیا۔ بھاگنے والے غلام کو تو پہلے ہی معلوم تھا کہ اس کا آقا لوگوں کو اس کی تلاش میں بھیجے گا چنانچہ وہ جان بچانے کے لئے ایک ایسے پہاڑ پر چڑھ گیا جہاں کثرت سے شیر رہتے تھے۔ وَہاں جاکر وُہ ایک غار میں لیٹ گیا۔ چُونکہ بہت تھکا ہوا تھا اس لئے لیٹتے ہوئے آنکھ لگ گئی۔ وہ سو رَہا تھا کہ اچانک کِسی کے قدموں کی آہَٹ سے اُس کی آنکھ کُھلی وُہ چوکَنّا ہو کر بیٹھ گیا اور اپنے آقا کے آدمیوں کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن غار میں آنے والا اُس کے آقا کا کوئی آدمی نہیں تھا اِس سے بھی زیادہ خطرناک چیز تھی ایک لمبا چوڑا ہیبتناک شیر اُس نے شیر کو دیکھا تو غلام کو اپنی موت کا یقین ہو گیا لیکن اُس کے تعجّب کی کوئی حد نہیں رہی جب شیر اُس پر حملہ کرنے کے بجائے آہستہ آہستہ چلتا ہوا اُس کے سامنے آبیٹھا اور بیٹھ کر اپنی اگلی ٹانگ کا ایک پنجہ غلام کی طرف بڑھایا جیسے وہ غلام سے ہاتھ ملا رہا ہو۔ غلام نے ڈرتے ڈرتے اس کا پنجہ ہاتھ میں تھاما۔ مگر یہ کیا! پنجے کا نِچلا حصّہ بہت زیادہ سُوجا ہوا تھا۔ جیسے ہی غلام کا ہاتھ اِس سُوجی ہوئی جگہ پر لگا شیر کے مُنہ سے کراہنے جیسی آواز نِکلی غُلام نے اس کا پَنجہ روشنی کی طرف کر کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ شیر کے پَنجے میں ایک کانٹا چُبھا ہُوا تھا۔ جس کی وَجہ سے پنجہ پک گیا تھا۔ غُلام نے بڑی کوشش سے وُہ کانٹا نکالا، شیر نے غُلام کو اِس انداز سے دیکھا جیسے اُس کا شکریہ اَدا کر رَہا ہو۔

غُلام ایک دِن اُسی غار میں گزار کر کسی اور طرف نِکل گیا ایک عرصے تک۔ اِسی طرح جنگل میں مَارا مَارا پھرتا رَہا۔ یہاں تک کہ ایک روز وہ اپنے مالِک کے لگائے ہوئے آدمیوں کے ہتھے چڑھ گیا اور وہ اُسے رسیوں میں جکَڑ کر واپس اپنے آقا کے پاس لے آئے۔

کچھ دِن بعد مُلک کے قانون کے مُطابِق اِس غُلام کو شیر کا مقابلہ کرنے کے لئے اُس خاص میدان

میں لے جایا گیا اور لوگ یہ تماشہ دیکھنے عمارت کے چو طرف بالائی حصّے میں جمع ہو گئے، نیچے جنگلے میں پہلے غُلام کو لایا گیا پھر ایک پنجرہ لایا گیا جس میں ایک بھوکا شیر بند تھا۔ جیسے ہی شیر کے پنجرے کا دروازہ کُھلا شیر چھلانگ لگا کر غلام کی طرف بڑھا اُوپر بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے جو بے رَحم تھے اُنہوں نے تالیاں بجائیں اور جو رَحمدِل تھے اُنہوں نے خوف سے آنکھیں بند کرلیں، لیکن یہ دیکھ کر لوگوں کے تعجّب کی اِنتہا نہیں رہی کہ شیر جب چھلانگ لگا کر غُلام کے قریب پہنچا تو بجائے اُسے چیرنے پھاڑنے کے عاجزی سے اُس کے پیر چاٹنے لگا پہلے تو خود غلام کو بھی اِس بات پر تعجّب ہُوا لیکن جب اُس نے اِس شیر کو غور سے دیکھا تو پہچان گیا کہ یہ وُہی غار والا شیر تھا جس کے پیر سے اُس نے کانٹا نِکالا تھا۔

تماشہ دیکھنے والوں میں یونان کا بادشاہ بھی شامل تھا۔اِس کو بھی یہ منظر دیکھ کر تعجّب ہوا۔ اس نے حکم دیا کہ غلام کو اس کی خدمت میں حاضِر کیا جائے۔غلام کو لایا گیا۔ بادشاہ کے دریافت کرنے پر غلام نے سارا واقعہ بیان کیا، بادشاہ شیر کی اِحسان مندی سے بہت مُتاثِر ہُوا اُس نے غلام کے مالِک کو بُلوا کر اُس سے سِفارش کی مالِک نے غلام کا قصور مُعاف کر کے آزاد کر دیا، بادشاہ نے حکم دیا کہ وہ شیر غُلام کے حوالے کر دیا جائے، اَب غُلام شیر کو ساتھ لیئے لیئے شہر شہر اور گاؤں گاؤں پھرتا لوگ اُنہیں دیکھ کر تعجّب کرتے اور بڑے شوق سے دونوں کے کھانے پینے کا بندوبست کرتے ،اِس طرح ایک چھوٹی سی نیکی نے غُلام کی جان بھی بچالی اُسے آزاد بھی کرا دیا اور پُورے یُونان میں اُس کی شُہرت بھی ہو گئی ، سچ ہے ،

اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی ضائع نہیں کرتا۔

فرصت کافی ہوگی

ایک امیر آدمی نے سائیس نوکر رکھا اور کام بتاتے ہوئے اُس سے کہا کہ تم کو گھوڑا مَلنا، دانہ دلنا، دانہ کھلانا۔ تھان صاف کرنا، گھاس کھود کر لانا، کمرے صاف کرنا، گھوڑا کسنا سواری کے ساتھ چلنا۔ دو وقت کھانا پکانا تین وقت چائے تیار کرنا، بستر بچھانا رات کو پاؤں دبانا، بازار سے سودا خرید کر لانا۔ جنگل سے لکڑیاں لانا، برتن وغیرہ دھونا ان کے علاوہ حسب ضرورت سب کام کرنے ہوں گے۔ سائیس نے پوچھا " حضور کے یہاں قریب کوئی میدان بھی ہے۔ امیر نے کہا وہ کیوں ؟ سائیس نے جواب دیا اس لئے کہ فرصت کافی ہو گی فالتو وقت میں اینٹیں بھی بنایا کروں گا۔

ہو میرے دم سے یونہی میرے وطن کی زینت۔ جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت
مستقبل کی بڑی ذمّہ داریوں کے لئے ابھی
سے اپنے ذہن کو تروتازہ اور جسم کو توانا رکھیے
غیر متوازن غذائیں انسانی جسم کی تمام
ضروریات پوری نہیں کرتیں۔
دودھ واحد غذا ہے جو انسانی جسم کو زیادہ
سے زیادہ قوّت فراہم کرتی ہے۔
سارے خواب پورے ہوں
سارے سُکھ پاؤ .... مگر
دُودھ تو پیو
قدرت کی عطا کردہ اِس انمول نعمت میں
کیلشیم، پروٹین، وٹامنز اور بہت سے معدنی اجزا
شامل ہیں۔ دُودھ کا روزانہ استعمال۔ اچھّی صحت،
بیدار ذہن اور خوشگوار زندگی کی ضمانت ہے
دن میں دو بار دودھ پینا اپنی عادت بنا لیجیے۔
چاہیں تو دُودھ میں چاکلیٹ
یا شربت ڈال کر پی سکتے ہیں۔
یوں گویا۔
غذا کی غذا
مزے کا مزا
اشتہار برائے بہبود اطفال: منجانب ماہنامہ آنکھ مچولی، کراچی
MASS

مشاغل کی کہانی

عقیل عبّاس جعفری

مچھلیاں پالنا

دنیا میں بہت کم مشاغل زندگی سے اتنے بھرپور ہوتے ہیں، جتنا کہ مچھلیاں پالنے کا مشغلہ، بہت سارے لوگ مختلف جانور اور پرندے، پالتے ہیں مگر مچھلیاں ان پر کئی اعتبار سے فوقیت رکھتی ہیں۔ مثلاً ایک تو یہی کہ مچھلیاں بالکل صاف شفّاف رہتی ہیں۔ بالکل خاموش طبع جاندار ہیں اور ان کی وجہ سے آپ یا آپ کے ہمسائے کسی قسم کی تکلیف میں مبتلا نہیں ہوتے۔ نہ وہ راتوں کو شور مچاتی ہیں نہ انہیں گھمانے پھرانے کے لئے گھر سے باہر لے جانا پڑتا ہے۔ اِن کی خوراک پر بھی بہت کم خرچہ آتا ہے اور اگر آپ کہیں تعطیلات گزارنے گئے ہوئے ہوں تو یہ مچھلیاں بعض اوقات پندرہ دن تک بغیر کھائے پیئے زندہ رہ سکتی ہیں۔

مچھلیاں پالنے اور ان کا مشاہدہ کرنے سے سائنسی معلومات میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ جو بعض اوقات کئی کئی کتابوں کو پڑھنے سے بھی حاصل نہیں ہوتیں۔ نہ صرف یہ بلکہ ان سے آپ کے گھر، بیڈ رُوم یا ڈرائنگ رُوم کی خوبصورتی میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور پانی کے نیچے کی خوبصورت دنیا، گھر میں آنے والے ہر فرد کی توجہ اپنی جانب کھینچتی ہے۔ مگر ان سب سے اہم بات ایکوریریم کو سجانے اور اس کی دیکھ بھال کے سلسلہ میں صحیح معلومات کا ہونا ہے۔ تو آیئے ہم آپ کو سب سے پہلے یہ بتائیں کہ ایکویریم یا ماہی خانہ کیا ہوتا ہے۔

ایکویریم AQUARIUM یا ماھی خانہ

لاطینی زبان میں پانی کو ایکوا AQUA کہا جاتا ہے۔ ایکویریم کا لفظ اسی ایکوا سے نِکلا ہے۔ عام طور پر ایکویریم سے مُراد ایسا برتن ہے۔جس میں نہ صرف پانی رکھا جاتا ہے بلکہ پانی میں زندہ رہنے کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔ زیادہ آسانی سے سمجھنا چاہیں تو یوں سمجھ لیں کہ ایکویریم سے ایک ایسا مستطیل شکل کا برتن مراد ہوتا ہے جس کی کم سے کم ایک دیوار شیشے کی بنی ہوتی ہے۔ اوراس برتن میں آبی پودے WATER PLANTS اور مچھلیاں پالے جاتے ہیں۔

گھروں میں ایکویریم کو ایک آرائشی شے DECORATION / PIECE کے طور پر رکھنے کی تاریخ خاصی پُرانی ہے۔تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ قدیم رومن سلطنت میں بھی مچھلیوں کو مصنوعی ٹینکوں میں پالنے کا رواج موجود تھا۔مگر مچھلیوں کو بطور پالتو جانور پالنے کا آغاز چینیوں سے ہوا۔جہاں اب سے کوئی ایک ہزار سال پہلے بھی گولڈ فش کو پتھروں کے بلاکس سے بنے ہوئے بیسن میں پالا جاتا تھا۔ ۱۵۹۶ء میں ایک چینی مصنّف "چانگ ٹین ٹی" نے گولڈ فش پالنے، انہیں خوراک مہیّا کرنے اور سردیوں میں ٹھنڈے پانی اور گرمیوں میں گرم پانی سے محفوظ رکھنے وقفہ وقفہ سے پانی تبدیل کرنے اور انہیں گندگی سے محفوظ رکھنے کے اُصولوں پر مشتمل ایک کتاب تحریر کی۔ یہ کتاب ایکویریم بنانے کے اصولوں کی پہلی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ اور چانگ کو "بابائے ماہی خانہ" کہا جاتا ہے۔

ایکویریم کے سلسلہ میں ایک سے اہم بات ایکویریم کی شکل اور اس کی لمبائی، چوڑائی اور گہرائی میں مناسب تناسب برقرار رکھنا ہے۔ نیچے کی تصویر میں دو برتن دکھائے گئے ہیں۔ ایک نظر دیکھنے سے باتیں

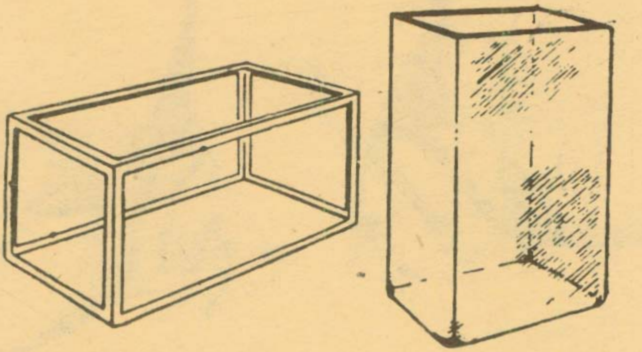

جانب والی شکل، دائیں جانب والی شکل سے بڑی معلوم ہوتی ہے، مگر درحقیقت دونوں برابر ہیں۔اس کے باوجود ایکویریم کو بائیں جانب والی شکل کے مطابق ہی بنانا چاہئیے کیونکہ اس طرح نہ صرف یہ کہ مچھلیوں کو تیرنے کے لئے زیادہ جگہ مل جاتی ہے۔ بلکہ انہیں دیکھنا بھی زیادہ آسان ہوتا ہے۔ ایکویریم کی لمبائی کم سے کم ۱۲ سے ۱۵ انچ ہونی چاہئیے۔تاہم ایک اچھے ایکویریم کو ۲۴ انچ (دوفٹ) ۱۲ انچ (ایک فٹ) چوڑا اور ۱۲ انچ (ایک فٹ) گہرا ہونا چاہئیے۔ اس پیمائش کے ایکویریم میں مچھلیاں زیادہ آرام محسوس کرتی ہیں۔ اگر ایکویریم کا فریم کسی دھات کا بنا ہوا ہو تو وہ مکمل شیشے یا پلاسٹک کے بنے ہوئے ایکویریم سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔جس اسٹینڈ پر اس ایکویریم کو رکھنا ہو۔اس کی مضبوطی کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔کیونکہ اتنے بڑے ایکویریم میں پانی ڈالنے کے بعد، ایکویریم کے وزن میں خاصا اضافہ ہو جاتا ہے۔

(آبی پودے WATER PLANTS)

ایکویریم میں مچھلیوں کو خوراک سے بھی زیادہ جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ ہیں آبی پودے یہ پودے، عام زمینی پودوں سے مختلف ہوتے ہیں۔ مگران کا سانس لینے کا عمل وہی ہوتا ہے جو زمینی پودوں کا ہوتا ہے۔ یہ پودے کاربن ڈائی آکسائیڈ جذب کرتے ہیں اور آکسیجن گیس خارج کرتے ہیں۔جبکہ مچھلیاں آکسیجن گیس جذب کرتی ہیں اور کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس خارج کرتی ہیں۔یوں پودوں اور مچھلیوں کے درمیان ایک باہمی تعلق بھی قائم رہتا ہے اور گیسوں کی برابری بھی برقرار رہتی ہے۔

یہ آبی پودے، جیساکہ ہم نے اوپر بتایا، عام زمینی پودوں سے مختلف ہوتے ہیں۔ اگران پودوں کو پانی سے باہر رکھا جائے تو یہ مُرجھا جاتے ہیں۔

یہ پودے عام تالابوں میں پائے جاتے ہیں۔ مگرانہیں ایکویریم میں رکھنے سے پہلے کچھ احتیاطیں کرنا ضروری ہیں۔ ورنہ ان پودوں کے ذریعہ مختلف بیماریاں پھیل جاتی ہیں۔ جو مچھلیوں کی صحت کو سخت نقصان پہنچاتی ہیں۔

پہلی احتیاط تو یہ ضروری ہے کہ انہیں صاف ستھرے پانی سے دھولیا جائے اور کچھ دیر کے لئے انہیں پوٹاشیم پر میگنیٹ ملے ہوئے پانی میں ڈبو لیا جائے۔اس طرح ان پودوں کے نقصان دہ جراثیم ہلاک ہوجاتے ہیں۔

ویسے زیادہ بہتر تو یہی ہے کہ ان پودوں کو تالابوں میں تلاش کرنے کے بجائے ایکویریم کے کسی ڈیلر سے حاصل کرلیا جائے۔ جوانہیں صاف اور شفاف حالت میں محفوظ رکھتے ہیں۔ان آبی پودوں

کے علاوہ ڈیلر سے مچھلیوں کے ماحول سے مناسبت رکھنے والے مختلف قسم کے پتھر اور مٹی بھی دستیاب ہو جاتی ہے۔ جو ایکویریم کی خوبصورتی میں اضافہ کرتے ہیں۔

ان پودوں کی جڑوں کو کسی لکڑی کے ٹکڑے کی مدد سے ریت میں پیوست کر دینا چاہئیے۔ اگر کسی کمرے میں سورج کی روشنی زیادہ آتی ہو تو ان پودوں کی جڑوں پر کائی جم جاتی ہے۔ جسے دُور کرنے کے لئے ایک لکڑی پر بلیڈ کا ٹکڑا لگا کر صاف کیا جا سکتا ہے۔ ایک مچھلی جسے کہا جاتا ہے۔ بھی بڑی رغبت سے کائی کھا جاتی ہے، ایکویریم کو صاف رکھنے کے لئے یہ مچھلی بھی پالی جا سکتی ہے۔

مچھلیوں کا انتخاب

مچھلیوں کا انتخاب اپنے شہر کی آب و ہوا اور ماحول کی مناسبت سے کرنا چاہئیے۔ چونکہ عام طور پر پاکستان کے شہروں کی آب و ہوا معتدل ہے۔ اس لئے پاکستان میں معتدل مزاج رکھنے والی مچھلیاں یا TROPICAL FISHES پالی جاتی ہیں۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ مچھلیاں زیادہ گرم یا زیادہ سرد ماحول میں زندہ نہیں رہ پاتیں۔ یہ ہلکے گرم پانی میں رہنا زیادہ پسند کرتی ہیں۔

معتدل مزاج والی مچھلیوں یا TROPICAL FISHES کی دو بڑی اقسام ہیں۔ ایک تو وہ جو انڈے دیتی ہیں اور EGG LAYERS کہلاتی ہیں۔ دوسری وہ جو ننھے منے بچوّں کو جنہیں FRY کہا جاتا ہے۔ جنم دیتی ہیں۔ ان مچھلیوں LIVE BEARERS کہا جاتا ہے۔ اگرچہ مچھلیوں کی ایک بڑی تعداد EGG LAYERS مچھلیوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ مگر ایکویریم میں پالی جانے والی مچھلیوں کی ایک بڑی اکثریت LIVE BEARERS مچھلیوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ جن کے نام ان کی شکل و صورت کے لحاظ سے الگ الگ ہوتے ہیں۔ مثلاً GUPPY, MOLLY, NEON TETRA, وغیرہ PLATY AND SWORD TAIL

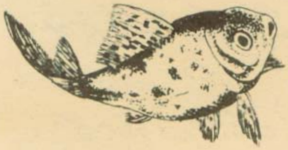

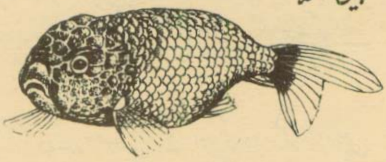

آپ کو اگر واقعی مچھلیاں پالنے کا شوق ہے اور آپ اپنے گھر میں ایک خوبصورت سا ایکویریم بنانا چاہتے ہیں تو اس مضمون کی اگلی قسط پڑھنا نہ بھولیئے گا۔
عقیل عباس جعفری آپ کو ایسے اہم مشورے دیں گے کہ شائد کوئی "ایکویریم ایکسپرٹ" بھی نہ دے سکے۔

چڑیا گھر کی سیر

ضیاء الحق قاسمی

آؤ بچو ہم سب مل کر — چڑیا گھر کی سیر کو جائیں
ہاتھی چیتا شیر ہرن — سب کو اپنا دوست بنائیں
جھولے بھی واں جھولیں ہم — کھیل ہزاروں کھیلیں ہم
گیت خوشی کا گا کر ہم — چڑیا گھر میں دھوم مچائیں
بھائی گڈو ہاتھی دیکھو — بن مانس کا ساتھی دیکھو
مور خوشی میں ناچ اٹھا — بندر کو بھی آؤ نچائیں
شیر ہے راجہ جنگل کا — پھر بھی لوگ یہ کہتے ہیں
بلی اس کی خالہ ہے — آؤ اس کو یاد دلائیں
دھوپ نے آخر سب کو ستایا — سورج دیکھو سر پر آیا
جانوروں نے کھا جا کھایا — ہم بھی آؤ کھانا کھائیں
چڑیا گھر کے سب باسی — آج ہمارے دوست بنے
چڑیا گھر میں کیا دیکھا — گھر پر جا کر سب کو سنائیں

راہنما کتابیں

آپ اور آپ کے اہلِ خانہ کیلئے
گرین گائیڈ اکیڈمی کے تحائف

اِن کا مَطالعہ —— عِلم بَڑھائے گا
اِن کی موجودگی —— مفید ثابت ہو گی

قرآنی حکایات کا ۱۰۴ صفحات پرمشتمل خوبصورت مجموعہ ۔
اس کے حصول کے لئے ۱۰ روپے کا منی آرڈر بھجوائیں

خاکِ وطن سے سرزمین حرم تک، معلومات بھی راھنمائی بھی
حجاج اور زائرین کے لئے نادر تحفہ ۔ ۲۰۳ صفحات

اسلام کی بنیادی معلومات جو آپ پر سیکھنا لازم اور سکھانا کارِ ثواب ہے ۔ مولانا مفتی کفایت اللہ کی تالیف (چار حصے)

سفرِ مبارک اور تعلیم الاسلام مفت حاصل کرنے کے لئے فی کتاب ۲ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھجوائیں۔ رقم یا کم زیادہ ڈاک ٹکٹ قابلِ قبول نہ ہوں گے۔

کتاب منگوانے کے لئے اِس پتے پر خط لکھیں۔

گرین گائیڈ بک سیریز گرین گائیڈ اکیڈمی ۱۱۲ ڈی ۔ سائٹ کراچی ۱۶

قسط نمبر ۳

فاطمہ ثریّا بجیا

حارُو، شارُو اور مانی

ملک شام میں ایک دولتمند بزرگ سالم کے دو بیٹے تھے ایک کا نام حارث تھا جسے وہ پیار سے حارو کہتے اور دوسرے بیٹے کا نام شارق ہے وہ پیار سے شارو کہتے تھے۔ مانی ان کی بیٹی تو نہیں تھی۔ لیکن انہوں نے اسے بیٹی کی طرح پالا تھا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ بوڑھا سالم دراصل پرانے بادشاہوں کا کوئی اہم آدمی ہے لیکن سالم شہر سے دور ایک چھوٹے سے گاؤں میں عام آدمیوں کی طرح زندگی گزارتا تھا حارو شارو نہایت کاہل اور سست تھے جب کہ مانی بہت خوبصورت اور محنتی لڑکی تھی سب لوگ اسے پسند کرتے حارو شارو سست اور کاہل ہونے کے ساتھ ساتھ لالچی اور مغرور بھی تھے۔ وہ اپنے ملازموں پر بہت ظلم کرتے ان کے خراب دوستوں نے انہیں بہت بہکا یا گھر کے اندر ایک تہہ خانہ تھا جس کے باہر بارہ تگڑے تگڑے چوکیدار تھے۔ سالم کبھی اکیلا تہہ خانے میں جاتا تھا لیکن اب وہ بوڑھا اور بیمار ہو گیا تھا اس لئے اس کے ساتھ مانی ہوتی تھی۔ لیکن اس نے کبھی حارو اور شارو کو وہ تہہ خانہ نہیں دکھایا ایک دن سالم نے حارو شارو کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ وہ بہت بیمار ہو گیا ہے۔ دونوں نے کہا اللہ آپ کو صحت دے۔ حالانکہ حارو شارو دل سے تو یہ چاہتے تھے کہ وہ مر جائے۔ سالم نے کہا ہاں ایسا ہو سکتا ہے مجھے دوبارہ صحت مل سکتی ہے اگر تم لوگ پچیس ہزار میل کا فاصلہ طے کر کے دریائے زرد کے ساتھ سیاہ پہاڑوں کا جو سلسلہ ہے اور جو دریا کے کنارے کنارے اونچا ہوتا چلا جاتا ہے یہاں ابھی تک کوئی ایسی آبادی نہیں ہے جہاں انسان بستے ہوں یہ جنوں پریوں دیوؤں اور بھوتوں کی دنیا ہے۔ سیاہ پہاڑوں کے اندر ایک خوبصورت وادی ہے وہاں ایک ایسا چشمہ ہے جہاں سورج طلوع ہونے سے پانی گرتا ہے اور سورج نکلنے کے بعد یہ چشمہ بند ہو جاتا ہے۔ اگر اس پانی کو کوئی پی لے تو اس کی عمر میں سو اسو برس کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ سالم نے کہا کہ تم دونوں میں سے جو اس چشمے کا پانی لائے گا اسے میں یہ جواہرات سے بھری انگوٹھی دوں گا یہ انگوٹھی شام کی بادشاہت کی نشانی ہے جو شخص اس کو پائے گا وہ شام کا بادشاہ بن جائے گا۔ حارو شارو میں اس بات پر جھگڑا ہونا شروع ہو گیا سالم نے بڑی مشکل سے انہیں چھڑایا اور شارو سے کہا کہ حارو کو جانے دو اور تم یہاں رہ کر میری خدمت کرو اور میری ساری جاگیر کی حفاظت کرو۔ حارو اس مہم پر نکل گیا لیکن اس کی نیت ٹھیک نہ تھی۔ ادھر شارو کے دل میں بھی فتور تھا۔ حارو نے اپنے ساتھ اپنے بڑے دوستوں کو بھی لے لیا جبکہ سالم نے اسے اشرفیاں دی تھیں اور کہا تھا کہ تم اپنے راستے میں ملنے والوں کی مدد ضرور کرنا۔ لوگوں نے راستے بھر حارو کی مدد کی اور سالم کا بیٹا ہونے کی وجہ سے اس کی قدر کی لیکن ایک رات خوفناک جنگل میں حارو کے خراب دوست اس کی ساری اشرفیاں لے کر فرار ہو گئے حارو دریائے زرد کے قریب پہنچ چکا تھا۔ وہ جنگل کا راستہ بھول چکا تھا یہ جنگل خوفناک کھولتی دلدل سے بھرا تھا حارو جنگل سے نکلنا چاہتا تھا کہ اس نے دیکھا کہ دو چھن والا ایک خوفناک اژدھا اس کی طرف بڑھ رہا ہے۔

حارو اژدھے کو دیکھ کر چیخنے لگا خدا کے لئے مجھے بچاؤ اچانک ایک بہت گرجدار آواز آئی کہ حارو کو مت مارنا یہ بہت بھلے انسان نے بیٹا بنایا ہے اژدھا یہ سن کر واپس چلا گیا اسے سخت پیاس لگی تھی کہ اچانک پھر وہی آواز آئی کہ اسے پیاسا نہ مرنے دینا کہ اس نے ایک دفعہ بیمار سالم کو پانی پلایا تھا پھر حارو کو ایک چھوٹی سی نہر میں ایک کشتی پڑی ہوئی ملی حارو اس میں سوار ہو گیا کشتی حارو کو جنگل سے باہر لے آئی اب سامنے سیاہ پہاڑوں کا سلسلہ تھا ایک کنارے پر حارو کشتی سے اترا تو اس نے دیکھا کہ ایک بوڑھا بڑی مشکل سے چلتا ہوا اس کی طرف آ رہا ہے حارو اس کا بڑھاپا دیکھ کر ہنسا بوڑھے نے حارو سے کہا بیٹے مجھے دریا پار کرا دو حارو نے بوڑھے کو جھڑک دیا پھر بوڑھے نے حارو سے پیسے مانگے تو حارو اس بار بھی بوڑھے سے بدکلامی کی اس پر بوڑھے نے کہا کہ کیا سالم نے تمہیں کسی انسان کی مدد کرنے کے لئے پیسے نہیں دیئے تھے حارو نے سوچا اس کو کیسے پتہ کہ ابا نے مجھے اشرفیاں دی تھیں پھر اس نے کہا کہ میرے باپ کی دی ہوئی اشرفیاں تھیں میں نے خرچ کر دیں بوڑھا یہ سن کر مسکرایا اور اس نے اپنی لاٹھی دریا میں پھینک دی جو ایک خوبصورت کشتی میں تبدیل ہو گئی حارو نے اس میں جانا چاہا لیکن بوڑھا بہت تیز دریا پار کر کے سیاہ پہاڑ تک پہنچ گیا حارو نے پھر ایک چیخ جیسی آواز سنی ایک بونا چلا رہا تھا کہ مجھے بچاؤ وہ دریا میں ڈوب رہا تھا حارو اس کو دیکھ کر ہنسا اور اس سے کہا کہ تمہارا ڈوب جانا ہی بہتر ہے حارو نے اس کو اٹھا کر دریا کے بیچوں بیچ پھینک دیا لیکن حارو کو ایسا لگا کہ اس کی ٹانگیں بھاری ہو رہی ہوں حارو آدھا پتھر کا ہو چکا تھا۔ اب آگے پڑھیے۔

دوست مجھے بچا لیتے تو خدا تمہیں اس مصیبت سے بچا لیتا......

بونا بڑے آرام سے لہروں پر بالکل حارو کی نگاہوں کے سامنے کھڑا تھا مجھے بچالو بونے تم جو کہو گے میں کر دونگا.....

حارو نے بڑی خوشامد سے بونے سے کہا۔ بونے نے جواب دیا۔

برُے انسانوں کی اولاد بھی بری ہوتی ہے سالم بیچارے نے تو تمہیں اچھا انسان بنانے کی بہت کوشش کی...... مگر وہ جو تمہارا باپ تھا نا شام کا بادشاہ جسے جنوں کے بادشاہ نے شام کا بادشاہ بنا دیا تھا وہ خراب آدمی تھا......

اس نے کسی انسان کو اس کا حق نہیں دیا وہ بادشاہ بن کر رعایا پر ظلم کرتا تھا دوسروں کو ستا کر خوش ہوتا تھا سالم تو اس کا وزیر تھا...... جب تمہارا باپ مر گیا تو سالم نے تمہاری پرورش کی۔ مگر ......بہت افسوس سالم جیسا اچھا انسان بھی تمہیں اچھا نہیں بنا سکا۔

یہ سن کر تو حارو کا دِل اور بھی ٹوٹ گیا کہ وہ سالم کا بیٹا نہیں ہے روتے ہوئے بولا۔

میں بابا سالم کا بیٹا ہوں بونے تم ایک بار مجھے معاف کر دو تو میں واپس جاکر باباجان کے قدموں پر گر کر ان سے مانی مانگوں گا......

بونے نے جواب دیا. میں تو خدا کی بہت حقیر مخلوق ہوں جسے تم نے ستایا ہے تم تو سالم کے ملازموں پر گھوڑے دوڑاتے رہے ہو تم تو سالم کو مارنے کی فکر کرتے رہے ہو...... تم نے مانی جیسی اچھی لڑکی سے نفرت کی ہے.

یہ کہتے کہتے بونے نے تتلی جیسے ننھے ننھے پر کھولے اور اڑ گیا حارو دیکھتا رہ گیا اور تھوڑی دیر بعد پورا پتھر بن گیا. دریائے زرد اسی طرح بہہ رہا تھا. سیاہ پہاڑ اسی طرح خاموش تھے. اب دریائے زرد کی وادی میں کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی حارو پورا پتھر بن چکا تھا.

اب بچو ذرا ملک شام جاکر سالم مانی اور چھوٹے بھائی شارو کو بھی تو دیکھیں وہاں کیا ہو رہا ہے. جیسے ہی حارو گھر سے نکلا شارو سالم کی خوشامد میں لگ گیا......حالانکہ اس کا دل تو یہ چاہ رہا تھا کہ کسی طرح سالم سے بادشاہت کی انگوٹھی چھین لے. اور حارو کے پہنچنے سے پہلے بادشاہ بن جائے

...... دو چار دن بہت اچھی طرح باپ کی خدمت کی مگر پھر کاہلی شروع ہوگئی جس کام کی عادت نہیں ہوتی یا جس کام کو اہمیت نہیں دی جاتی وہ کام انسان تھوڑی دیر کے لئے تو کر سکتا ہے مگر پھر اکتا جاتا ہے. یہی شارو کے ساتھ ہوا کہ یا تو رات بھر سالم کے کمرے میں جاگتا رہتا تھا. کبھی پانی پلا رہا ہے کبھی دوا دے رہا ہے کبھی ہاتھ پاؤں دبا رہا ہے. پھر بور ہو گیا اور ایسا سویا کہ دو دن کے بعد جب سویرے اٹھا

.... تو سخت جھنجلایا ہوا تھا اپنے کمرے میں بڑا بڑبڑا رہا تھا. کیا ضرورت ہے مجھے باباجان کی خدمت کرنے کی. وہ مانی جو ہر وقت بھوت کی طرح سوار رہتی ہے. اتنے نوکر چاکر ہیں....... میں تو دو رات کیا جاگا ہوں اٹھا نہیں جا رہا ہے. بڑی مشکل سے اٹھا نہایا دھویا اور دوستوں کو لے کر چراگاہ میں گھوڑے دوڑانے چلا گیا......

دوستوں نے اور بہکایا کہنے لگے.......

تم تو بے وقوف ہو جو اپنے بوڑھے اور بیمار باپ کی خوشامد میں لگے ہوئے ہو ارے

بھئی ہر بادشاہ کا بیٹا اپنے باپ کو ہٹا کر خود بادشاہ بن جاتا ہے۔ تم تو ایسا کرو کہ ایک دن بڑے میاں جب سو رہے ہوں تو وہ انگوٹھی چرالو بڑے میاں اور مانی کو کمرے میں بند کر دو۔

بس تم فٹافٹ شام کے بادشاہ بن جاؤ گے ترکیب تو شارو کو اچھی لگی مگر ابھی تک یہ پتہ نہیں چلا تھا کہ اس انگوٹھی کو پا لینے کے بعد بادشاہت کیسے ملے گی۔ شارو نے اپنے ایک بہت چالاک دوست سے کہا کہ وہ شام کے بادشاہ ملک ثانی کے کسی درباری سے پتہ چلائے کہ آخر اس انگوٹھی کا قصہ کیا ہے۔ بابا جان تو ابھی مجھے ہرگز نہیں بتائیں گے۔

شارو کا چالاک دوست امر شام کے بادشاہ ملک ثانی کے ایک خاص ملازم کا بیٹا تھا فوراً دوڑا دوڑا اپنے باپ کے پاس گیا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ یہ بھی کہا کہ اگر شارو بادشاہ بنے گا تو اس کا وزیر اعظم سوائے میرے اور بن ہی نہیں سکتا۔ ملک ثانی کا یہ خادم بہت سمجھدار اور اچھا انسان تھا اس نے پہلے تو اپنے بیٹے کو سمجھایا کہ وہ شارو کی دوستی چھوڑ دے بُرے انسانوں کی دوستی بُرا ہی بناتی ہے۔ پھر انگوٹھی کے بارے میں بتایا کہ شام کا اصلی بادشاہ وہی انسان ہوگا جس کی اچھائی کی گواہی سالم دے گا انگوٹھی تو ایک نشانی ہے جو سالم شام کے نئے بادشاہ کو دے گا۔

امر کے سارے منصوبے اڑا اڑا دھم سے زمین پر آگرے وہ تو جلدی سے وزیر اعظم بن جانے کا خواب دیکھ رہا تھا۔ باپ کی باتوں نے امر کی ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ باپ نے امر کو یہ بھی بتا دیا کہ شام کی بادشاہت جنوں کے بادشاہ ملک طاطامیل نے حارو اور شارو کے دادا کو دی تھی حارو شارو کا دادا ایک اچھا بادشاہ تھا۔ رعایا سے محبت کرتا تھا۔ کمزور لوگوں کی خدمت کرتا تھا اس کی حکومت میں سب چین کی بنسی بجاتے تھے رات کو لوگ گھروں کے دروازے کھلے چھوڑ کر سوتے تھے ملک میں قحط نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔ کسانوں کو ان کی محنت کا معاوضہ پورا ملتا تھا لیکن حارو کا باپ ایک بہت ظالم بادشاہ بنا اس کے زمانے میں پورے ملک میں ہر طرف لٹیرے اور ڈاکو اچھے لوگوں کو مارنے لوٹنے لگے تھے۔ رعایا پر سرکاری ٹیکس اتنے لگا دیئے گئے تھے کہ رعایا بھوکوں مرنے لگی تھی حارو اور شارو چھوٹے ہی تھے کہ رعایا نے بغاوت کی اور حارو شارو کے باپ کو مار دیا...... سالم وزیر اعظم تھا ملک طوطوئیل جنوں کے بادشاہ نے ظالم بادشاہ کے دونوں بیٹے سالم کے سپرد کر دیئے اور یہ حکم دیا گیا کہ ان بچوں کی بہت اچھی تربیت کی جائے انہیں تعلیم دی جائے۔

سالم نے پوری کوشش کی کہ شاید حارو یا شارو دونوں میں سے کوئی ایک اپنے دادا کی طرح اچھا انسان بن کر بڑا ہوگا تو ملک طاطائیل جو جنوں کا بادشاہ ہے پھر ایک بار شام کی حکومت اسی خاندان کو دے دے گا۔

یہ سارا قصہ سنکر امر تو بہت ہی افسردہ ہو گیا۔ اور جاکر شارو کو سب کچھ بتا دیا..... شارو پریشان ہو گیا...... اس کا مطلب یہ تھا کہ شام کا بادشاہ بن جانا آسان کام نہیں تھا خالی خولی سالم کو مار دینے یا اس کی خدمت خاطر کرنے سے کام بن نہیں سکتا۔ ضروری بات یہ بھی۔ بچو کہ جنوں کے بادشاہ ملک طاطائیل کو بھی خوش کیا جائے۔ حارو کو دریائے زرد گئے ہوئے سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا...... سالم جانتا تھا کہ حارو کسی نہ کسی مصیبت میں پھنس چکا ہو گا۔ شارو کو پتہ چل گیا تھا کہ سالم اس کا باپ نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے دِل میں اب سالم کے لیئے کوئی جگہ نہیں رہی تھی وہ سالم کو اپنا دشمن سمجھ رہا تھا۔ مگر اس دشمن کو بادشاہت کے لیئے زندہ رکھنا بھی ضروری تھا کیونکہ سالم کی گواہی کے بغیر شام کی بادشاہت نہیں مل سکتی تھی شارو چاہتا تھا کہ وہ بھی دریائے زرد جائے اور کامیاب ہو کر واپس لوٹے اور بادشاہ بن جائے آخر کار ایک دن شارو نے سالم سے کہہ ہی دیا۔

بابا جان مجھے تو لگتا ہے حارو بھائی مر کھپ گئے ہیں۔ ایسا نہ ہو آپ بھی ان کا انتظار کرتے کرتے اللہ کو پیارے ہو جائیں۔ اب آپ مجھے اجازت دیں کہ میں دریائے زرد جاؤں اور آپ کے لئے چشمۂ شفا کا پانی لاؤں۔

سالم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اس نے بہت افسردہ ہو کر کہا۔

پیارے شارو کاش کہ تم نے اپنے بڑے بھائی کے لئے کوئی اچھی بات کہی ہوتی مجھے ڈر یہ ہے کہ اگر تم بھی ناکام ہو گئے تو پھر کیا ہو گا...... میرے لیئے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں رہ جائے گا کہ میں مانی کو چشمۂ شفا کی تلاش میں بھیجوں......

شارو کو سالم کی یہ بات بالکل پسند نہیں آئی چڑ کر بولا۔

آپ ہر جگہ مانی کی بات کرتے ہیں بھلا مانی کون ہوتی ہے کہ وہ شہزادوں کا کام کرنا شروع کر دے......

سالم حیران ہوا اس نے تو کبھی بتایا ہی نہیں تھا کہ مانی کون ہے۔ سالم سوچ رہا تھا کہ کسی

نہ کسی طرح شارو نے پتہ چلا لیا ہے کہ وہ تو شہزادہ ہے اور مانی ظالم بادشاہ کے ایک بہت اچھے غلام کی بیٹی ہے .... سالم نے کہا

شارو مانی تو آپ کی بہن ہے ۔

شارو نے سالم کو بات پوری نہیں کرنے دی ناراض ہو کر زور سے بولا آپ جھوٹ بولتے رہے ہیں مانی ہماری کوئی نہیں لگتی اگر ظالم بادشاہ کی اولاد ہیں تو میں اور میرا بھائی حارو بس...... مانی ہو گی کوئی نوکرانی کی بیٹی ...... جیسے آپ ہمارے باپ کے نوکر تھے ۔

سالم سمجھ گیا کہ اب شارو سے کچھ کہنا کچھ سمجھانا فضول ہو گا بڑے دھیمے لہجے میں بولا ۔ تو پھر شہزادے شارو جب آپ کو سب کچھ معلوم ہو ہی چکا ہے تو پھر میری کیا مجال ہے کہ میں آپ کو روکوں ..... جو آپ کے جی میں آئے وہی کیجئے ۔

شارو غصہ سے لال پیلا ہو رہا تھا اس نے سو گھوڑے سو سوار ساتھ لیئے لاکھوں اشرفیاں لیں اور سالم کو خدا حافظ کئے بغیر روانہ ہو گیا ......

غصہ میں دریائے زرد کا نقشہ لینا بھی بھول گیا .... بڑی شان سے شارو کا قافلہ روانہ ہوا اپنے ملک سے نو سو میل دور جب ایک نئے ملک میں پہونچے اور وہاں کے حاکم کو معلوم ہوا کہ شام سے سو سواروں کا ایک قافلہ آیا ہے اس نے پیغام بھیجا کہ اگر سالم کے سوار ہوں تو انہیں بڑی عزت سے مہمان ٹھہرایا جائے اور خاطر مدارات کی جائے . لیکن شارو نے بادشاہ کے ایلچی کو یہ کہہ کر واپس کر دیا ۔

" اپنے بادشاہ سے کہو کہ سالم ہمارے باپ بادشاہ کا نوکر ہے ...... ہمارے باپ کے غصے سے دنیا کانپتی تھی اگر وہ ظالم بادشاہ کا بیٹا سمجھ کر ہماری عزت کرنا چاہتا ہے تو ہم دوست بن کر اس کے مہمان رہیں گے لیکن اگر سالم کی وجہ سے ہماری عزت کر رہا ہے تو ہم آج سے تمہارے بادشاہ کو اپنا دشمن سمجھیں گے اور جب بھی ہم بادشاہ بنے اپنی ذلت کا بدلہ ضرور لیں گے "

ایلچی نے جا کر بادشاہ کو ساری بات بتائی بادشاہ نے حکم دیا کہ شہزادہ شارو کو حکم دیا جائے کہ وہ فوراً ہماری سلطنت سے باہر نکل جائیں ورنہ ہم انہیں گرفتار کر لیں گے ۔

شارو کو آگے بڑھنے سے روک دیا گیا سو مجبوراً لوٹنا پڑا مشکل یہ تھی کہ دریائے زرد کو جانے والا راستہ اسی سلطنت سے ہو کر نکلتا تھا جب گیارہ بادشاہتوں سے قافلے گزر جاتے تھے تو دریائے

زرد کا راستہ شروع ہو جاتا تھا۔ نقشہ شارو کے پاس نہیں تھا اور نہ کوئی اور راستہ بھی ڈھونڈا جا سکتا تھا اب جو واپس لوٹے تو راستہ کوئی نہیں تھا سارا سفر جنگلوں جنگلوں طے کرنا تھا..........

شارو کا قافلہ پہلی ہی منزل میں بھٹک گیا جب تک اناج ساتھ رہا قافلہ کسی نہ کسی طرح چلتا رہا۔ پھر یہ ہوا کہ اناج روپیہ پیسہ سب ختم ہو گیا لیکن دریائے زرد کا دور دور تک پتہ نہیں تھا...... دریائے زرد کا نام سب جانتے تھے لیکن پتہ اور راستہ صرف سالم جانتا تھا۔ جنوں کے بادشاہ ملک طاطائیل نے نقشہ صرف سالم کو بتایا تھا۔ جب سب کچھ ختم ہو گیا تو قافلے میں فاقوں کی نوبت آگئی بہت سے لوگ مصیبتوں سے تنگ آکر گھوڑے لے کر بھاگ نکلے بہت سے جو ساتھ رہ گئے تھے وہ چھوٹے چھوٹے دیہاتوں کو لوٹتے تھے اور گزارہ کرتے تھے شارو جو شہزادے بن کر گھر سے نکلے تھے اب صرف ڈاکو سمجھے جانے لگے۔ دریائے زرد مشرق میں تھا اور شارو کا قافلہ شمال میں بھٹک رہا تھا۔ جب مجبور دیہاتی شارو اس کے سپاہیوں کی لوٹ مار سے تنگ آگئے تو انہوں نے ان کا مقابلہ کر کے شارو کے سارے ساتھیوں کو مار ڈالا اور شارو کو قیدی بنا کر اپنی گایوں بھینسوں کی نگرانی پر لگا دیا........

(پھر کیا ہوا اگلے شمارے میں ملاحظہ فرمائیے)

دانہ دانہ لطف ہزار، تازہ تازہ ذائقے دار

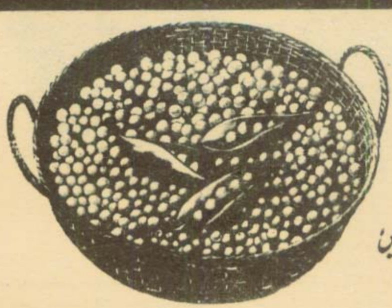

مٹر کی سبز پھلیوں سے صاف ستھرے دانوں کا انتخاب

احمد

کے

ٹن پیک میں اپنی قدرتی تروتازگی کے ساتھ ہر جگہ دستیاب ہیں

احمد فوڈ انڈسٹریز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

(اسلامی جمہوریہ پاکستان)

ORIENT

دودھ اور مکھن کا
شیریں احساس
رائل بٹر ٹافی
رائل چاکلیٹ ٹافی
Butter Toffee
Chocolate Toffee
Royal
رائل کنفیکشنری انڈسٹریز 22/24-سی-ایس-آئی-ای-گوجرانوالہ

ایک دفعہ ایک شخص اپنے گدھے کو نہلا رہا تھا۔ دوست نے پوچھا۔ اسے کیوں نہلا رہے ہو۔اس شخص نے جواب دیا "آج اس کی شادی ہے"
دوست نے پوچھا "تو اس خوشی میں ہمیں کیا کھلاؤ گے؟"
اس شخص نے جواب دیا "جو دولہا کھائے گا وہی کھا لینا"

امانت شاہین محلہ بلال گنج ——— نارووال، سیالکوٹ

★ ★

استاد (شاگرد سے) جس ملک میں بارشیں زیادہ ہوں اس ملک میں کیا چیز پیدا ہوگی۔
شاگرد۔ کیچڑ

مظہر شاہ بخاری ——— پنڈ دادنخان

★ ★

یہ اس زمانے کی بات ہے جب لاہور میں دو منزلہ بس چلا کرتی تھی۔
ایک شخص نیچے کی منزل پر سوار ہوتا ہے۔ڈرائیور کہتا ہے نیچے جگہ نہیں ہے آپ اوپر چلے جائیں۔ وہ شخص اوپر جاتا ہے اور پھر نیچے واپس آتا ہے اور غصہ میں کہتا ہے "تم مجھے مروانا چاہتے ہو اوپر تو کوئی ڈرائیور ہی نہیں ہے۔

نورین فاطمہ۔ پی آئی ڈی سی ——— کراچی

★ ★

کرایہ دار مالک مکان سے عجیب واہیات مکان ہے کل میں نے اسٹور میں چوہوں کو لڑتے دیکھا۔
مالک مکان! تو کیا آپ پچاس روپے میں سانڈوں کی لڑائی دیکھنا چاہتے ہیں۔

بیٹا! باپ سے آج مجھے اسکول میں جرمانہ ہو گیا۔
باپ! وہ کیسے
بیٹا میں اسکول میں لیٹ گیا تھا۔
باپ نالائق کہیں کے میں نے تمہیں اسکول میں پڑھنے کے لئے بھیجا تھا یا لیٹنے کے لئے۔

★ ★

دو دوست لانچ میں سفر کر رہے تھے۔
ایک بولا: اگر لانچ سمندر میں ڈوب جائے تو پھر کیا ہوگا۔
دوسرا بولا: ہوگا کیا۔ واپسی کا کرایہ بچ جائے گا۔

فقیر: ایک روٹی کا سوال ہے بچہ
بچہ: بابا مجھے سوال زبانی یاد نہیں کاپی پر لکھ دو۔

★ ★

ماں (بیٹے سے) بیٹا اگر تم ہاتھ دھو لوگے تو ایک بسکٹ ملے گا اگر منہ بھی دھو لوگے تو دو بسکٹ

ملیں گے

بیٹا (فوراً) امی، آپ مجھے بسکٹوں کا ڈبہ دے دیں میں نہالیتا ہوں۔

(مرسلہ، شاہد علی، اورنگی ٹاؤن، کراچی)

★ ★

ایک برطانوی پہلی مرتبہ پاکستان آیا، تو حلوائی کی دکان پر جلیبیاں رکھی دیکھیں، خرید کر کھائیں تو تعجب ہوا حلوائی سے پوچھنے لگا۔

"ویل ٹم نے اس ٹیوب میں شیرہ کیسے بھرا"

(مرسلہ: ارشد عمران، پنڈی گھیب، اٹک)

★ ★

رفیعہ نے اپنی کلاس ٹیچر سے کہا "میری پاس قلم نہیں ہے۔"

کلاس ٹیچر: دیکھو رفیعہ تم نے گرامر کے لحاظ سے یہ جملہ غلط کہا ہے یوں کہنا چاہیئے۔ میرے پاس قلم نہیں ہے تمہارے پاس قلم نہیں ہے۔ آپ کے پاس قلم نہیں ہے، ہمارے پاس قلم نہیں ہے، اُس کے پاس قلم نہیں ہے۔ آیا سمجھ میں۔

رفیعہ (معصومیت سے) میں سمجھ میں تو آگیا۔ مگر یہ آخر سب کے قلم کہاں گئے۔

(مرسلہ، عبدالقدوس صابر، دیپالپور)

★ ★

گاہک (بیرے سے) تمہارے سوپ میں یہ مردہ مکھی پڑی ہوئی ہے۔

بیرا۔ جی سر، وہ سوپ بہت گرم تھا شائد اس لئے مر گئی ہوگی۔

★ ★

ریاضی کا استاد (شاگرد سے) جمیل تم بتاؤ..... اگر تمہارے ابا مجھ سے سو روپے اُدھار لیتے ہیں اور ہر ماہ ۱۰ روپے واپس کرتے ہیں تو بتاؤ ۶ ماہ بعد وہ مجھے کتنے پیسے لوٹا چکیں گے۔

جمیل: ۴۰ روپے سر

استاد: افسوس ہے تم ذرا سا حساب بھی نہیں جانتے۔

جمیل: افسوس ہے کہ آپ میرے ابا کو نہیں جانتے

★ ★

ایک دیہاتی نے اے سے ے کر زیڈ تک انگریزی حروف یاد کر لیئے۔

ایک دن اس نے شہر سے آئے ہوئے ایک شخص سے پوچھا "تم کتنی جماعت پڑھے ہوئے ہو؟"

شہری بولا "بی۔ اے تک"

دیہاتی فوراً بولا "واہ۔ دو حروف پڑھے، وہ بھی اُلٹے"

(مرسلہ، شائستہ معین، النور سوسائٹی، کراچی)

★ ★

ماں نے بیٹے سے پوچھا "بتاؤ تمہیں کون سا جانور اچھا لگتا ہے"

بیٹا بولا: مجھے تو بلّی ہی اچھی لگتی ہے"

"وہ کیوں" ماں نے پھر سوال کیا تو بیٹے نے جواب دیا۔ "اس لئے کہ دودھ تو میں پی جاتا ہوں، لیکن نام بلّی کا آتا ہے"

(مرسلہ، امین صدرالدین گلبہار، کراچی)

★ ★

ایک بوڑھا آدمی جنگل میں چلا جا رہا تھا، سامنے سے

دھاڑتا ہوا شیر آگیا اور بولا "ہاہاہا۔ آج تو میں تمہارا خون پیوں گا"

بوڑھا بولا "میں تو اب بہت بوڑھا ہوں میرا خون ٹھنڈا ہے میرے پیچھے ایک جوان آدمی آرہا ہے اس کا گرم گرم خون پی لینا"

شیر بوڑھے کی چالاکی کو سمجھ گیا اور بولا "ہاہاہا مجھے گرم خون نہیں چاہیئے۔ میرا دل تو آج کولڈ ڈرنک پینے کو چاہ رہا ہے"

(مرسلہ، عالیہ نسرین، چاہ میراں لاہور)

★ ★

ایک کنجوس سیٹھ اپنے ڈرائیور کے ساتھ کار میں کہیں جارہا تھا، راستے میں اسے ایک مونگ پھلی نظر آئی، ڈرائیور سے گاڑی رکواکر بولا، جاؤ جاکر یہ اٹھالاؤ، ڈرائیور اٹھالایا، سیٹھ صاحب نے مونگ پھلی توڑی تو اس میں سے دو دانے نکلے ایک خود کھایا اور دوسرا ڈرائیور کو دیتے ہوئے بولا "ہمارے ساتھ رہو گے یونہی عیش کروگے"

★ ★

ایک شخص:۔ جب نیا چاند نکلتا ہے تو پرانا کدھر جاتا ہے
دوسرا شخص:۔ ٹوٹ کر ستاروں کی شکل میں نمودار ہوتا ہے

★ ★

ایک خاتون بہت تیزی سے کار ڈرائیو کرتی ہوئی جارہی تھی کہ چوراہے میں کھڑے ہوئے سپاہی سے ٹکرہو گئی، سپاہی دور جاگرا یہ دیکھ کر خاتون گاڑی سے اتر آئی اور سپاہی سے جاکر بولی

آگیا مزہ۔ جناب بیچ چوراہے میں کھڑے ہونے کا"

(شہناز جبیں، صدر بازار، راولپنڈی)

★ ★

پاگل خانے کا معائنہ کرتے ہوئے ڈاکٹر ایک کمرے میں داخل ہوا تو نرس نے کہا "جناب یہ کمرہ ان ذہنی مریضوں کا ہے جو آٹوموبائیل انجنیئر اور مکینک ہیں۔

لیکن یہ لوگ گئے کہاں بستر پر تو کوئی نظر نہیں آرہا"

ڈاکٹر نے حیرت سے سوال کیا۔

"جناب وہ سب بستر کے نیچے ہیں اور گاڑیاں ٹھیک کررہے ہیں۔

★ ★

کانپنے والا پتھر

لاہور کے ایک قبرستان (جو میانی صاحب کے نام سے مشہور ہے) کی مسجد کے میناروں پر چڑھا جائے۔ تو یہ لرزنے لگتے ہیں۔ ان کی یہ لرزاہٹ بالکل واضح ہوتی ہے اسی طرح کی ایک مسجد ضلع جھنگ چنیوٹ کے مقام پر بھی ہے۔ مشرقی پنجاب (بھارت) میں گورداسپور کے مقام پر ایک دیوار بھی اسی طرح کی ہے اس دیوار کو اگر ہلایا جائے تو یہ جھولنے لگتی ہے۔ اس وجہ سے اسے جھولنا محل کہتے ہیں۔ ان عمارتوں میں ایک خاص قسم کا پتھر استعمال کیا گیا ہے۔ جسے سنگ لرزاں کہتے ہیں۔ سنگ لرزاں میں یہ خوبی ہے کہ اگر اس کی سِل یا تختی کو ہاتھ سے ہلایا جائے تو یہ بید کی چھڑی کی طرح کانپتا ہے اس پتھر کا ہر حصّہ لچکدار ہوتا ہے یہ پتھر مشرقی پنجاب کی ریاست جین میں پایا جاتا ہے۔

کرکٹ

ہائے..... ہائے
میرا کان کٹ گیا
معاف کیجیے گا
میری توجہ چھکے کی طرف چلی گئی تھی
خوبصورت چوکا مارا ـــ

کلین بولڈ!
عمران خان نے
روی شاستری کو
کلین بولڈ کر دیا!!

اپنے دانتوں کو
مزے سے صاف کیجئے

کرسٹل کے تین ذائقے، تینوں مزے دار
کرسٹل ریڈ جیل میں چیری، گرین جیل میں
منٹ اور کرسٹل وہائٹ میں منٹ فریش۔

کرسٹل سے برش کیجئے، ٹوتھ پیسٹ کا مزا
لیجئے دانت ہمیشہ صاف، چمکدار اور کیڑا
لگنے سے محفوظ۔

Crystal

سانس خوشگوار، دانت چمکدار

Montgomery
tea time
tea time
Montgomery
Montgomery
Montgomery
The Height of Delight!

عبدالرشید اعوان
کنزی

اُف یہ امتحان!

امتحان ..... سر پر آ گئے ہیں اور تیاری تو کی ہی نہیں ..... یہ وہ جملے ہیں جو آپ نے اکثر اپنی کلاس کے کئی لڑکوں سے سُنے ہوں گے۔ اس لئے کہ وہ سارا سال تو کھیل کُود میں مشغول رہے اور پڑھنے کا خیال تب آیا جب امتحان قریب آ گئے امتحانات سے چند دِن قبل تیاری کا خیال جنہیں آتا ہے اُن کی حالت کا مشاہدہ آپ نے اکثر کیا ہو گا، بکھرے ہوئے بالوں اور پریشان خیالی کے ساتھ اِدھر سے اُدھر چکّر لگا رہے ہوں گے، کبھی ایک دوست کے گھر جاتے ہیں کہ بھائی! ..... خُدا کے واسطے اپنی ہوم ورک کی کاپی ایک دِن کے لئے دے دو۔ مجھے سبق یاد کرنا ہے۔ کبھی دوسرے دوست کی منّت سماجت کر رہے ہیں کہ فلاں مضمون کے نوٹس دے دو، میں آج ہی فوٹو اسٹیٹ کروا کر واپس کر دوں گا ..... اور آپ خود ہی سوچیں امتحان سے نزدیک دنوں میں آپ خود پڑھے ہوئے اسباق کو ذہن نشین کریں گے، دھرائیں گے یا اپنی کی ہوئی محنت یعنی کاپی جرنل وغیرہ کسی دوسرے دوست کو دیں گے، اور وہ بھی ایسے دوست کو جس نے سال بھر پڑھا ہی نہ ہو۔

یاد رکھیئے .... امتحان کی تیاری نئی کلاس میں جانے کے اوّل روز سے ہی شروع کر دی جانی چاہیئے، حد درجہ ضرورت کے بغیر کبھی اسکول سے ناغہ نہ کرنا چاہیئے، بالفرض

کبھی بیماری یا اہم مصروفیت کے باعث غیر حاضر ہو بھی جائیں تو اِن دنوں کا کام اپنے دوستوں یا اساتذہ سے معلوم کر کے مکمل کر لینا چاہیئے۔

کلاس رُوم میں جا کر اپنے ذہن کو یکسوئی کے ساتھ مطالعۂ کورس پر آمادہ رکھنا چاہیئے پھر یہ کہ اساتذہ جو چیزیں پڑھاتے ہوئے بلیک بورڈ پر لکھتے ہیں، وہ انتہائی اہم ہوتی ہیں، انہیں آپ ایک مستقل بنائی ہوئی نوٹ بک پر درج کرتے رہیں، یہ نوٹ بک امتحانوں کے دِنوں میں آپ کے بہت کام آئے گی۔

آپ کی طالب علمانہ زندگی کا سب سے اہم جُزوْ نِظام الاوقات ہے۔ اگر آپ باقاعدہ منصُوبہ بندی کرتے ہوئے ایک ٹائم ٹیبل کے تحت اپنے معمولات کو جاری رکھیں گے تو روزِ امتحان کسی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا، اور یُوں آپ اِمتحانات کے دنوں میں رات رات بھر جاگ کر پڑھنے اور اپنی صحت کو خراب کرنے سے بھی محفُوظ رہیں گے اس ٹائم ٹیبل میں باقاعدہ وقت مقرّر کیجئے کہ اتنا وقت اسکول میں گزارنا ہے اِس میں گھر کے کام کاج کرنے ہیں، فلاں وقت کھیل کُود اور ورزش یا دوستوں سے ملاقات کا ہے۔ اِس وقت سے لے کر اُس وقت تک مُطالعہ کورس یا ہوم ورک کرنا ہے اور فلاں وقت ٹی وی کے پسندیدہ پروگرام دیکھنے کا ہے۔ اور سب سے اہم چیز جس کی ضرورت کا احساس آپ کو ہر لمحہ ہونا چاہیئے۔ وہ اس ٹائم ٹیبل کی پابندی ہے کہ آپ اس سے انحراف نہ کریں، ایسا نہ ہو کہ کھیل کُود کے بعد پڑھائی کا وقت تھا اور آپ نے کھیلنے کُودنے میں زیادہ وقت گزار کر پڑھائی کے وقت کو کم کر دیا۔

دورانِ اسکول اَساتذہ کے اسباق اور دیگر پڑھائی جانے والی چیزوں کو گھر آکر دُہرانا اپنا معمول بنا لیجئے۔ ہوم ورک میں باقاعدگی رہنا ضروری ہے اور وہ مشہور مقولہ تو آپ نے ضرور ہی سُنا ہوگا کہ آج کا کام کل پر نہ چھوڑیں ...... ہمیں اُمید ہے کہ آپ آج کا کام آج ہی مکمل کرتے ہوں گے۔

یہ تو امتحان سے متعلق وہ باتیں تھیں۔ جن کا خیال دورانِ سال رکھنا چاہیئے، امتحان دراصل سال بھر میں کی گئی کارگزاری کا پھل ہوتا ہے، جو نتیجۂ امتحان کے روز آپ کے سامنے آتا ہے، اب آیئے اُن باتوں کی طرف جو اِمتحان نزدیک آنے سے

متعلق ہیں۔

امتحان قریب آنے پر ایک جائزہ لیجیے، کہ آپ کے لئے کس مضمون کی تیاری بہت اہم ہے، کون سے مضمون کو کتنا وقت دیا جائے تو آپ اچھّے نمبر حاصل کر سکیں گے اور پھر اس کے مطابق عمل کیجئے۔ مُطالعہ کے لئے اہم چیز موزوں وقت کا انتخاب ہے اس لئے رات کے وقت پڑھنا سخت نادانی ہے اور رات گئے تک پڑھنا بے وقوفی، اپنا نام روشن کرنے والے دنیا کے بڑے بڑے لوگوں کا کہنا ہے کہ صبح سویرے کا وقت پڑھنے کے لئے بہت ہی موزوں اور قیمتی ہے اس لئے کہ بھرپور نیند کے بعد صبح آپ کا ذہن تروتازہ ہوتا ہے۔ ایسے میں پڑھی جانے والی چیزیں آپ کے حافظے سے محو نہیں ہو سکیں گی۔

پڑھائی کے وقت آپ کا دھیان مُطالعہ کی طرف ہی راغب ہونا چاہیئے، جس طرح آپ کہانی یا کسی رسالے کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہ آپ کو مدّتوں یاد رہتے ہیں، بالکل اس طرح ذہنی طور پر یکسو ہو کر مُطالعہ کریں گے تو کورس کی چیزیں بھی آپ ہمیشہ یاد رکھ پائیں گے۔ آپ سوچتے ہوں گے کہ بار بار کورس کا مطالعہ کرنے کے باعث بھی ذہن نشین نہیں ہوتا تو اس کی وجہ کیا ہے؟ اچھّے دوستو۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ آپ نے مکمل توجہ سے وہ سبق نہیں پڑھا یا دورانِ مُطالعہ آپ کا ذہن مختلف خیالات کے باعث منتشر رہا ہے۔

امتحان کا ذکر کیا جائے اور نقل کا تذکرہ نہ ہو۔ یہ ممکن نہیں۔ دراصل یہ وہ بُرائی ہے، جو سال بھر غفلت برتنے کے باعث اختیار کرنی پڑتی ہے اور پھر عین ممکن ہے کہ آپ کمرۂ امتحان میں رنگے ہاتھوں گرفتار کر لئے جائیں اور امتحان میں ناکام .... آپ خود ہی جانتے ہیں کہ انجام کیا ہو سکتا ہے، نقل ...... چاہے اِمتحان میں ہو یا کسی اور سلسلے میں۔ آپ کی صلاحیتوں کو کمزور کرنے کا باعث بنتی ہے۔

آپ نے مشہور مُحاورہ سُنا ہی ہوگا کہ نقل کے لئے عقل کی ضرورت ہوتی ہے، کیا ہی اچھی بات ہو کہ آپ اس عقل کو نقل کے لئے نہیں بلکہ دیگر مُفید کاموں میں خرچ کریں۔ عقل کو نقل کے لئے استعمال کریں گے تو نقل کا کچھ نہیں بگڑے گا بلکہ رفتہ رفتہ

آپ کی عقل ہی کم ہوتی جائے گی۔

اِمتحان کی رات طالبِ علم کتابوں پر آخری حملہ کرتے ہیں، آپ ہرگز ایسا نہ کریں مُناسب وقت تک پڑھیں اور پھر خوُب ڈٹ کر سو جائیں۔ صبح آپ کا امتحان ہو، اور آپ رات دیر تک پڑھیں اس طرح تھکاوٹ کے باعث کمرہ امتحان میں آپ کو مشکل پیش آسکتی ہے۔

کمرۂ امتحان میں جانے سے کم از کم ایک گھنٹہ پہلے کورس کی کتابوں کو بند کر دیں۔ اور پڑھی ہوئی چیزوں کو دُہرانے اور ذہن نشین کرنے کی کوشش کریں امتحان کے روز بالکل نہ گھبرائیں، بلکہ مُطمئن، حاضر دماغ اور خوش رہنے کی کوشش کریں اپنے اُوپر کامل اعتماد اور بھروسہ رکھیں۔

امتحانی پرچہ تقسیم ہوتے ہی جھٹ کسی سوال کو آسان سمجھ کر حل کرنا مت شروع کر دیں، بلکہ پہلے تفصیل سے پرچہ پڑھ لیں، جو سوال آسان لگے اُس پر نشان لگائیں، ہدایات پر عمل کریں پرچہ حل کرتے ہوئے بھی چند باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔

پہلی بات یہ ہے کہ جو سوال آپ کو آسان لگے، اور جس کا جواب آپ صحیح اور تفصیل سے لکھنے پر قادر ہوں، اسے پہلے حل کریں، بلا ضرورت تفصیل میں بھی نہ جائیں، اور مختصر بھی نہ لکھیں، اگر آپ کے پہلے سوال کا جواب اچھا بلکہ شاندار ہو گا تو ممتحن کے ذہن میں آپ کا اچھا تاثر اُبھرے گا، اس تاثر کے نتیجے میں آپ کی گریڈنگ اچھی ہو گی،

جواب لکھتے ہوئے کہیں ہیڈ نگ یا سب ہیڈ نگ دینی ہو تو وہ دوسری روشنائی سے اور عام لکھائی سے نسبتاً بولڈ ہونی چاہیئے جواب کو مختلف پیراگراف میں تقسیم کرنے سے بھی ممتحن آپ کو اچھے نمبر دینے پر مجبُور ہو گا،

دورانِ امتحان .... وقت کا خاص خیال رکھیں، ایسا نہ ہو کہ ایک سوال پر تو آپ نے آدھ گھنٹہ ہی صرف کر دیا اور دوسرے سوال کا جواب جلدی جلدی گھسیٹنا پڑ جائے، امتحان کا پرچہ حل کرتے ہوئے یہ بات ذہن میں رہے کہ دوبارہ اس کا موقعہ آپ کو نہ ملے گا،

آخری بات ـــــ وہ یہ کہ امتحان میں اپنی پوُری محنت اور سرگرمی کے بعد خدائے بزرگ و برتر سے دعائیں بھی کریں، کہ وہ آپ کو کامیابی و کامرانی سے نوازے، اور ساتھ ہی ساتھ اس اُخروی امتحان کی تیاری بھی جاری رکھیں، جس کا نتیجہ روزِ آخر سامنے آئے گا

Breathtaking quality
Cool comfort for years and years to come. Trouble-free performance. Reliable machine. Covered by warranty
ROYAL FANS
Rafiq Engineering Industries (Private) Ltd.
Rafiqabad G.T. Road P.O. Box: 9 Gujrat
Phones: 3011-3004-3787-4301

ORIENT

ماہنامہ

آنکھ مچولی

اچھا پڑھیے

آگے بڑھیے

آپ کی علمی ضرورت بھی ہے اور آپ کے ادبی ذوق کی تسکین کا ذریعہ بھی
اسے باقاعدگی سے پڑھنے کے لئے اور اس کے حصول کو آسان بنانے کے لئے

ہماری خصوصی بچت اسکیم میں شامل ہوجایئے

اس میں مالی منفعت بھی ہے اور علمی فائدہ بھی
اسے حاصل کرنے کی ذمہ داری ہم پر ڈال دیجئے

ماہنامہ آنکھ مچولی (خصوصی بچت اسکیم) گرین گائیڈ اکیڈمی ڈی۔ ۱۱۲ سائٹ کراچی نمبر ۱۶

---

۱۲ شماروں کی قیمت (مع خصوصی شمارے) عام ڈاک سے ۷۵/۴۵ روپے۔ رجسٹرڈ ڈاک سے ۱۸۰/۹۰ روپے

۲۴ شماروں کی قیمت (مع خصوصی شمارے) عام ڈاک سے ۱۵۰/۹۰ روپے۔ رجسٹرڈ ڈاک سے ۳۴۰/۱۸۰ روپے

مالی فائدے کے علاوہ زحمت سے نجات رسالے کی بحفاظت ترسیل اور ۲ سال ممبرشپ پر قیمتی کتب بلا معاوضہ

- -

خصوصی بچت اسکیم

میں ماہنامہ "آنکھ مچولی کی خصوصی بچت اسکیم میں شامل ہونا چاہتا / چاہتی ہوں
اس کوپن کے ساتھ ۱۲/۲۴ شماروں کی قیمت مبلغ...... روپے کا بینک ڈرافٹ / پوسٹل آرڈر
منی آرڈر کی رسید منسلک ہے ـــــ میرے نام حسب ذیل پتے پر ماہ ...... سے ماہنامہ
جاری کردیا جائے۔

نام ____________________

مکمل پتہ ____________________

کوئی ضروری ہدایت ____________________

فون نمبر __________ دستخط __________

رُومی بھیس بدلتا ہے

عظیم سرور

قسط نمبر ۷

منصوبہ

رومی بچوں کی ایک فلم دیکھنے کے لئے گھر سے نکلا۔ ایک شخص نے ایک کار سے اتر کر تیزی سے ایک رومال اس کی ناک پر رکھا۔ رومی کا سر چکرانے لگا۔ اسے ہوش آیا تو وہ ایک کمرے میں قید تھا۔ تھوڑی دیر میں اسے کمرے سے نکال کر ایک بڑے سجے بجائے کمرے میں لے جایا گیا۔ ایک تخت پر ایک موٹا سا شخص بیٹھا تھا۔ سب اس شخص کو گرُو کہہ رہے تھے۔ رومی کو کسی سیٹھ رفیق کے بیٹے کے دھوکے میں پکڑ کر لایا گیا تھا۔ رومی نے بتایا کہ وہ سیٹھ رفیق کا بیٹا نہیں ہے۔ سیٹھ رفیق کے بیٹے کی تصویر منگوائی گئی تو پتہ چلا کر موٹے گرُو کے آدمیوں نے غلطی کی تھی۔ موٹے گرُو نے سیٹھ رفیق کے بیٹے کو پکڑنے کے لئے کہا اور رومی کے بارے میں کہا کہ اسے بھی ختم کردو کیونکہ اس نے ہم لوگوں کو دیکھ لیا ہے۔ رومی کو کمرے میں بند کرتے وقت وہ شخص کلوروفارم کی شیشی کمرے میں چھوڑ گیا۔ اس شیشی کو لے کر رومی آئندہ لمحوں کا انتظار کرنے لگا۔ ایک شخص کھانا لے کر آیا تو رومی نے اسے بیہوش کیا اور پھر وہاں سے نکل کر موٹے گرُو کے کمرے سے چابیاں نکال کر بنگلے سے باہر پہنچ گیا۔ باہر نکل کر اس نے رکشہ روکا اسے اپنے محلّے کا پتہ بتایا۔ رکشہ تیزی سے اس کے گھر کی طرف دوڑنے لگا۔ لیکن اس سے زیادہ تیزی سے رومی کا دماغ دوڑ رہا تھا۔

رومی گھر پہنچا تو اس کی امّی نے خوشی سے گلے لپٹالیا۔ محلّے کی عورتیں بھی جمع ہوگئیں۔ ابو رومی کی تلاش میں باہر گئے ہوئے تھے وہ رات دیر سے واپس لوٹے رومی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ رومی نے پورا قصہ بیان کیا پھر ان لوگوں نے اسی وقت سیٹھ رفیق کا نمبر ڈائرکٹری میں تلاش کرکے انہیں تفصیلات بتا کر کہا کہ اپنے بیٹے کی حفاظت کریں۔ آپ کا کوئی دشمن آپ کے لڑکے کو اغوا کرنا چاہتا ہے۔ سیٹھ رفیق اپنی کار میں رومی کے گھر آئے۔ رومی کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور رومی اور اس کے ابو کے ساتھ پولیس اسٹیشن اس واقعہ کی رپورٹ لکھانے چلے گئے۔ کیس کی اہمیت کے پیش نظر انسپکٹر صاحب کو بلایا گیا۔ رومی نے پورا واقعہ بیان کیا۔ سیٹھ رفیق کو بھی اس درمیان اپنے دشمن کا اندازہ ہوگیا۔ تین چار ماہ قبل ایک موٹا آدمی دو تین آدمیوں کے ساتھ ان سے اپنی اسمگلنگ کی گھڑیاں بیچنے آیا تھا۔ جسے آدھی قیمت پر بھی سیٹھ رفیق نے لینے سے انکار کردیا تھا۔ اس نے دھمکی دی تھی کہ وہ اس گستاخی کا بدلہ لے گا۔ اسسٹنٹ انسپکٹر نے بھی فائل دیکھ کر یہی بتایا کہ وہ بہت بڑا اسمگلر ہے اور یہ محکمہ تو اس کی تلاش میں ہے۔ انسپکٹر صاحب اسی وقت ان سب کو ایک جیپ میں بٹھا کر اس بنگلے کی طرف روانہ ہوگئے۔ ایک ٹرک پر پولیس ساتھ تھی۔ پولیس نے بنگلے کو گھیر لیا۔ انسپکٹر صاحب جب بنگلے کے اندر داخل ہوئے تو معلوم ہوا کہ بنگلہ خالی ہے۔ اسمگلر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔ ان لوگوں نے بنگلے کے مالک چوہدری برکت علی کا پتہ چلا کر اس سے اس کے کرایہ دار کے بارے میں معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ وہ نئے کرایہ دار ہیں اور ان کے بارے میں اُسے کچھ پتہ نہیں۔ انسپکٹر صاحب نے بتایا کہ وہ اسمگلر تھے اور اب بھاگ چکے ہیں تو چوہدری صاحب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ پولیس نے کافی بھاگ دوڑ کی مگر موٹے گرُو کا کچھ پتہ نہ چلا۔ سیٹھ رفیق نے خوف سے اپنے بیٹے فرید کو گھر میں بند کر رکھا تھا۔ رومی بھی کافی احتیاط برتتا تھا۔ ایک دن رومی بازار میں جا رہا تھا کہ اسے موٹے گرُو کا ایک آدمی نظر آگیا۔ رومی نے اس کا تعاقب شروع کردیا۔ وہ شخص ہوٹل کے ایک کیبن میں جا کر بیٹھا تھا۔ رومی پہلے تو باہر کھڑا دیکھتا رہا پھر وہ ساتھ والے کیبن میں جا کر بیٹھا دوسری طرف کی آواز سننے کے لئے بے چین تھا۔ تھوڑی دیر میں ایک دوسرا آدمی اس شخص سے ملنے آیا، وہ کہہ رہا تھا کہ تمہارے لئے یہ حکم ہے کہ تم اکبر کو اطلاع دو کہ وہ کل صبح گیارہ بجے گاندھی گارڈن میں ایک آدمی سے ملے اور وہ جو حکم دے اس پر عمل کرے اس آدمی کی پہچان یہ ہوگی کہ وہ کالا رومال بائیں جانب کی پتلون کی جیب سے بار بار نکال کر اپنے چہرے پر پھیرے گا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ گرُو کا یہ حکم اُسے ایک

آدمی کے توسط سے ملا ہے۔ اور یہ کہ گرو خود کسی کے سامنے نہیں آتا۔ پہلا آدمی گرو کے ٹھاٹ باٹ پر بڑا رشک کر رہا تھا۔ دوسرے شخص نے اسے خرچ کے لئے روپے بھی نکال کر دیئے۔ اسی دوران رومی جلدی سے نکل کر باہر گیا تاکہ وہ اس کا چہرہ دیکھ سکے پہلے تو وہی آدمی نکلا جس کا وہ تعاقب کرتا ہوا آیا تھا۔ دوسرا لمبا تڑنگا شخص تھا۔ جس نے رومی کو ختم کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ دونوں باہر نکل کر ایک دوسرے سے ہاتھ ملا کر علیحدہ ہو گئے۔ رومی نے سوچا کہ تعاقب کرنا فضول ہے۔ پولیس کو اطلاع دے دینی چاہئے۔

پولیس انسپکٹر نے کہا مشکل تو یہ ہے کہ اس گروہ کے کسی آدمی کو پوری بات معلوم نہیں ہم اگر ان کے کسی آدمی کو گرفتار بھی کرلیں تو وہ ہمیں کوئی بات نہیں بتا سکتا۔ انسپکٹر نے کہا کہ مجھے مجرموں کے گرو کو پکڑنے کے لئے رومی کی مدد کی ضرورت ہے۔ رومی نے انسپکٹر سے کہا کہ وہ اس کام کے لئے بالکل تیار ہے۔ دوسرے دن صبح انسپکٹر نے رومی کو اس کا کام سمجھایا۔ رومی ایک پالش والے کے بھیس میں گاندھی گارڈن میں داخل ہوا۔ رومی پالش کروانے والوں کو کسی نہ کسی طرح ٹالتا رہا۔ اُس کو کالے رومال والا شخص نظر نہیں آیا تھا کہ اچانک اُس نے دیکھا کہ فوارے کے پاس ایک آدمی نے اپنی پتلون کی بائیں جیب سے کالا رومال نکالا اور چہرے پر پھیر کر پسینہ پونچھنے لگا۔ رومی کے دل کی کلی کھل گئی

وہ بڑی ہوشیاری سے اس آدمی کی حرکتیں دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ایک ٹھگنا سا آدمی اس کی طرف بڑھا۔ رومی کو پتہ چل گیا کہ چھوٹے قد والا یہ آدمی اکبر ہے۔ رومی نے اپنی صندوقچی اٹھائی اور برش کو لہراتا ہوا بوٹ پالش کی آواز لگانے لگا اور ان دونوں آدمیوں کے پاس پہنچ کر پالش کرنے کے لئے کہنے لگا۔ آخر کار چھوٹے قد والا آدمی پالش کروانے پر تیار ہو گیا۔ رومی دونوں آدمیوں کی طرف پیٹھ کرکے بیٹھ گیا کہ ان کی آواز صاف سنائی دینے لگی۔

مونچھوں والے آدمی نے چھوٹے قد والے کو بتایا کہ کل تم کو ریل کا سفر کرنا ہے تم حیدرآباد کا ٹکٹ خرید کر کراچی ایکسپریس میں سوار ہو جاؤ گے راستے میں جس اسٹیشن پر بھی تم کو نیلی پگڑی والا آدمی کالے رومال سے چہرہ صاف کرتا ملے گا۔ تم وہیں اُتر جانا۔ پھر اُس نے اشارہ بتایا۔ اس آدمی کے پاس ایک صندوق ہوگا تم گاڑی سے اُتر کر اس آدمی کے ساتھ ہی پلیٹ فارم پر بیٹھ جانا پھر واپس کراچی آنے والی گاڑی میں اس کے ساتھ سوار ہو جانا اگلے اسٹیشن پر وہ اُتر جائے گا۔ اس کے بعد تم کو صندوق کراچی لانا ہوگا۔ پھر چھوٹے قد والے آدمی نے اُس سے پیسے مانگے اتنے میں رومی نے بھی اپنا کام ختم کر لیا تھا۔ چھوٹے قد والے آدمی نے رومی سے دوبارہ جوتا پہنانے کو کہا رومی نے انکار کر دیا اُس نے رومی کو پیسے دینے سے انکار کر دیا۔ رومی نے کہا کہ "ہم پیسے کا لالچی نہیں ہے" اور یہ کہہ کر پالش کی ڈبیہ اور برش سنبھال کر آگے بڑھ گیا ــــــ

ــــــ اب آگے پڑھئے

گھر میں پالش والے کو داخل ہوتا دیکھ کر مُنّے نے شور مچا دیا۔

امّی جان! امّی جان! دیکھئے ہمارے گھر میں کون گھس آیا ہے"؟

رومی کی امّی برآمدے میں آئیں تو رومی نے آواز لگائی۔

"پالش! بوٹ پالش" بی بی جی پالش کروانا ہے ؟

رومی کی امّی نے کہا۔ "نہیں ہمیں نہیں کروانا ہے ؟"

جاؤ باہر نکلو" کسی کے گھر میں اِس طرح نہیں گھسا کرتے ؟"

رومی نے آواز بنا کر کہا " نہیں بی بی جی تم ایک دفعہ ہمارا پالش دیکھو تو ہم ایسا زبردست پالش کرے گا کہ مزا آجائے گا۔"

رومی کی امّی نے کہا " ایک دفعہ کہہ دیا کہ جاؤ۔ چلو باہر نکلو"۔

رومی کھڑا رہا " نہیں کروانی پالش "

رومی کی امّی نے کہا "نہیں "۔

رومی نے اب اصل آواز میں کہا۔

" واقعی نہیں امی "
رومی کی امی نے غور سے دیکھا تو کھسیانی سی ہوگئیں۔
" ارے رومی تم ہو۔لیکن یہ تم نے حالت کیا بنا رکھی ہے۔"
" بس امی جان کچھ نہ پوچھیے" موٹے گرُو کی ٹولی کو پھانسنے کے چکر میں یہ بھیس بدلنا پڑا۔
" لیکن تم اِس حالت میں سارے محلے میں پھرتے رہے۔"
" کوئی دیکھے گا تو کیا کہے گا؟"
" امی جان جب آپ مجھے نہ پہچان سکیں تو پھر اور کون پہچان سکتا ہے" ؟
رومی کی امی نے پوچھا۔
" کہاں سے آ رہے ہو تم ؟"
" رومی نے سارا واقعہ بتایا۔مُنّا اب تک پریشان تھا۔اُس کا ننھا سا ذہن یہ سوچ رہا تھا کہ امی کس لڑکے سے باتیں کر رہی ہیں۔"

اور اسے رومی کیوں کہہ رہی ہیں
" رومی تو میرے بھائی جان کا نام ہے"
وہ تو بہت صاف ستھرے رہتے ہیں اور اس لڑکے کے مُنہ پر تو پالش لگی ہوئی ہے۔ پھر اس نے امّی سے پوچھا۔
" امّی یہ کون ہے"
رومی کی امّی نے کہا۔
" یہ تمہارے بھائی جان ہیں"
مُنّا کہنے لگا" نہیں یہ گندے ہیں"
" ہمارے بھائی جان تو اتنے اچھے ہیں"
رومی کی امّی نے کہا۔
" جاؤ تم غسل خانے میں نہا کر کپڑے بدلو"
رومی غسل خانے کی طرف جانے لگا تو اُس کی امّی نے پھر کہا۔
" تم سیدھے پولیس اسٹیشن جاکر وہاں سے کپڑے بدل کر آتے"
رومی نے کہا۔
" امّی وہاں اس حالت میں جانا خطرناک تھا۔ کیونکہ اگر کوئی مجرم پولیس اسٹیشن میں جاتے دیکھ لیتا تو چوکنا ہوجاتا۔ اب نہا دھوکر کپڑے بدل کر جاؤں گا"
" اور انسپکٹر صاحب کو ساری بات بتاؤں گا"
رومی کے ابّا ابھی کام سے واپس نہ آئے تھے۔ اس کا خیال تھا کہ انہیں ساتھ لے کر پولیس اسٹیشن جائے۔ پھر اس نے سوچا۔ اکبر کل صبح کی گاڑی سے روانہ ہوگا۔
اس کا پیچھا کرنے کے لئے معلوم نہیں انسپکٹر صاحب کو کتنی تیاری کرنے پڑے۔ اس لئے اس کام میں دیر نہیں کرنی چاہئیے۔
یہی سوچ کر وہ پولیس اسٹیشن کی طرف چل پڑا۔
پولیس اسٹیشن میں انسپکٹر صاحب اس کا انتظار کر رہے تھے۔
اُسے دیکھتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور پیٹھ تھپکتے ہوئے کہنے لگے۔
" واہ بیٹا! "

"آج تو تم نے کمال ہی کر دیا۔ مجھے میرے سپاہیوں نے رپورٹ دی ہے۔"
"انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ تم کس خوبصورت طریقے سے اُن کے پاس ہی بیٹھ گئے۔"
"اور بھی کچھ بتایا انہوں نے"۔ رومی نے خوش ہوتے ہوئے پوچھا۔
"نہیں وہ تو تم سے سُنیں گے اور اصل بات تو تم ہی بتاؤ گے۔"
رُومی نے مونچھوں والے آدمی اور اکبر کے درمیان جو بات چیت ہوئی تھی ساری سُنا دی۔
انسپکٹر صاحب اُسے نوٹ کرنے لگے۔
ساری بات بتانے کے بعد انہوں نے رومی سے کہا۔
"اب تم گھر جاؤ۔ اگر مجھے ضرورت محسوس ہوئی تو شام آٹھ بجے میں تمہارے گھر آکر تمہارے ابّا جان سے بات کروں گا۔"
رومی نے کہا۔
"بہتر ہے"
اور سلام کر کے کمرے سے باہر نکل گیا۔
انسپکٹر صاحب اور رومی کے ابّا چائے پی چکے تو رومی برتن اُٹھانے لگا۔ انسپکٹر صاحب نے کہا "بیٹا برتن رکھ کر جلدی سے آؤ۔ ہم اب مل کر باتیں کریں گے۔
رومی جلدی سے برتن باورچی خانے میں رکھ کر ڈرائنگ روم میں آگیا۔
انسپکٹر صاحب بولے! "بیٹھ جاؤ"۔
رُومی سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اب انسپکٹر صاحب نے رومی کے ابّا سے کہنا شروع کیا۔
"جب چھوٹے قد والا اکبر گارڈن سے چلا تو ہمارے ایک آدمی نے اُس کا پیچھا کیا۔ یوں ہم اُس کے گھر کا پتہ لگانے میں کامیاب ہو گئے۔
مونچھوں والے آدمی کا پیچھا نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اس طرح معاملہ اُلجھنے کا اندیشہ تھا۔ لیکن میں سوچتا ہوں اکبر کے گھر کا پتہ معلوم ہو جانے کے بعد بھی ہمیں کوئی خاص کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔"
"پھر کیا ہوگا" رومی کے ابّا بولے۔
اب میں نے ایک اور بات سوچی ہے۔
"وہ یہ ہے کہ میں اُس صندوق کو زیادہ اہمیت دوں"

" رومی کے ابّا بولے اُس کیا ہوگا ؟"

انسپکٹر صاحب نے کہا۔

اُس صندوق میں کوئی نہ کوئی چیز آرہی ہے اور صندوق موٹے گرو اسمگلر تک پہنچایا جائے گا۔ اگر ہم ہوشیاری سے اِس صندوق کا پیچھا کرکے اصل مُجرم کو آسانی سے پکڑ سکتے ہیں اور اگر اصل مُجرم پکڑا گیا تو سب کے نام پتے مل جائیں گے۔

" یوں پوری ٹولی گرفتار ہو جائے گی"

رومی کے ابّا دیر تک سوچتے رہے اور بولے۔

" صندوق جب تک پہنچے گا تو اسٹیشن سے اُسے دوسرا آدمی لے اُڑے گا اور پھر وہ کار میں اُسے جانے کہاں لے جائے"

انسپکٹر بولے۔

" جی ہاں"

ہم نے اِس معاملے پر بھی غور کیا اور یہ معلوم کرنے کا انتظام بھی کرلیا ہے کہ وہ صندوق کہاں جاتا ہے ؟"

" بس تو پھر کیا ہے۔ کام بن گیا"

رومی کے ابّا نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

انسپکٹر صاحب بولے۔ "جی نہیں"

ابھی تو صندوق کو بہ حفاظت کراچی پہنچانا ہے۔ اُس صندوق کی اتنی فکر اسمگلروں کو نہیں ہوگی جتنی ہمیں ہے۔

اِس بات پر رومی کے ابّا اور انسپکٹر ہنسنے لگے۔

پھر انسپکٹر صاحب نے کہا۔

" بھئی اِس کام کے لئے بھی ہمیں رومی کی ضرورت رہے گی۔

رومی نے آج صبح جس طریقے سے کام کیا ہے اُس پر تو بڑے بڑے سراغرساں بھی رشک کر سکتے ہیں۔ رومی نے سر جھکا لیا۔

انسپکٹر صاحب نے رومی کے ابّا سے کہا۔

" اب کل رومی کو ایک بہت بڑی مہم پر جانے کی اجازت دیجئے۔"

رومی کے ابّا نے رومی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"کیوں رومی تیار ہو!"
رومی بولا۔ جو آپ کا حکم ہو۔
رومی کے ابّا نے انسپکٹر صاحب سے پوچھا۔ رومی کو کیا کرنا ہوگا۔؟
انسپکٹر صاحب نے بتایا کراچی ایکسپریس سے سفر کرے گا۔ سفر میں اس کی حفاظت کے لئے تین سپاہی بھی موجود ہوں گے۔
"رومی اس گاڑی میں اکبر کی نگرانی کرے گا۔"
جس اسٹیشن پر وہ اُترے اُس پر یہ بھی اُتر جائے اور پھر ساتھ ہی واپس آجائے۔
رومی کے ابّا نے جب یہ سُنا تو ذرا سا ہچکچائے۔
انسپکٹر صاحب نے کہا۔ "بھائی صاحب!"
"رومی مجھے اپنے بیٹے سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ میں آپ کو اس لئے مجبور کر رہا ہوں کہ یہ ایک بڑا کام ہے۔ یہ لوگوں کی خدمت ہے۔ اس طرح معاشرہ ایک گندگی سے پاک ہو جائے گا۔"
"رومی چونکہ اس ٹولی کے کئی لوگوں کو دیکھ چکا ہے۔"
"اس لئے اس کام کو وہی انجام دے سکتا ہے۔"
رومی کے ابّا نے کہا بہتر ہے۔ ملک اور قوم کے لئے مجھے سب کچھ منظور ہے۔"
رومی کی طرف دیکھتے ہوئے اُس کے ابّا نے محسوس کیا۔ رومی کے چہرے پر بھی فخر اور خوشی کے جذبات سُرخی بن کر پھیل گئے تھے۔
انسپکٹر صاحب چلنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔
"اچھا رومی بیٹے!"
"تم صبح سات بجے ہمارے پاس پہنچ جانا!"

پھر کیا ہوا؟ ــــــ نئی مہم کی اگلی سنسنی خیز قسط میں پڑھیئے

ذیشان بن صفدر

مانیٹر

دانش کو بہت شوق تھا کہ وہ مانیٹر بنے۔ اس کے سینے پر مانیٹر کا خوبصورت بیج لگے...... اور آخر وہ دِن آہی گیا جب اس کے کلاس ٹیچر سر زبیر نے بھری کلاس میں اُسے مانیٹر مقرر کیۓ جانے کا اعلان کر دیا۔ وہ اپنی اس دیرینہ خواہش کے اسطرح اچانک پورا ہو جانے پر بہت خوش ہوا۔ بالکل ایسے گویا کسی کو بیٹھے بٹھائے کوئی خزانہ مل جائے...... مگر اس کی یہ خوشی بہت جلد فکر اور احساس ذمہ داری کے بوجھ تلے دب کر رہ گئی...... وہ گزشتہ چند دِنوں سے سخت پریشان تھا اس کے دِن کا چین اور رات کی نیند اس سے روٹھ کر نجانے کہاں جا چھپی تھی۔

ہوا یوں تھا کہ محکمۂ تعلیمات کے انسپکٹر اسکول کے معائنے کے لئے تشریف لانے والے تھے۔ آمد کے دِن کا تعین ہو چکا تھا اور اس میں صرف تین یوم باقی رہ گئے تھے۔ کلاس ٹیچر نے

اسے بلا کر ہدائت کی تھی کہ وہ ساری کلاس کے طلبہ کی کاپیاں چیک کر کے مکمل کرائے ..... تاکہ انسپکیشن کے وقت کسی طالب علم کی کاپی نامکمل ہونے کی وجہ سے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔ اور اس نے ان سے وعدہ کر لیا تھا کہ انشاء اللہ ان کی ہدایت کے مطابق پورا پورا عمل ہو گا۔ مگر جب اس نے کاپیاں جمع کرنا شروع کیں تو علم ہوا کہ بہت سے ساتھی طلبہ کی کاپیاں مکمل نہیں ہیں ..... اسے بخوبی علم تھا کہ جس طالب علم کا کام پورا نہیں ہو گا وہ سزا پائے بغیر نہ رہ سکے گا یہی اس کی پریشانی کا اصل سبب تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے اس کی حالت اس مسافر جیسی تھی جو کسی دوراہے پر کھڑا سوچ رہا ہو کہ ادھر جاؤں یا اُدھر ..... اگر وہ اپنے ساتھیوں کی ادھوری کاپیاں ماسٹر صاحب کی خدمت میں یوں ہی پیش کر دے تو وہ سزا دیئے بغیر نہیں رہیں گے اور سزا یاب ساتھی اسے اپنی کوتاہی کے بجائے اس کی شکایت کو اصل سبب قرار دیں گے۔ اور اگر انہیں صحیح صورت حال سے آگاہ نہیں کرتا تو یہ فرائض سے غفلت کے مترادف ہو گا۔

ساری کلاس میں نو لڑکے ایسے تھے جنہوں نے اپنی کاپیاں ادھوری چھوڑی ہوئی تھیں۔ انسپکیشن سے ایک دن قبل تمام کاپیاں چیک کرا کے طلبہ میں واپس بھی کرنی تھیں اُسے جو کچھ بھی کرنا تھا اس کے لئے صرف ایک ہی دِن اُس کے پاس باقی بچا تھا ..... کاپیاں دیکھتے ہوئے وہ یہ تو سمجھ چکا تھا کہ ان ساتھیوں کو وہ سوال سمجھ میں نہیں آئے اور انہوں نے اُسے حل نہیں کیا۔ اگر معائنے کے دِن انہی سوالوں میں سے کوئی سوال ان لڑکوں سے پوچھ لیا گیا تو یہ نہ صرف ٹیچر کی عزت کے خلاف ہو گا بلکہ طلبہ کی اہلیت بھی داغدار سمجھی جائے گی ......

آخر بڑی سوچ بچار کے بعد دانش ایک قابل عمل فیصلہ کر لینے میں کامیاب ہو ہی گیا ...... اگلے دِن یوم قائد اعظم کے سلسلے میں تعطیل تھی۔ اور اپنا تعطیل کا سارا دِن اُس نے اس مسئے کو سلجھانے میں گذار دیا جب اُس نے اپنا کام انجام دے لیا تو اُسے بڑی فرحت اور خوشی کا احساس ہوا، وہ اپنے آپ کو بہت ہلکا، پھلکا محسوس کرنے لگا۔ جیسے سر سے کوئی بھاری بھر کم بوجھ اتر گیا ہو ....

ہفتے کے دِن ساری کاپیاں سر زبیر کے پاس پہنچا دیں وہ کاپیاں چیک کر کے بہت حیران ہوئے۔ کلاس کے سارے لڑکوں نے اپنا، اپنا کام نہایت صفائی سے تاریخ وار کیا ہوا تھا کسی بھی طالب علم کی کاپی ایسی نہیں تھی جس میں کسی قسم کی کمی ہو ..... پھر سب سے زیادہ حیرانی انہیں

اگلے یعنی انسپکشن والے دِن ہوئی معائنہ ہواتو ہر لڑکے نے انسپکٹر صاحب کے ہر سوال کا بڑا واضح اور نپا. تلا صحیح ، صحیح جواب دیا. ہیڈ ماسٹر صاحب خود بھی ساتھ تھے. لڑکوں کی کاپیاں انہوں نے خود دیکھیں اور چیک کیں. سب کام مکمل تھا. انسپکٹر تعلیمات بے حد متاثر ہوئے اور ہیڈ ماسٹر صاحب کو مخاطب کر کے کہنے لگے. آپ کے اسکول کی اس جماعت نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے میں کلاس ٹیچر زبیر صاحب کو بہت بہت مبارکباد دیتا ہوں انہوں نے بڑی محنت کی ہے اپنے طلبہ پر......

ان کی بات سن کر زبیر صاحب مسکراتے ہوئے بولے...... جناب والا اس مبارک باد کا میں مستحق نہیں ہوں...... بلکہ ساری کلاس اس مبارکباد کی مستحق ہے........ اور سب سے زیادہ کلاس مانیٹر........ دانش......... جس نے اپنی کلاس کو بدنامی اور ساتھیوں کو سزا سے بچانے کے لئے ساتھیوں کو چھٹی کے دِن گھر بُلا کر انہیں سوال سمجھائے اور کام پورا کر دیا۔

دانش اپنی سیٹ پر خوشی اور حیرانی کی ملی جلی کیفیت سے دو چار. سر زبیر کی گفتگو سن رہا تھا. اُس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ سر زبیر کو ان باتوں کا علم کیسے ہوا...... اسی لمحے اس کے خیالات کا سلسلہ منقطع ہو گیا...... سر زبیر اُسے اپنے پاس بلا رہے تھے.... اِدھر آئیں دانش یہاں....... وہ خاموشی سے اُٹھ کر ان کے پاس گردن جھکائے جا کھڑا ہوا........

شاید تم سوچ رہے ہو گے کہ مجھے یہ کیوں کر علم ہوا کہ تم نے اپنے گھر پر تعطیل کے دِن ساتھیوں کو بلا کر انہیں سوالات سمجھائے اور ان کا کام پورا کرایا...... بیٹے اس میں حیرت اور تعجب کی کوئی بات نہیں ہے...... میں نے دیکھا کہ کلاس کے کمزور لڑکوں نے بھی تمام سوال حل کر رکھے ہیں تو چونکے بغیر نہ رہا دو ایک سے بلا کر پوچھا تو انہوں نے بتا دیا کہ یوم قائد اعظم کی تعطیل کے دِن دانش نے ایسے تمام ساتھیوں کو اپنے گھر پہ مدعو کر کے سارے مشکل سوال سمجھائے اور اپنا اپنا غیر مکمل کام کرنے میں مدد کی......

سر زبیر کی بات ختم ہوتے ہی ہیڈ ماسٹر صاحب جو خاموشی سے ساری گفتگو سن رہے تھے. اس کا ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے بولے اس بار سب سے اچھے مانیٹر کا اعزاز دانش کو ملے گا اور یہ سنتے ہی ساری کلاس تالیوں کی آواز سے گونج اُٹھی....

آئندہ ماہ

آنکھ مچولی میں کیا ہوگا؟

● —— حق اسکواڈ کے اغوا کئے جانے والے رکن شہریار پر کیا بیتی ؟ بقیہ تین ارکان کی حکمت عملی کیا ہوگی ؟ اخلاق احمد کے پرتجسس قلم سے ——

● —— اگر خدانخواستہ جنگ چھڑ جائے تو . . . . ؟
آیئے ایک متوقع جنگ کی پیشگی تیاری کریں . .
—— نعیم بلوچ کا تحفہ

● —— رومی کو جنگشاہی اسٹیشن پر "سوڈا لیمن" بیچتے دیکھا گیا —— رومی کو بھیس کیوں بدلنا پڑا ؟
ننھا سا بچہ ایک خوفناک مہم پر
—— عظیم سرور کے قلم سے خوبصورت ایڈونچر

● —— فاطمہ ثریا بجیا کی کہانی "حارو شارو اور مانی" اختتام کو پہنچی ... مگر حارو اور شارو کا انجام کیا ہوا ؟ بوڑھا سالم بچ گیا یا نئی زندگی پائی — ؟ مانی کس گھر کی ہوئی ؟ —— پڑھنا نہ بھولئے ——

● —— "ماں" پتھر دل کو موم بنا دینے والی کہانی
مصطفیٰ چاند نے آپ کے لئے تحریر کی ——

● —— نیا سائنسی سلسلہ معلومات
"انکل آئی کیو روبوٹ" سائنسی سوالات کا جواب دیں گے

اور ... اور وہ سب کچھ

جو آپ کسی بھی اچھے اور معیاری رسالے میں دیکھنا پسند کرتے ہیں۔
ماہ اپریل کا شمارہ .. انشاءاللہ بے شمار دلچسپیوں سے بھرپور ہوگا

ماہانہ مقابلۂ معلومات

اُمِّ رُباب جعفری

دائرۂ معلومات

اکثر ساتھیوں کی خواہش پر جوابات بھجوانے کی آخری تاریخ میں توسیع کی جارہی ہے، اب اس مقابلے کے جوابات ارسال کرنے کی آخری تاریخ ۲۰ مارچ ہے، لیکن اسی کے ساتھ آپ کے انتظار کی مدّت بھی طویل ہوگئی ہے کیونکہ مارچ کے دائرہ معلومات کے نتائج کا اعلان مئی ۸۶ء کے شمارے میں کیا جائے گا، اس طرح آئندہ بھی جوابات ایک شمارے کے وقفے سے دیئے جائیں گے۔ نئے شرکا کی آسانی کے لئے ہم بتادیں کہ جس حرف پر پہلے اشارے کا جواب ختم ہوگا، دوسرے اشارے کا جواب اسی حرف سے شروع ہوگا۔

۱۔ ایک شہر، جو تین مشہور جنگوں کی وجہ سے مشہور ہے؟
۲۔ ایک مسلمان ملک، جس کے دارالحکومت کا نام بھی وہی ہے۔ جو اس ملک کا نام ہے؟
۳۔ جنوب مشرقی ایشیا کے سات ممالک پاکستان، بنگلہ دیش، بھارت، نیپال، سری لنکا، مالدیپ اور بھوٹان پر مشتمل ایک علاقائی تعاون کی تنظیم؟
۴۔ امریکی مقننہ کا ایوان زیریں۔
۵۔ اردو کے مشہور ادیب، جنہوں نے ترکی زبان کے افسانوں کا اردو زبان میں ترجمہ کیا؟
۶۔ ایران کے صوبے خراسان کا دارالحکومت۔ جہاں حضرت امام رضا کا مزار ہے۔
۷۔ بھارت کے صوبے اتر پردیش کا ایک شہر، جو اپنی اسلامی درسگاہ کی وجہ سے مشہور ہے!
۸۔ ایک مشہور دیوار جو چین کے مشہور Qin Shihuangdi نے بنوائی تھی؟
۹۔ بھارت کے پہلے وزیرِ اعظم؟
۱۰۔ پاکستان میں روس کے سفیر عبدالرحمٰن ......؟
۱۱۔ ایران کا مشہور شاعر، جو اپنی نظم شاہنامہ کی وجہ سے مشہور ہے؟
۱۲۔ ایک مشہور پیغمبر۔ جن کی ادر بنی اسرائیل کہلاتی ہے؟
۱۳۔ انگریزی کے ایک ڈرامہ نگار، جنہیں ۱۹۲۵ء میں ادب کا نوبل انعام ملا؟

۱۴ء ایک مسلمان مؤرخ، جنہیں فلسفہ تاریخ کا بانی کہا جاتا ہے؟

۱۵ء سوئیڈن کا مشہور کیمیا دان اور موجد جس کے نام سے ایک مشہور انعام کا نام وابستہ ہے؟

۱۶ء کرکٹ کا ایک مشہور میدان۔ جو کرکٹ کا ہیڈ کوارٹر بھی کہلاتا ہے؟

۱۷ء ایک مشہور صحابی۔ جو حضور اکرمؐ کے پھوپھی زاد بھائی بھی تھے۔ اور جنہیں حواریٔ رسول اللہؐ بھی کہا جاتا ہے

۱۸ء سرہانے ——— کے آہستہ بولو
ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے

۱۹ء ویسٹ انڈیز کے مشہور کرکٹر۔ جنہوں نے انگلستان کے خلاف ایک ٹیسٹ میچ میں ۵۶ گیندوں پر سنچری بنا کر دنیا کی تیز رفتار ترین ٹیسٹ سنچری بنانے کا عالمی ریکارڈ قائم کیا۔

۲۰ء روس کے سابق بادشاہوں کا لقب؟

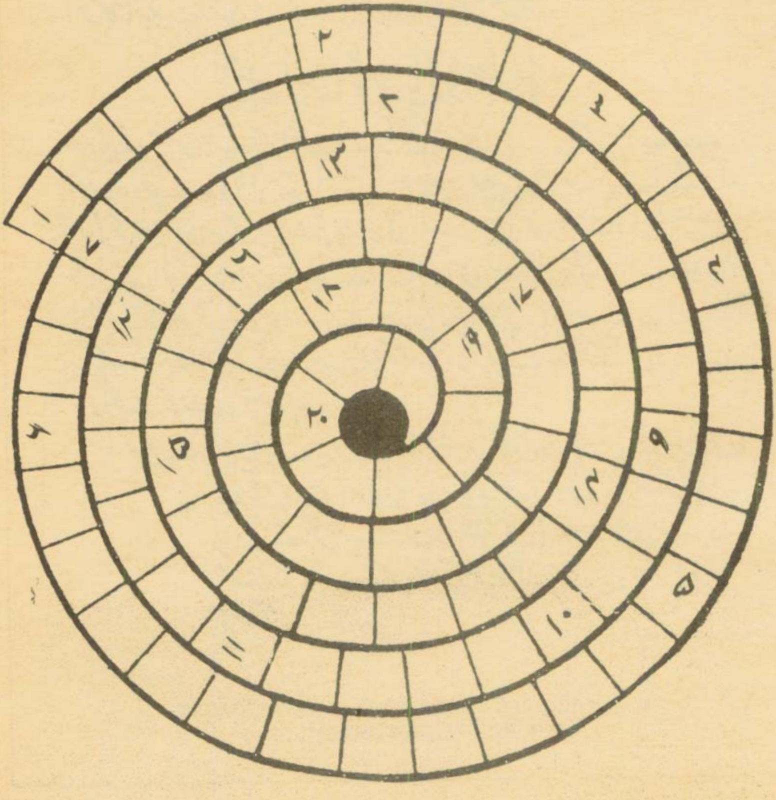

مصنوعات کی دُنیا میں
ایسی کوئی مِثال یا ریکارڈ ہو تو بتایئے؟

مصنوعات کی فروغ کے لئے خاص طور پر زور دیا جاتا ہے کہ ہماری پروڈکٹ نام لے کر طلب کیجیۓ۔ جبکہ ہمارا مشورہ بالکل مختلف ہے۔ کیونکہ ہمارے مُفید و مؤثر ٹوتھ پاؤڈر کے نام اور فوائد سے بچّہ بچّہ واقف ہے۔ تو کیا خریدتے وقت اس کا نام لینا ضروری ہے؟ اِتنا کہنا کافی نہیں کہ

"مجھے اچھّا ٹوتھ پاؤڈر چاہیۓ"

غور کیجیۓ! ہمیں آپ کے اِنتخاب پر کس قدر بھروسہ ہے کہ ہم آپ کے آزمودہ و پسندیدہ "ٹوتھ پاؤڈر" کا نام "کمپنی کا نام"، یہاں تک کہ "مونوگرام" ظاہر کئے بغیر مصنوعات کی دنیا میں خود اعتمادی کی پہلی مثال قائم کر رہے ہیں۔ آپ کے تعاون ہی سے ہمیں ایک ایسا ریکارڈ قائم کرنے کا موقعہ مِلا جو مصنوعات کی دنیا میں واحد مِثال ہے۔ یقیناً یہ ایک ایسا اعزاز ہے جو خدا کے فضل و کرم سے اب تک کسی دوسرے پروڈکٹ کو نصیب نہیں ہوا۔

نوٹ: اپنا پسندیدہ ٹوتھ پاؤڈر خریدتے وقت اس کے لیبل کی فنشنگ خصوصاً مونوگرام وغیرہ چیک کرلیں۔ ہم شکر گذار ہوں گے اگر آپ جعلی و نقلی کی شِکایت بھیجتے وقت دکاندار کا مکمل پتہ بھی تحریر کریں تاکہ ہم قانونی کارروائی کرسکیں۔ شکریہ

MANUFACTURER OF WORLD'S BEST TOOTH POWDER
P.O. BOX: 2110, KARACHI-18

گذشتہ ماہ کے جوابات

(۱) ذوالفقار	(۶) غلام عباس	(۱۱) ہنری کیون ڈش	(۱۶) گاما
(۲) روسو	(۷) سرگزشت	(۱۲) شطرنج	(۱۷) اقوام متحدہ
(۳) وزیر محمد	(۸) تغلق	(۱۳) جمعہ	(۱۸) ہاشم خان
(۴) داتا گنج بخش	(۹) قلی قطب شاہ	(۱۴) ہارا کیری	(۱۹) نیلسن
(۵) شتر مرغ	(۱۰) ہنزہ	(۱۵) ینگ سی کیانگ	(۲۰) نیپال

بذریعہ قرعہ اندازی انعامات حاصل کرنے والے ذہین بچے

(۱) ذکریٰ وحید سلیمانی، سنت نگر، لاہور

(۲) رضوان حامد زبیری، گلشن اقبال، کراچی

(۳) محمد علی رضوی، لطیف آباد، حیدرآباد

درست جوابات ارسال کرنے والے ذہین بچے

ظفر ایوب
لانڈھی، کراچی

سجاد حبیب
لیاقت آباد، فیصل آباد

حافظ طٰہٰ وحید
اردو بازار، لاہور

تنظیم عباسی
دھمیال روڈ، راولپنڈی

شارق شمیم
لیاری، کراچی

ذکی احمد، نصرت بازار، حیدرآباد
کامران احمد، فیڈرل بی ایریا، کراچی
برکت عزیز علی، گمبھار، کراچی
حمیرا فلک ناز، دستگیر، کراچی
محمد کامل، شاہی بازار، ٹنڈو الہ یار
عبدالصمد قریشی، بند بازار، ٹنڈو الہ یار

تصویر زہرا، لیاقت روڈ، راولپنڈی
محمد امین، حسینی منزل، سانگھڑ
سلمان کفیل، اتحاد کالونی، لاہور
فیض احمد عباسی، جھنگ، صدر
شہزاد النور، ریلوے کالونی، راولپنڈی
سید محمود احمد، نارتھ ناظم آباد، کراچی

سعید احمد، شالیمار، اسلام آباد
عامر آفتاب احمد، بلاک ۱۲، سرگودھا
بابر ناصر، کیرج فیکٹری کالونی، راولپنڈی،
دجیہا وقاص، ینو کٹاریاں، راولپنڈی
سلمان شیخ، بیراج کالونی، حیدرآباد
کرن سلیم، ناظم آباد، کراچی

پاکیزہ ، صحت بخش ، لذیذ
احمد کے کھانے سب کو عزیز

آپ سفر میں ہوں ، ملک سے باہر ہوں یا
گھر میں اچانک مہمان آجائیں
احمد کے پکے پکائے کھانوں کے
ڈبّوں کو صرف **دس منٹ**
گرم پانی میں رکھیں یا کھول کر گرم
کرلیں ۔ لیجئے کھانا تیار

لذّت بھی ۔ کفایت بھی

احمد کے پکے پکائے
کھانے
نہاری ۔ حلیم ۔ بریانی ۔ کوفتے

جدید ترین آٹو میٹک پلانٹ پر تیار کردہ
ہر دَم تازہ ، سیل بند ڈبوں میں
دُنیا میں ہر جگہ دستیاب

احمد

ہمیں فخر ہے کہ ہماری مصنوعات
نے ساری دنیا میں پاکستانی ذائقوں
کو متعارف کرایا ۔

MASS

عدنان لغاری ناظم آباد، کراچی
جاوید حیدر شاہ، سٹلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی
شوکت صدرالدین، گارڈن ایسٹ، کراچی،
عبدالحامد صدیقی، بیراج کالونی، حیدرآباد
رخسانہ منصوری، چوڑی پاڑہ، ٹنڈوالہ یار
جمیل احمد منصوری، چوڑی پاڑہ، ٹنڈوالہ یار
طاہرہ مقبول، باتھ آئی لینڈ، کراچی
نابغہ ناز، اقبال نگر، فیصل آباد
ماہ جبین ناز، اقبال نگر، فیصل آباد

نغمہ حسن زیدی، محلہ منشی، خیرپور
علی پرویز، الیف ۱۰/۲، اسلام آباد
اسد رضا باقری، لیاقت آباد کراچی
شازیہ فاروق، رضوان پلازہ، کراچی
آمنہ سلطان، راوی پارک، لاہور
عائشہ صدیقہ، اردو بازار، گوجرانوالہ
جاوید اقبال ناز، اقبال نگر، فیصل آباد
مسرت جبین ناز، اقبال نگر، فیصل آباد

راشد عزیز صدیقی، لانڈھی، کراچی
مقصود احمد صدیقی، اورنگی ٹاؤن، کراچی
ایک غلط جواب ارسال کرنے والے ساتھی
رباب سحر، صدر بازار، کمالیہ
ندیم عباس، عزیز آباد، کراچی
معین الدین، یونیورسٹی کیمپس، پشاور
سہیل صدیق، نعمانیہ روڈ، گوجرانوالہ
انیقہ صدف، شاہی بازار، حیدرآباد

انکل آئی کیو روبوٹ

آنکھ مچولی
پڑھنے والے تمام ساتھیوں کو دعوت دیتے ہیں کہ

پوچھو کیا پوچھتے ہو؟

انکل آئی کیو روبوٹ کو جاپانی سائنس دانوں نے تیار کیا ہے پاکستانی ماہرِ لسانیات نے اُن کو اردو زبان سکھائی ہے اور امریکی یونیورسٹیوں نے انہیں دنیا بھر کی سائنسی معلومات فراہم کی ہیں۔ انکل صرف سائنسی سوالوں کے جواب دے سکتے ہیں اس کے لئے انکل نے دنیا بھر کے سائنس دانوں سے رابطہ قائم کر رکھا ہے۔

انکل کا کہنا ہے کہ آنکھ مچولی کے قارئین اگر ان سے کوئی سوال کرنا چاہتے ہیں تو وہ اپنا سوال صاف صاف ایک علیحدہ کاغذ پر لکھیں تاکہ وہ اسے صحیح طرح پڑھ سکیں ورنہ وہ ردی کی ٹوکری سے دوستی کرلیں گے۔

ایک وقت میں انکل سے ایک ہی سوال پوچھا جاسکتا ہے۔ زیادہ سوالات پوچھنے پر انکل کو غصہ آجاتا ہے اور غصے میں ان کا فیوز اُڑ جاتا ہے۔

اپنی سائنسی معلومات بڑھانے کے لئے اور اپنے آپ کو جدید دور سے باخبر رکھنے کے لئے انکل آئی کیو روبوٹ سے سوال کیجئے۔ وہ اگلے ماہ یعنی اپریل ۸۷ء سے آپ کو جواب دیں گے۔

سوال بھجوانے کا پتہ
"انکل آئی کیو روبوٹ"
ماہنامہ آنکھ مچولی
۱۱۲، ڈی سائیٹ کراچی نمبر ۱۶

جوابات

مقابلۂ معلومات نماز

"خاص نمبر" جنوری ۸۷ء میں ہم نے مقابلۂ معلوماتِ نماز کے عنوان سے دورانِ نماز ۸، مختلف حالتوں کی تصاویر شائع کی تھیں اور آپ سے پُوچھا تھا کہ اِن حالتوں کے متعلق کون سی اصطلاحات مروّج ہیں اس کے جوابات ہمیں بہت بڑی تعداد میں موصُول ہوئے شکر ہے کہ ہمارے ساتھیوں کی اکثریت نماز کی طرف راغب ہے ہمیں اُمید ہے کہ ساتھیوں نے اِس مُقابلے میں شرکت کے ساتھ ساتھ نماز کی پابندی اور احسن طریقے پر ادائیگی کا بھی خُوب اہتمام کیا ہوگا۔

حسبِ وعدہ تمام دُرست جوابات ارسال کرنے والوں کے نام اور تصاویر شائع کی جا رہی ہیں اور بذریعہ قُرعہ اندازی ۳، ساتھیوں کو خوبصُورت اِنعامات بھی روانہ کئے جا رہے ہیں۔

تین[۳] خوبصورت انعامات حاصل کرنے والے ساتھی۔ (۱) امبرین الطاف حسین، رسالہ روڈ حیدرآباد۔
(۲) ہمایوں بشیر، الف ۴/۸، اسلام آباد (۳) محمد مسعود، ملیر ہالٹ، کراچی۔

۱ اقامت

۲ تکبیر تحریمہ

۳ قیام

۴ رکوع

۵ قومہ

۶ سجدہ

۷ قعدہ

۸ سلام

ارشدالہدیٰ عادل
قصبہ کالونی کراچی

محمد شیراز عباس
کراچی

شمشیر علی، منگھوپیر روڈ
کراچی

نظر محمد، دولت پور
مورو

محمد ندیم صغر، عثمان آباد
کراچی

محمد جنید خان پی آئی بی
کالونی

گل شیر علی، باڑہ گیٹ
شاور

عتیق الرحمٰن
حیدر آباد

محمود حسین لانڈھی
کراچی

محمد حنیف، چک نمبر ۳۲۳
پیر محل

فرہاج احمد، اورنگی ٹاؤن
کراچی

عبدالباسط صدر کراچی

محمد مسعود، ملیر ہالٹ
کراچی

محمد کلیم شریف پی آئی بی
کالونی کراچی

شیخ محمد افضل
شمس آباد، ملتان

محمد امین، فیڈرل بی
ایریا کراچی

ندیم موسیٰ، کورنگی
کراچی

جمشید اقبال محفوظ روڈ
راولپنڈی

مقابلے کے شرکاء

و عمران نوید خان، یونیورسٹی کیمپس پشاور
و عائشہ صدیقہ، اردو بازار، گوجرانوالہ
و ارشد رضا خان، شمالی ناظم آباد، کراچی
و روبینہ حکیم قریشی، ملتان
و نرگس، بلدیہ ٹاؤن، کراچی
و احمد رشید خان، عزیب آباد، نوابشاہ
و عبدالباری، میکانگی روڈ، کوئٹہ
و عبدالواحد، ماڈل اسکول، بدین
و شفقت علی، کامونکی، گوجرانوالہ
و حمیرا یاسمین، محمود آباد، کراچی
و محمد احسان، لانڈھی، کراچی
و عبدالقدوس، عزیب وال، پنڈدادنخان
و سعید اللہ خان، یونیورسٹی ٹاؤن پشاور
و فاروق احمد، لطیف آباد، حیدرآباد
و محمد اعجاز خان، ایل ایم سی کالونی جامشورو
و خواجہ انوار احمد، شارع بگولہ، بھیرہ
و مہوش رفیع، رجمنٹل سنٹر حیدرآباد
و اسماء توحید، نشتر روڈ، کراچی
و مسرت جبیں، اقبال نگر، فیصل آباد
و محمد اعظم، گرین نرسری، کراچی
و عزیب نواز، کھارادر، کراچی
و خالد محمود خان، فیڈرل بی ایریا، کراچی
و فاخرہ فاروق ظفر علی روڈ سیالکوٹ کینٹ
و محمد عمران اسٹیشن روڈ، شہداد پور

و پرنس شاہد، شام نگر، لاہور
و جاوید اقبال، بلدیہ ٹاؤن، کراچی
و محمد نعیم کھارادر، کراچی
و سید اشتیاق احمد، ملیر کالونی، کراچی
و مقبول حسین بنگش، مین بازار، کوہاٹ
و نجمہ شاہین کھوسو، ماڈل اسکول بدین
و محمد انجم آرائیں، ایم اے جناح روڈ سانگھڑ
و عبدالمعروف، قاسم آباد، کراچی
و رخسانہ منصوری، ٹنڈوالہ یار
و ماجد خان، قریشی کالونی، بہاولپور
و محمد جمیل، ٹنڈوالہ یار
و ملک تنویر عمر، گلستان کالونی، کراچی
و ریاض اللہ خان، یونیورسٹی ٹاؤن پشاور
و ثمرین عثمان، مقام کا نام درج نہیں
و افتخار، شب قدر، چارسدہ
و قیصر ظفر بیگ، جی/۶ ون، اسلام آباد
و غلام حسین میمن، کھائی روڈ، حیدرآباد
و عبدالرحمٰن قریشی، ھری پور، ہزارہ
و محمود الحسن، بلدیہ ٹاؤن، کراچی
و شہزاد علی، صرافہ بازار، ساہیوال
و محمد نعیم شفیع، قریشی کالونی بہاولپور
و سیما عروج صدیقی، ناظم آباد، کراچی
و فاطمہ گل ناز، ملتان روڈ، لاہور
و ثاقب مسعود، بلال کالونی، جہلم

و محمد اسمعیل، نھانہ روڈ، کندھ کوٹ
و سید محمد علی، گلبہار، کراچی
و زاہدہ مختار، کنری، تھرپارکر
و ارشد خان، آگرہ تاج، کراچی
و زاہد حسین، شہباز کالونی، بدین
و ولید الدین بخاری، کوہاٹ
و سید اشعر اشرف، نارتھ ناظم آباد، کراچی
و نظیر احمد گاہوٹی، ہالا، سندھ
و رسول بخش سیٹھو، ٹنڈو محمد خان۔
و فہیم الدین کورنگی، کراچی
و شاکر نسیم، گلستان فاطمہ، ٹنڈوالہ یار
و عدنان اقبال، مقام کا نام درج نہیں
و نجیب الدین محمد، یونیورسٹی کیمپس پشاور
و نور حسین، آگرہ تاج کالونی، کراچی
و شبانہ کلیم، رفیع روڈ، راولپنڈی
و طاہرہ فرحت عائشہ، منصیل کالونی، کراچی
و خرم سعید بیگ، لیاقت آباد، کراچی
و محمد علی رضوی، لطیف آباد، حیدرآباد
و ریحان احمد، کالج کیمپس، میرپور
و جاوید اقبال ناز، اقبال نگر فیصل آباد
و عادل شکیل، عزیز آباد، کراچی
و بشارت علی، جیلانی روڈ، سکھر
و طیب نوید منہاس، ملتان روڈ لاہور
و رانا عبدالرشید، فیڈرل بی ایریا، کراچی

، محمد منصوری ٹنڈو الہ یار
اختر محمود ، پانڈک ، ہری پور
و مقبول حسین پنڈ دادنخان
و درخشندہ ریاض ، باغبانپورہ ، لاہور
و راشد ظفر ایس پی آفس فیصل آباد
و زاہدہ اسلم ، خداداد کالونی ، کراچی
و انعام اللہ پنجگور ۔ مکران
و عباس نوشاہی ، میٹھادر ، کراچی
و محمد ضمیر عادل ، قصبہ کالونی ، کراچی
و نابغہ ناز ، اقبال نگر ، فیصل آباد
و سلطان بشیر ، جی/۶ ، فور ، اسلام آباد
و محمد مشکور نقوی ، لطیف آباد ، حیدرآباد
و فیصل اکبر ، دستگیر کالونی ، کراچی
و محمد منیر ، ناظم آباد ، کراچی
و محسن رضا ، ناظم آباد ، کراچی
و آسیہ لطیف ، کورنگی ، کراچی
و رعنا ظہیر ، مقام کا نام درج نہیں
و مختار احمد ، سکندر پورہ ، پشاور
و ماہر علی احمد بلفرزدن ، نارتھ کراچی
و حمیرا ناز ، لانڈھی ، کراچی
و ساجدہ حسین ، پٹیل پاڑہ ، کراچی ۔
و محمد عمران اکرم ، لاہور
و محمد کامران رفیق ، مارٹن روڈ ، کراچی
و نازیہ رمضان ، کھارادر ، کراچی
و خالد علی خان ، شہداد پور

و ثمینہ حبیب صدیقی معمار کمپلیکس کراچی
و سید ارشد زیدی منو آباد ، نوابشاہ
و رضوان حفیظ خرم پنڈ دادنخان
و عاصم رحمٰن ، ماڈل ٹاؤن ، لاہور
و احسان الحق ، بھابڑا بازار ، راولپنڈی
و فریال اسلم ، مقام کا نام درج نہیں
و حامد الیاس ، جہانگیر پورہ پشاور
و ماہ جبیں ناز ، اقبال نگر ، فیصل آباد
و شوکت علی ، بھریا روڈ ، نوابشاہ
و سمیرا مسعود ، کراچی
و شازیہ ضمیر ، عالمگیر روڈ ۔ کراچی
و شبنم شفیع ، لیاقت کالونی حیدرآباد
و محمد عامر ایاز لطیف آباد ، حیدرآباد
و پرنس آف اسلام ، کیماڑی ، کراچی
و سلمان حیدر ، سی پی او ، کراچی
و عبدالجواد سومرو ، گل سنٹر حیدرآباد
و شاہد حسین بخاری ، شہباز کالونی بدین
و ہمایوں بشیر ، گوالمنڈی ، راولپنڈی
و عبدالباسط محمد انور ، میمن کالونی کراچی
و طاہرہ مقبول موسوی ، باتھ آئی لینڈ کراچی
و محمد اظہر ممتاز ، گارڈن ویسٹ کراچی
و محمد اشرف جاوید ، صمد پورہ ، اوکاڑہ
و نجم الحسن ، ٹیپو بازار ، کامونکی
و منیر احمد ڈومکی ، کندھ کوٹ جیکب آباد

و صائمہ وقار لطیف آباد ، حیدرآباد
و شاہد حسین ، موہڑہ شریف ، لاہور
و شائستہ معراج ، کرشن پورہ ، راولپنڈی
و اقبال اعوان ، غریب آباد ، کنری
و شاہ جہان ، بہار کالونی ، کراچی
و سونیا ارم ، لیاقت آباد ، کراچی
و رضوان امین مقام کا نام درج نہیں
و عمران شکیل ، اورنگی ، کراچی
و نوشین سرور ، دھرم پورہ ، لاہور
و محمد سجاد حیدر ، قریشی کالونی ، بہاولپور
و میمونہ شیخ ، گلشن اقبال ، کراچی
و آسیہ فاروق ، نارتھ ناظم آباد ، کراچی
و محمد شیراز خان گارڈن ویسٹ کراچی
و آفتاب احمد ، سول لائن ، جہلم
و ثمرین قاضی معمار کمپلیکس ، کراچی
و سلمان شیخ ، بیراج کالونی حیدرآباد
و کاشف صارمہ عنبرین گلشن اقبال کراچی
و احمد رضا ، لیاقت آباد ، کراچی
و افتخار احمد ، پی ای سی ایچ ایس کراچی ۔
و شوکت نسیم ، نصیر آباد ، کراچی
و فرزانہ ملیر توسیعی کالونی ، کراچی
و نعیم الحسن قاضی ، پکا قلعہ ، حیدرآباد
و ننھی کرن ، سٹلائیٹ ٹاؤن ، راولپنڈی
و مرتضیٰ بتول ، کھارادر ، کراچی
و حاجی ابراہیم ، لی مارکیٹ ، کراچی

• بُشریٰ حفیظ، کشمیر روڈ، مانسہرہ • خلیل احمد، پی آئی بی کالونی، کراچی • وقار احمد تربیلوی، تربیلہ ٹاؤن
• آصف عبدالرؤف، رامسوامی، کراچی • نائلہ امین، شاہ جمال کالونی لاہور • ریحانہ حفیظ، شاہی بازار، مٹیاری
• عبدالرشید، سمن آباد، فیصل آباد • شاہ نواز اشرف، وحدت کالونی حیدرآباد • محمد انجم مُبین، شب شاہ ڈیرہ اسماعیل خان
• یاسر، شاہی بازار، کوٹری • شہزاد ربانی، فرنیڈ ٹاؤن ساہیوال • فضل ربی، ہائی اسکول معیار، مردان
• جاوید اقبال، نورنگ روڈ، راولپنڈی • احمد محمود صوابی گل آباد، پشاور • راشد عزیز احمد، لانڈھی، کراچی
• محمد عارف عثمان، حسین آباد، کراچی • ماجد اشرف، مدینہ ٹاؤن فیصل آباد • مونا شیخ، سٹیزن سوسائٹی حیدرآباد
• محمد کامران سلیم، سندھی ہوٹل نیو کراچی • پرنس یوسف بھٹی، کنری، تھرپارکر • محمد عالم خان نزد نیشنل بنک ٹنڈو آدم
• شفقت الرحمٰن اکوڑہ خٹک نوشہرہ • اقبال احمد خان، نارتھ ناظم آباد، کراچی • جمیل احمد چاہ میراں، لاہور
• عبیداللہ صدیقی، لطیف آباد حیدرآباد • رفاقت قیوم، ناظم آباد، کراچی • اسدالحسن انصاری پاور ہاؤس، کراچی
• عنبر قدوائی، ناظم آباد، کراچی • ناصر اقبال شمس آباد، ملتان • افشاں عزیز، غریب آباد، نوابشاہ
• عبدالغفار احمد، منڈی وار برٹن ننکانہ صاحب • زاہد سلیم، محلہ سادات، بنوں سٹی • عبدالرشید اندرون لکی گیٹ، بنوں
• امبرین الطاف رسالہ روڈ، حیدرآباد • ایم ایس سلیمی، غلہ منڈی، پنڈدادنخان • نبیل شوکت، قریشی کالونی، بہاولپور
• رفیق احمد، لاوہ، تلہ گنگ • قاری محمد عثمان، فیصل آباد • ناصر نزاکت، قریشی کالونی بہاولپور
• آغا شرف الدین، کندھ کوٹ • اعظم عقیل فاروقی، نصرت کالونی، سکھر • سجاد احمد، ناظم آباد، کراچی
• منیر احمد فاضل، برڈوڈ روڈ لاہور • عظمیٰ خلیل، لطیف آباد، حیدرآباد • ثناء اللہ، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور
• عمر نواز ماہر، بنوں سٹی • اعجاز محمود ناظم آباد، کراچی • محمد نظام خان، النور آباد، بورے والا
• عدنان جیلانی، سرکی روڈ، پشاور • طیب شاہ، بلدیہ ٹاؤن، کراچی • بابر شاہ جبّیاں، اٹک
• عبدالرؤف بدر، سرہندی منزل کراچی • منصب خان، چوک فوارہ، اٹک سٹی • محمد آصف بھٹی، ڈیرہ اسماعیل خان،
• عالیہ جبیں، محلہ لوہاراں، ملتان • اشتیاق احمد مغل، سکھو، راولپنڈی • نثار احمد، ستارہ کالونی، لاہور
• اظہر احمد کنول، منڈی بہاؤالدین • سید اختر، گوجر گڑھی، مردان • معراج سعادت لطیف آباد، حیدرآباد
• یاسر سعادت، لطیف آباد، حیدرآباد • بخش علی چانڈیو، سندھی گوٹھ، ٹنڈو الہیار • حسین احمد اورنگی ٹاؤن کراچی
• سید مجاہد علی، بیراج کالونی حیدرآباد • محمد سعید عاصی، چمن چوک ڈیرہ اسماعیل خان • ظفر اللہ بنگش، نصرت خیل، کوہاٹ
• محمد اشرف، منگھوپیر روڈ کراچی • تبسم نواب، برنس روڈ، کراچی • نجم السحر، لطیف آباد، حیدرآباد
• نزہت عباسی، رشید آباد، احمد پور شرقیہ • کاشف عباس، ماڈل کالونی کراچی • ارشد عمران، مسلم ٹاؤن پنڈی گھیب
• نازیہ ادریس منڈی فاروق آباد • شہزادالنور، ریلوے کیرج، راولپنڈی • سید نعیم الحق، نارتھ، کراچی.

…رُدحی، اورنگی ٹاؤن، کراچی
• قرۃ العین، کول مائین، کوئٹہ
• امینہ فیصل یونس، ناظم آباد، کراچی

…اروق احمد، جمرود، خیبر ایجنسی
• جمال الدین انجم اورنگی ٹاؤن کراچی
• حافظ ساجد علی، مقام کا نام درج نہیں

• ہمایوں بشیر الیف ۸/۴، اسلام آباد
• محمد شاہد فیروز محلہ محبوب، گوجرانوالہ
• محمد صدیق، شادباغ، لاہور

• عائشہ رفعت، قلعہ گوجر سنگھ، لاہور
• انور خان نیازی عثمان آباد، کراچی
• نسرین حسن، اردو بازار، سکھر،

• تنویر احمد، برنس روڈ، کراچی
• فردوس کوثر، لاہور
• انیس حنیف، کورنگی، کراچی

• محمد اشرف آرائیں، کوٹ غلام محمد
• ملک آصف اقبال منڈی عثمان والا
• محمد امین، حسینی منزل سانگھڑ

• منظور احمد خان، شیر شاہ، کراچی
• ثمیر الطفیل احمد لیاقت آباد، نواب شاہ
• شروت عالم، سیدپوری گیٹ، راولپنڈی

• آفتاب احمد، نیا محلہ، جہلم
• تنویر احمد مقام کا نام نہیں لکھا
• محمد عرفان سٹلائیٹ ٹاؤن میرپورخاص

• عالیہ صابر، مقام کا نام نہیں لکھا
• عبدالقدیر، ملیر ہالٹ، کراچی
• محمد ذاکر جمال، کورنگی کراچی۔

• فیصل ندیم، پی ای سی ایچ ایس کراچی
• محمد شہزاد، کورنگی کریک، کراچی
• بلال صہیب، کھوکھراپار، کراچی

• راشد بشیر، نیو ٹاؤن کراچی۔
• صائمہ ولی کورنگی، کراچی
• توفیق الحسن لطیف آباد حیدآباد۔

جہاں قالین وہیں صفائی

سنووھائٹ

ہیڈ آفس: ڈرائی کلینگ انڈسٹری، کراچی

عبداللہ ہارون روڈ فون: ۵۱۱۷۱۱

شاخیں:

○ بہادر آباد فون: ۴۱۳۶۹۵
○ ڈیفنس فیز V فون: ۵۲۶۵۳۹
○ جمشید روڈ 〃 ۴۱۱۳۰۲
○ امیر خسرو روڈ 〃 ۴۱۳۶۹۵
○ کھارادر 〃 ۲۲۵۸۰۳
○ راشد منہاس روڈ 〃 ۴۱۱۳۰۲
○ گارڈن روڈ 〃 ۷۲۲۴۳۳
○ حسن اسکوائر 〃 ۵۲۶۵۳۹
○ برنس روڈ [illegible]

سنووھائٹ

ڈرائی کلیننگ انڈسٹری

ہیڈ آفس: عبداللہ ہارون روڈ، کراچی فون ۵۱۱۷۱۱ ۵۲۶۵۲۹

زونل آفس: صدر بازار، راولپنڈی فون ۶۷۹۸۸ ۶۳۲۵۰

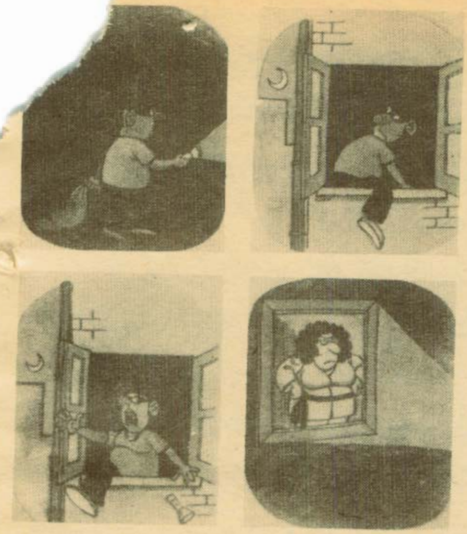

کارٹون اسٹوری لکھیے

جنوری ۲۰۰۸ء کے شمارے خاص نمبر میں "کارٹون اسٹوری لکھیے" کے عنوان سے ۴ تصاویر شائع کی گئی تھیں اور ان پر ایک مختصر کہانی لکھنے کو کہا گیا تھا اس کا مقصد یہ تھا کہ ان کو دیکھ کر آپ کے ذہن میں کس طرح کی کہانی کا تصور اُبھرتا ہے۔ اس کے جواب میں ہمیں مختلف انداز کی بہت ساری کہانیاں موصول ہوئیں ان میں سے ۳ منفرد اور خوبصورت کہانیوں پر انعامات دیئے جا رہے ہیں کہانیاں بھی شائع کی جا رہی ہیں اور ساتھ ہی ان شرکاء کے نام بھی جنہوں نے اس مقابلے میں شرکت کی اور ہمیں کہانیاں بھجوائیں۔

(۱) محمد اسمٰعیل، مارچ بازار، سکھر۔

ایک غار میں چار چور رہا کرتے تھے۔ وہ سب الگ الگ چوری کرتے اور رات کو وہ اپنے مقررہ غار میں آ کر چوری کا مال ایک دوسرے کو بانٹ لیا کرتے تھے ان چاروں چوروں میں ایک چور تھامسن بھی تھا جو کہ ہر وقت ڈینگیں مارتا تھا کہ وہ سب سے بہادر اور نڈر ہے حالانکہ اس کے ساتھی جانتے تھے کہ تھامسن نہایت ڈرپوک ہے ایک مرتبہ تینوں چوروں نے تھامسن کی اس عادت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے ایک ترکیب سوچی اس ترکیب پر عمل کرنے کے لئے دوسرے دن وہ جلد ہی چوریاں کر کے واپس آ گئے جب تھامسن بھی آ گیا تو ایک چور نے کہا کہ آج شہر میں ایک مالدار شخص آیا ہے جس کے پاس کافی رقم ہے یہ بات سن کر تھامسن کے منہ میں پانی بھر آیا اس نے اپنے ساتھیوں سے اس مالدار شخص آیا ہے جس کے پاس کافی

رقم ہے۔ یہ بات سن کر تھامسن کے منہ میں پانی بھر آیا اس نے اپنے ساتھیوں سے اس مالدار شخص کا پتہ معلوم کر لیا۔
رات کو تھامسن ہاتھ میں ٹارچ اور تھیلا لئے ہوئے غار سے نکلا چاندنی رات میں وہ چلتا ہوا اپنے مطلوبہ مکان تک پہنچ گیا جہاں اسے چوری کرنا تھی۔ تھامسن کے ساتھیوں نے پہلے ہی اس مکان کی کھڑکیاں کھول رکھی تھیں اور اس مکان کے اندر ایک جوڈو کراٹے کی مشہور عورت مس ڈیانا کا فوٹو لگا دیا تھا جو کہ کافی بدصورت ڈراونی اور موٹی سی تھی جس سے تھامسن بہت ڈرتا تھا چند دن پہلے ہی تھامسن اس کے ہاتھوں پٹ چکا تھا۔ جیسے ہی تھامسن نے مکان میں داخل ہو کر ٹارچ روشن کی سامنے ہی مس ڈیانا کی تصویر دیکھی تو وہ سمجھا کہ مس ڈیانا کھڑی ہے۔ بس پھر کیا تھا اس نے ایک چیخ ماری اور ٹارچ اور تھیلا پھینک کر بھاگ کھڑا ہوا اور آئندہ کبھی وہاں سے نہ گذرا اس واقعے کے بعد اس نے اپنے ساتھیوں کے سامنے ڈینگیں مارنا چھوڑ دیں۔

راحت صلاح الدّین منگھوپیر روڈ کراچی۔

ٹم ٹم ایک بے وقوف شخص تھا خالہ کمُ کوُں سے اکثر اس کی ان بن رہتی ایک دن ٹم ٹم خالہ کم کوُں کے گھر کے قریب آئے اور اندر داخل ہونے کے لئے راستہ تلاش کرنے لگے ایک کھڑکی کھلی دیکھ کر ٹم ٹم میاں خوش ہو گئے اور کھڑکی کے ذریعے اندر داخل ہو گئے دراصل ٹم ٹم میاں نے خالہ کمُ کوں کو ڈرانے کا پروگرام بنایا تھا اور اس کے لئے تو انہوں نے چوروں جیسا حُلیہ بنا ڈالا تھا!

خیر صاحب! ٹم ٹم میاں دبے پاؤں آگے بڑھے اور ٹارچ کو سیدھا کر کے ٹارچ کو آن کر دیا جیسے ہی ٹارچ کی روشنی سامنے پڑی وہ چیخ مار کر کھڑکی کی طرف بھاگے دراصل وہ خالہ کمُ کوں کی بڑی بہن کی تصویر تھی جو جوڈو کراٹے کی ماہر تھی۔ چیختے چلاتے ٹم ٹمُ میاں کھڑکی سے ہی باہر کود گئے اور پھر یہ جا وہ جا۔ ٹم ٹم میاں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ وہ ایک تصویر تھی جس میں ایک خاتون غصے میں کھڑی تھیں۔

ٹم ٹم میاں خالہ کمُ کوں کو ڈرانے آئے تھے لیکن خود ڈر کر بھاگ گئے۔

شفقت علی ٹیپو بازار کاموکی

ہیرا اپنے ملک کا سب سے بڑا چور تھا وہ اپنے کام میں ماہر تھا اس لئے جہاں کہیں بھی چوری کرتا تو اس آدمی کو پہلے اطلاع دے دیتا تھا۔ وہ شخص لاکھ انتظام کرتا مگر ہیرا چوری کر کے لے جاتا تھا ہیرا کی بس ایک ہی کمزوری تھی وہ تھی اس کی بیوی وہ اپنی بیوی سے بڑا ڈرتا تھا۔ کیونکہ اس کی بیوی بڑی موٹی اور طاقت ور تھی اور ہیرا کی چوری کرنے پر اکثر پٹائی کرتی تھی۔ اس بار ہیرا نے سیٹھ جنید کے گھر ڈاکہ ڈالنے کا سوچا اور پھر اس نے سیٹھ جنید کو ایک اطلاعی خط

لکھا کہ وہ اس کے گھر ڈاکہ ڈالنے آئے گا. جب سیٹھ جنید کو یہ خط ملا کہ ہیرا ۱۱ تاریخ کو اس کے گھر چوری کرنے آئے گا. وہ بہت گھبرایا کیونکہ ہیرا ایک نامی گرامی چور تھا اور وہ اس کے کئی سیٹھ ساتھیوں کے گھر صاف کر چکا ہے۔ سیٹھ جنید ایک سمجھدار آدمی تھا چنانچہ اس نے حالات سے خود نپٹنے کا فیصلہ کیا اور اس نے ہیرا کے متعلق معلومات اکٹھی کرنا شروع کر دی اور پھر جب اسے پتہ چلا کہ ہیرا اپنی بیوی سے بہت ڈرتا ہے تو اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی. چنانچہ اس نے اپنی ترکیب کو عملی جامہ پہنانے کا فیصلہ کر لیا.

رات کے گیارہ بجے تھے ایک سایہ سیٹھ جنید کی کوٹھی کے باہر کھڑا تھا جو یقیناً ہیرا تھا ہیرا نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اس نے کوٹھی کے پائپ پر چڑھنا شروع کر دیا. وہ حیران تھا کہ سیٹھ جنید نے پولیس کو کیوں نہیں بلوایا اور پھر وہ خود ہی اِس سوال کا جواب سوچنے لگا شاید وہ مجھ سے ڈر گیا ہو اور پھر اس نے خیال کیا ہو گا کہ ہیرا تو پولیس کی موجودگی میں بھی چوری کر جاتا ہے تو اس لئے اس نے ڈر کے مارے خود ہی رقم اُس کے حوالے کرنے کا فیصلہ کر لیا ہو گا انہیں خوش کُن خیالات کے ساتھ وہ پائپ کے ساتھ والی کھڑکی کے قریب جا پہنچا کھڑکی اندر سے کھُلی ہوئی تھی اور وہ اندر داخل ہو گیا وہ سوچنے لگا کہ قدرت آج بڑی مہربان ہے کھڑکی بھی کھُلی ہوئی ہے اس نے اپنی ٹارچ آن کی اور اپنے تھیلے کو سنبھالا اِدھر اُدھر ٹارچ گھمائی اچانک اُس کی نظر سامنے پڑی. ہیرا اپنی بیوی سے اتنا خوفزدہ تھا وہ اس تصویر کو سچ مچ کی سمجھ بیٹھا تھا اور پھر ہیرا کی ٹارچ کی روشنی بھی بہت کم تھی خوف سے وہ ایسا بھاگا کہ اُس کی ٹارچ کہیں تھی اور وہ خود کہیں تھا.

دراصل جب سیٹھ جنید کو پتہ چلا کہ ہیرا اپنی بیوی سے بے حد خوفزدہ ہوتا ہے تو انہوں نے ہیرا کو بھگانے کے لئے یہ ترکیب سوچی کہ ہیرا کی بیوی کی ایک بڑی سی تصویر اپنے بیڈروم میں رکھوا دی.

و مصباح فاطمہ ، اسلام آباد	و محمد سلیم، سرفراز کالونی، حیدر آباد	و غلام محمد، منگھوپیر روڈ ، کراچی
و مرزا عادل بیگ، گاڑی کھاتہ، حیدرآباد	و اعجاز علی کانجو، ٹھاروشاہ، نواب شاہ	و محمد اعجاز میر، ائیرپورٹ ، کراچی
و عبدالرشید، سمن آباد ، فیصل آباد	و عارف عثمان پاشا، حسین آباد، کراچی	و سیدہ فاطمہ عظمت، نارتھ ناظم آباد، کراچی
و منظور احمد، شیر شاہ کالونی ، کراچی	و شہزاد قادری، لٹن روڈ، کوئٹہ	و فاروق حیدر سومرو، ٹھاروشاہ، نوابشاہ
و نسیم احمد، سرایکس انسٹیٹوٹ، گجرات	و اسماء رئیس، پی آئی بی کالونی، کراچی	و شہزاد اقبال، کوہاٹ روڈ، پشاور
و ریحانہ حفیظ، شاہی بازار، مٹیاری	و عظمیٰ کاردار ، مقام کا نام نہیں لکھا	و عاشی، ملت آباد ، حیدر آباد
و ناجیہ عثمانی ، ایف بی ایریا، کراچی	و اکرم اقبال، کینٹ بازار، کراچی	و ذوالفقار علی، کھوکھراپار ، کراچی
و ریاست محمود، سرائے صالح ، ہری پور	و ثمرین بنیاد، لطیف آباد، حیدر آباد	و صائمہ ولی ، کورنگی ، کراچی

وعمران نوشاد، تحصیل روڈ، ہری پور وشازیہ سلطانہ، لال مارکیٹ، نیو کراچی وکاشف ریاض، بیگم پورہ، لاہور
وسہیل احمد، گلشن اقبال، کراچی واظہر احمد کنول، شاہ تاج مل، وعائشہ، فقیر کا پڑھ، حیدرآباد
وحسن رفیق زبیری، نارتھ ناظم آباد، کراچی منڈی بہاؤالدین ومحمد انجم مبین، محلہ شبشاہ، ڈیرہ اسماعیل خان
ومونا شیخ، سیٹزن سوسائٹی، حیدرآباد وامین صدرالدین، گلبہار، کراچی وجنید احمد، سٹلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی
وہمایوں بشیر، الیف ۱۰/۴، اسلام آباد وعاصمہ قیوم شیخ، فیڈرل بی ایریا، کراچی وطارق عزیز، عزیب آباد، نواب شاہ
وشاہد حسین، شہباز کالونی، بدین ومعصومہ نقوی، کراچی ومنیر احمد فاضل، برڈووڈ روڈ، لاہور
وکاشفہ صارمہ عنبرین، گلشن اقبال کراچی وعالیہ شہزادی، محلہ خواجگاں، گوجرخان وشاہد فیروز، محبوب حق، گوجرانوالہ
وکاشف عباس، ماڈل کالونی، کراچی وعمران حیدر، ڈالمیا، کراچی وجواد مصطفیٰ، یوسف آباد، مردان
وعظمیٰ عقیل فاروقی، میانی روڈ، سکھر وسیما عروج صدیقی، ناظم آباد، کراچی ونجمہ شاہین، ماڈل اسکول، بدین
وعزیز اقبال، مقام کا نام نہیں لکھا وسہیل ندیم کیانی، گرین ٹاؤن، کراچی وفہد شیخ، جی او آر کالونی، حیدرآباد
وغلام مرتضیٰ، وحدت کالونی، حیدرآباد وعظمیٰ مختار، پولیس لائن، ایبٹ آباد ومحمد احمد شیخ، گلشن اقبال، کراچی

وارشد الہدیٰ، قصبہ کالونی، کراچی والیس ایم شہاب، لیاقت آباد، کراچی ومحمد سعید گلاب، کورنگی، کراچی
ومیناولی، آریہ محلہ، راولپنڈی وکے ایم خالد، پیپلز کالونی، فیصل آباد وارم ناز، مقام کا نام نہیں لکھا۔
ونازیہ رمضان، کھارادر، کراچی وشکیل احمد میمن، بھریار روڈ، سندھ وزاہدہ اسلم، خداداد کالونی، کراچی
وعدنان اقبال، مقام کا نام نہیں لکھا وعلی شیر خان، ریگی، ضلع پشاور واحمد جمال، مقام کا نام نہیں لکھا۔
وعدیل اسلم، سٹلائیٹ ٹاؤن، گوجرانوالہ وجمال الدین، اورنگی ٹاؤن، کراچی وسجاد حبیب، لیاقت آباد، فیصل آباد
وثاقب مسعود، بلال ٹاؤن، جہلم وعلی پرویز، الیف ۲/۱۰، اسلام آباد وعبدالقدیر، ملیر ہالٹ، کراچی
وشہر بانو احمد، کراچی وطاہرہ مبین، فیصل کالونی، کراچی وکاشف حسین، گارڈن ٹاؤن، لاہور
وسید محمد رضا، لطیف آباد، حیدرآباد ومحمد اعجاز خان، ایل ایم سی کالونی، جامشورو وثمرین عثمان، مقام کا نام نہیں لکھا
واحسان الٰہی، حسن ابدال، ضلع اٹک وعاصمہ حمید اللہ، کوئٹہ وخرم سعید بیگ، لیاقت آباد، کراچی۔
وقریش عاشق، صدر بازار، حیدرآباد ومہوش رفیع، پٹارو، حیدرآباد وسید نجم احمد، لیاقت آباد، کراچی۔
ومحمود الحسن، بلدیہ ٹاؤن، کراچی ونوشین سرور، دھرم پورہ، کراچی وعمران شکیل، اورنگی، کراچی
ونرگس، بلدیہ ٹاؤن، کراچی وسید اشعر اشرف، نارتھ ناظم آباد، کراچی وشوکت علی، بھریار روڈ، نوابشاہ
وجاوید اقبال، جام نگر، کراچی وشاہد اداکس، شام نگر، لاہور وعبداللطیف موسیٰ، میٹھادر، کراچی

و شازیہ فاروق، نارتھ ناظم آباد، کراچی
و سید نعیم الحق، سیکٹر ۸، نارتھ کراچی
و محمد علی، گلبہار، کراچی
و شہزاد علی، صرافہ بازار، ساہیوال
و زہرا احمد یونس، ناظم آباد، کراچی
و محمد ندیم، عنبر آباد، کراچی
و آفتاب ڈومکی، مین روڈ، کندھ کوٹ
و کرم دین، منڈی فاروق آباد
و سلیم جان، مروت، بنوں شہر
و مزمل الرحمن، ایف بی ایریا، کراچی

و مہیندر کمار، مقام کا نام نہیں لکھا
و عامر الٰہی، فیڈرل بی ایریا، کراچی
و عبدالواحد، ماڈل اسکول، بدین
و سہیل احمد، گلشن اقبال، کراچی
و منظور اخوند، حیدر آباد
و امینہ یونس، ناظم آباد، کراچی
و رابعہ ملک، بالی والا تالاب، لاہور
و محمد خلیل الرحمن، گلستان کالونی، فیصل آباد
و الیاس اختر، لطیف آباد، حیدر آباد
و قادر شاہ نیازی، ملیر کالونی، کراچی

و محمد نعیم اقبال، کھارادر، کراچی
و رفیق احمد لادہ، ضلع چکوال
و وقار احمد تربیلہ ٹاؤن شپ، ہری پور
و رائے عاصم رحمن، ماڈل ٹاؤن، لاہور
و عادل شکیل، عزیز آباد، کراچی
و ہما خان، سرفراز کالونی، حیدر آباد
و امجد علی ہاشمی پی آئی بی کالونی، کراچی
و ثروت صبا، دستگیر، کراچی
و نوید مصطفےٰ، ٹھاروشاہ، ضلع نواب شاہ
و کاشف عباس، ماڈل کالونی، کراچی۔

اھرام مصر

قاہرہ میں اہرام مصر واقعی دیکھنے کی چیز ہے۔ یہ اہرام دراصل فرعونوں کی قبریں ہیں۔ بادشاہ خوفو کا مقبرہ سب سے بلند ہے۔ اس کی بلندی ۱۴۷ میٹر ہے۔ سیاحوں کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اہرام کی بلندی تک پہنچ سکیں مگر مصر کی حکومت نے اس پر پابندی لگا رکھی ہے۔ اہرام کے اندر خوفو کے مقبرے تک ایک سرنگ جاتی ہے۔ اس سرنگ میں سرنگوں ہوکر جانا پڑتا ہے۔ دس پندرہ برس پہلے ایک مصری بازی گر فید بھاگتا ہوا پانچ منٹ بتیس سکنڈ میں خوفو کے مقبرے کی انتہائی بلندی تک جا پہنچا تھا۔ پہلی مرتبہ جب وہ برق رفتاری سے اہرام کی چوٹی تک پہنچا تھا۔ تو اُس وقت اُس کی عمر چھبیس سال کی تھی اور اُسے بڑی شہرت حاصل ہوئی اور وہ ایک زمانے تک غیر ملکی سربراہوں کی آمد پر کرتب دکھایا کرتا تھا۔ اُس نے یہ کرتب صدر ناصر، نہرو، سوئیکارنو، چواین لائی، خروشیف اور شاہ فیصل مرحوم کے سامنے بھی پیش کئے۔ خروشیف نے فید کو سونے کی گھڑی مارشل ٹیٹو نے سونے کا سگریٹ کیس شاہ فیصل مرحوم نے اُسے ایک ہزار مصری پونڈ انعام میں دیئے۔

جوابات

۱۰ چیلنج پزل

خاص نمبر ۸۷ء کے ساتھ بطور تحفہ دی جانے والی پزل بک کے متعلق ہم نے اعلان کیا تھا کہ درست جوابات ارسال کرنے والے ۲۰ شرکاء کو خوبصورت انعامات دیئے جائیں گے، اس کے جواب میں ہمیں بہت سارے حل موصول ہوئے، لیکن کسی بھی ساتھی کے تمام جوابات درست نہ تھے، ۸ ساتھیوں نے ایک غلطی کی انہیں انعامات روانہ کئے جارہے ہیں ـــــ اور پزل بک کے پہلے دس معموں کے جوابات کے ساتھ اس مقابلے میں شریک ہونے والے ساتھیوں کے نام بھی شائع کئے جارہے ہیں۔

انعامات حاصل کرنے والے ساتھی

ملک شہزاد مظفر، چک لالہ، راولپنڈی
گوشی ثاقب، سی بلاک، اوکاڑہ
مونا شیخ، سیٹزن سوسائٹی، حیدرآباد
جاوید نذیر، اسٹیل ٹاؤن، کراچی
محمد زبیر خان، فیروزپور روڈ، لاہور
فرحان بشیر، ہائی کورٹ سندھ، کراچی
صباحت نذیر، نشتر روڈ، ملتان
عائشہ رحمٰن میمن، ڈرگ کالونی، کراچی

جوابات

(۱)

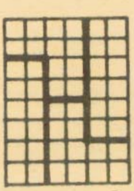

(۲) ۲۹ مثلثیں

(۳) شکل نمبر ۲

(۴) سب سے لمبا درخت ۸
اور سب سے چھوٹا درخت ۴

(۵) ۲۴ اینٹیں۔

(۸) "سی" سے "کے" تک اور "پی" سے "ایچ" تک

(۶)

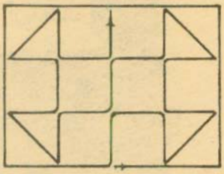

(۹) ۴۰ مربع

(۷)

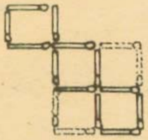

(۱۰) "جی" مشابہ ہے ۔

مقابلے کے شرکاء

شگفتہ نعیم، صادق آباد، راولپنڈی
زاہد غنی، مین بازار، نارووال
شہزاد علی، صرافہ بازار، نارووال
طیبہ شیر زمین، مردان
شرجیل احمد پاشا، الف بی ایریا، کراچی
آصف عبدالرؤف، رامسوامی، کراچی
محمد وسیم خان، ملکانی لین، حیدرآباد
ظفر ایوب، لانڈھی، کراچی
فیض الرحمٰن، میرپور، آزاد کشمیر
ثمینہ رشید، شیر شاہ، کراچی
نصیر النور ہمایوں، جوہر آباد، ضلع خوشاب
نظیف اللہ خان، عامر کالونی، اوکاڑہ،
فیصل ندیم، پی، ای، سی، ایچ، ایس، کراچی

صفورا اختر، انجنیئرنگ یونیورسٹی، لاہور،
رانا عبدالراشد، فیڈرل بی ایریا، کراچی
محمد اسد الرحمٰن، پی آئی بی کالونی، کراچی
اختر محمود، پانڈک، ہری پور
ثمینہ زہرا، لال بنگلہ، خیرپور میرس
بابر ادریس، نارتھ ناظم آباد، کراچی
عبدالناصر، عثمان والا، قصور
بدرالدجیٰ قاضی، بہادر آباد، کراچی
محمد سمیع، مین بازار، کھاریاں،
علی رضا، کالا بورڈ، کراچی
فاطمہ عباس، عزیز آباد، کراچی
کاشف ریاض، مولا بخش روڈ، لاہور
عقیل احمد خان، ملیر کراچی

سید شاہد بخاری، شہباز کالونی، بدین
زاہد احمد، صابری کالونی، اوکاڑہ
اشعر اشرف، نارتھ ناظم آباد، کراچی
معاذ بن خالد، سعود آباد، کراچی
شمس الز ، ملتان روڈ، لاہور
سید واحد علی، لیاقت آباد، کراچی
محمد صدیق، گارڈن روڈ، کراچی
شیبا عباس، شریف نگر، کراچی
ظفر میر، بلدیہ ٹاؤن، کراچی
اشرف جاوید، صمد پورہ، اوکاڑہ
نثار احمد، ستارہ کالونی، لاہور
پرکاش کمار، ہمدرد لائبریری، شہدادکوٹ
التمش راٹھور، گجرات

نواب علی، جناح روڈ، سانگھڑ،
موہن لال، ٹھونگو، میر پور خاص
امجد علی، منڈی بہاؤالدین، گجرات
حمیرا ترمذی، ملیر، کراچی،
عائشہ، میاں چنوں، ضلع خانیوال،
ملک شہاب الدین، ہائی اسکول،
جاوید حیدر شاہ، سٹلائٹ ٹاؤن، لاہور
عاصم لطیف، ماڈل ٹاؤن، لاہور،
عابدہ ملک، جلال مسجد، ملتان
سعیدہ زکریا، سرور روڈ، لاہور
محمد طارق، سرور شہید چوک
سرفراز احمد، مدنی آباد، کراچی،
عمران مشتاق، کول مائن، کوئٹہ،
سعدیہ رحمٰن، الف۔ بی ایریا، کراچی
نثار احمد، چمن بازار، کنڈیارو
سید امتیاز احمد، النور سوسائٹی، کراچی
راشد احمد، لطیف آباد، حیدرآباد
جواد خان، ٹنڈوالہ یار، سندھ
آصف حسین، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور
محمد جمیل، سرور شہید چوک، مظفر گڑھ
ثروت صبا، دستگیر، کراچی
مظفر گڑھ، اشفاق حاجی، کھارادر، کراچی
محمد عارف قریشی، ہائی اسکول، سکھر
حسن یعقوب، کھڈہ، کراچی
محمد شکور، لطیف آباد، حیدرآباد

سلمان حیدر، نیول کالونی، کراچی
محمد عمران اکرم، سانده خورد، لاہور
مبشر عمر، جوبلی سینما، کراچی
شاہ رُخ سعید، علی اکبر اسکوائر، کراچی
غلام محمد، پاک کالونی، کراچی
زاہد سلیم درّانی، محلہ سادات، بنوں
شازیہ حیدر، آرمی برن ہال، ایبٹ آباد
نصرت اقبال، اتحاد کالونی، ملتان
نجیب الدین محمد، یونیورسٹی کیمپس، پشاور
افشاں اختر، گوالمنڈی، راولپنڈی
ظفر اقبال، ہائی اسکول، مظفر گڑھ
جاوید الحق، دھاڑی، پنجاب
محمد فیصل بشیر، ہیرآباد، حیدرآباد
نیاز حسین تبسم، دھریالہ جالب، جہلم
سید تنظیم عباس، دھمیال روڈ، راولپنڈی
اللہ دتہ عطیل، کوٹ گوہر محمد، ضلع خانیوال
یاروزمان، لطیف آباد، حیدرآباد
انور علی انصاری، لال مارکیٹ، نارتھ کراچی
کاشف صمد، سیکٹر ۵ ڈی، نارتھ کراچی
وسیم احمد، ایئرپورٹ، کراچی
نازیہ رمضان، کھارادر، کراچی
نیر توحید، شاہ جمال روڈ، شیخوپورہ
پاکیزہ بتول، فیڈرل بی ایریا، کراچی
رضیہ، اقرا اکیڈمی، ٹنڈو محمد خان،
ذاکر حسین میمن، میمن اسٹور، کنری

جنید احمد، سٹلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی
صائمہ طاہر، نزد گھنٹہ گھر، پشاور
آصف حسین، ملیر کالونی، کراچی
عظمت رحمٰن، محلہ قریشیاں، پشاور
شہزاد النور، کیسرج کالونی، راولپنڈی
رضوان الرحمٰن صدیقی، سوامی نگر، لاہور
عائشہ صدیقہ، اردو بازار، گوجرانوالہ
منصب خان، چوک فوارہ، اٹک سٹی
سید طیب شاہ، شیر شاہ کالونی، کراچی
عادل شکیل، عزیز آباد، کراچی
مدثر مقصود، لیاقت آباد، کراچی
عبدالرشید، غریب محلہ، حاصل پور
شازیہ خان، لطیف آباد، حیدرآباد
ایاز احمد، ایم سی ہائی اسکول، لیہ
وجیہہ اویس، نیو کٹاریاں، راولپنڈی
مسرت جبین، اقبال نگر، فیصل آباد
محمد عمران حبیب، فاطمہ جناح کالونی، کراچی
سعدیہ محمود، چشمہ بیراج، میانوالی
نعیم الحسن انصاری، پاور ہاؤس، کراچی
شیخ افتخار بابر، ہائی اسکول کالیکی، حافظ آباد
فرزانہ ارم ناز، کھائی روڈ، حیدرآباد
مہتاب گل، سید پوری گیٹ، راولپنڈی
سجاد حبیب، آئس فیکٹری، حیدرآباد
سیدہ تابندہ سحر، لطیف آباد، حیدرآباد
شمس العارفین، کھوکھرا پار، کراچی

گلزار احمد، وحدت کالونی، حیدرآباد
فیصل یونس، ناظم آباد، کراچی
بشارت علی، جیلانی روڈ، سکھر
ابراہیم چوہان، ہائی اسکول، روہڑی
شرجیل خان، ماڈل کالونی، کراچی
دانش منور، لانڈھی، کراچی
شاندانہ امان، لالہ زار، واہ کینٹ
راحیلہ تسلیم، باغبان محلہ، ملتان
نیلا تسلیم، باغبان محلہ، ملتان
حیدر رضا، نیول ڈاکیارڈ، کراچی
فاروق حیدر، سرمرو محلہ، ٹھارو شاہ
منیر احمد فاضل، برانڈرتھ روڈ، لاہور
اعظم عقیل فاروقی، میانی روڈ، سکھر
عبدالروف بدر، گارڈن، کراچی
نازیہ ادریس، منڈی فاروق آباد پنجاب
اسمٰعیل عثمانی، تھانہ روڈ، کندھ کوٹ
فوزیہ اختر علی، میرپور، آزاد کشمیر
محمد اکرم، اقبال کالونی، فیصل آباد
فریدہ بی بی، محمود آباد، کراچی
سید اشتیاق احمد، ملیر کالونی
فرخ محمود، لطیف آباد، حیدرآباد
ملک ابرار احمد، اسلم مارکیٹ، واہ کینٹ
راشد انوار، ڈیرہ اسمٰعیل خان،
طیبہ چوہدری، ہائی اسکول، میاں چنوں
تابندہ ریاض، باغبان پورہ، لاہور

طارق عزیز، غریب آباد، نوب شاہ
ہمایوں بشیر، ایف/۸، فور، اسلام آباد
جاوید اقبال، ڈھوک منگٹال، راولپنڈی
سید محمد علی، گلبہار، کراچی
رسول بخش، رحیم کا تیار، ٹنڈو محمد خان
عفت بیگم، ہائی اسکول، ڈیرہ غازی خان
کنول کلیم، طارق آباد، راولپنڈی
محمد انجم آرائیں، جناح روڈ، سانگھڑ
عاصمہ شفیق، واہ کینٹ
سید نعیم الحق، نارتھ کراچی
عبدالرشید، سمن آباد، فیصل آباد
محمد سلام، کورنگی، کراچی
عارف امیر، عزیز آباد، راولپنڈی
مدیحہ نصیر، اقبال ٹاؤن، لاہور
مولابخش، ملیر، کراچی
عمران شفیع، ناظم آباد، کراچی
رضا مہدی، کورنگی، کراچی
ایوب ذوالفقار، گلبرگ، لاہور
عمران نوشاد، ہری پور، ہزارہ
ضیاء اللہ، بابا خیل، مالاکنڈ ایجنسی
ثاقب مسعود، بلال ٹاؤن، جہلم،
نوید گل، کرتار پورہ، راولپنڈی
محمد اعظم بلوچ، ملیر کالونی، کراچی
نازمین بانو، گرین ٹاؤن، کراچی
ارشد الہدیٰ عادل، قصبہ کالونی کراچی

عادل منظور، ہائی اسکول، سانگھڑ
محمد قاسم، لعل محمد روڈ، کراچی
تکیل احمد، ہائی اسکول، کہوٹہ
محمد علی، لیاقت مارکیٹ، کراچی
سلمان زیب، سمندری روڈ، فیصل آباد
خرم آفتاب، لسبیلہ، کراچی
نظر محمد، دولت پور، مورو
محمد عرفان، سٹلائیٹ ٹاؤن، میرپور خاص
مالی، جونیئر پبلک اسکول، گوجر خان
ذاکر الدین، لیاقت مارکیٹ، کراچی
ادریس، قلعہ گوجر سنگھ، لاہور
حاجرہ رحمٰن، ایبٹ آباد
عمران تکیل، اورنگی ٹاؤن، کراچی
شہزاد سعید، لیاقت آباد، کراچی
شکیلہ قریشی، مقام کا نام نہیں لکھا،
شازیہ زہرا، فیڈرل بی ایریا، کراچی
عابد حسین، صادق آباد، راولپنڈی
ثوبیہ اسلام، ہائی اسکول، ایبٹ آباد
بشیر احمد قائم خانی، کنڈیارو، سندھ
سیدہ ثروت نقوی، نارتھ ناظم آباد، کراچی
نعیم حاجی اقبال، کھارادر، کراچی
محمد فیصل، ماڈل کالونی، کراچی
کاشف سعید خان، صدر، کراچی
فرحت یعقوب، جوڑیا بازار، کراچی
سلطان بشیر، جی/۶ فور، اسلام آباد

ننھے ہاتھ نئی تحریریں

تین دوست

مرسلہ: سید جاوید حیدر شاہ، راولپنڈی

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کہانی سُنائی کہ ایک شخص کے تین دوست تھے وہ مَرنے لگا تو ایک دوست کو بُلا کر پُوچھا کہ اِس مُشکل وقت میں تم میری کیا مدد کر سکتے ہو۔ اُس نے کہا! میں عُمر بھر آپ کی خدمت کرتا رہا لیکن اب بالکل بے بس ہوں اور موت کو کسی طرح نہیں روک سکتا پھر دوسرے کو طلب کیا وہ کہنے لگا میں اِس مُشکل وَقت میں صرف اتنا ہی کر سکتا ہوں کہ مَرنے کے بعد آپ کو نہلاؤں نیا کَفن پہناؤں خُوشبوئیں بَساؤں جَنازَہ اُٹھاؤں کسی عُمدہ جگہ قبر کُھدوَاؤں اور دَفنَانے کے بعد قبر پر پُھول چَڑھا کر واپس جاؤں اِس کے بعد تیسرے کو بُلایا، وہ کہنے لگا آپ فکر نہ کریں میں موت کے بعد آپ کا ساتھ دوں گا۔ قبر میں آپ کے ہمراہ جاؤں گا اور جب آپ قیامت کے دِن قبر سے نکلیں گے تو آپ کے ساتھ ہوں گا پَہلے کا نام "مال" دُوسرے کا نام "عَیال" اور تیسرے کا نام "اَعمال" ہے۔

جادو کی ہنڈیا

مرسلہ: سیدہ فاطمہ مسعود، راولپنڈی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک غریب عورت اپنے بیٹے کے ساتھ چھوٹے سے گھر میں رہتی تھی۔ اُن کے پاس صرف ایک گائے تھی جو بہت کم دودھ دیتی تھی۔ وہ عورت اکثر ایک بنیئے سے قرض لیتی تھی۔ ایک دفعہ اُس بنیئے نے اپنا سارا قرض واپس مانگا اور ہفتے کی مہلت دی۔ عورت نے اپنے بیٹے سے کہا کر وہ اگلے دن اپنی گائے بیچ کے آئے گا۔ لڑکے کو تو دکھ بہت ہوا مگر کیا کرتا۔ اگلے

دن وہ گائے لے کر بازار کی طرف چل پڑا۔ ابھی وہ آدھے راستے پر تھا۔ کہ اُسے ایک بونا آدمی ملا۔ اُس نے گائے خریدنے کی پیش کش کی اور اس کے بدلے مٹی کی بنی ہوئی ہنڈیا دی۔ پہلے تو لڑکا گھبرایا لیکن جب آدمی نے بتایا کہ یہ ہنڈیا جادو کی ہے۔ تو وہ مان گیا جب عورت نے پیسوں کی جگہ موٹی بھدی ہنڈیا دیکھی تو وہ بہت غصے میں آئی۔ اور لڑکے کو مارنے لگی۔ جب وہ مارتے مارتے تھک گئی تو رونے لگی۔ لڑکے کو اُس آدمی پر اعتبار تھا۔ اُس نے ہنڈیا کو جیسے ہی آگ پر رکھا ہنڈیا بولی "کھی، کھی میں جا رہی ہوں" لڑکا بولا "کہاں جا رہی ہو؟" ہنڈیا بولی بنیئے کے باورچی خانے میں تھوڑی دیر بعد ہنڈیا واپس آگئی، لیکن وہ اب خالی نہیں تھی۔ اب وہ مختلف کھانوں سے بھری ہوئی تھی۔ عورت نے کھانا کھانے کے بعد بڑبڑانا شروع کر دیا "اس نے آج کھانا تو لادیا" لیکن پھر کیا ہوگا۔ ہنڈیا بولی "کھی، کھی میں جارہی ہوں" لڑکے نے پوچھا "کہاں؟" ہنڈیا بولی "بنیئے کے گودام میں" کچھ دیر بعد ہنڈیا سبزیوں سے لدی واپس آگئی۔ عورت نے اُن سب سبزیوں کو الماری میں رکھ دیا۔ کچھ دیر بعد عورت نے پھر بڑبڑانا شروع کر دیا۔ یہ سب تو کچھ ہو گیا۔ مگر کپڑے، گھر کا خرچ کیا یہ سب کچھ ہو جائے گا؟ مگر کیسے؟ ہنڈیا بولی "کھی کھی میں جارہی ہوں" لڑکا بولا "کہاں؟" ہنڈیا بولی "بنیئے کی تجوری میں" تھوڑی دیر بعد ہنڈیا واپس آگئی ابھی وہ ہنڈیا کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اُسے چمنی میں سے آدمی کی چیخنے کی آواز سنائی دی، دراصل یہ بنیا تھا۔ جس نے ہنڈیا کو تجوری میں سے نکلتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ اور وہ اُس کے پیچھے چمنی تک آیا تھا، مگر موٹا ہونے کے باعث چمنی میں پھنس گیا تھا۔ لڑکے نے اس وعدے پر موٹے کو چمنی سے نکالا کہ وہ اس کی شادی اپنی بیٹی سے کر دے گا۔ اور لڑکے کی شادی ہو گئی، اور سب ہنسی خوشی رہنے لگے اب آپ ہنڈیا کے بارے میں پوچھیں گے۔ وہ غائب ہو گئی۔ مگر سب کو خوشحال کر کے۔

چیل اور چھچھڑا

احسن علی بیجو کراچی

جمعہ کا دن تھا۔ موسم سرد تھا ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی ہم لحاف اوڑھے خوابِ خرگوش کے مزے لے رہے تھے کہ اچانک امی کی آواز سوتے میں ہمارے کانوں سے ٹکرائی "احسن بیٹے اُٹھو صبح ہو گئی جاؤ بازار سے گوشت لے آؤ" اس کے ساتھ ہی امی نے ہمارے اوپر سے لحاف بھی اُتار دیا اب آپ ہی سوچئے کہ اس سرد موسم میں گرم گرم لحاف سے نکلنے کو کس کا جی چاہے گا اور وہ بھی صبح صبح مگر مرتے کیا نہ کرتے بادلِ نخواستہ امی کا حکم ماننا ہی پڑا اس لئے اُٹھ کھڑے ہوئے مُنہ ہاتھ دھویا امی سے پیسے لئے اور اپنے دوست احمد کے گھر کی جانب روانہ ہوئے۔ ہم نے اسے بھی اٹھایا اور دونوں بازار کی طرف گوشت لینے روانہ ہوئے۔ گوشت والے کی دکان پر پہنچے تو دیکھا کہ خریداروں کی ایک لمبی قطار لگی ہوئی ہے ہم سمجھے شاید یہاں واٹر بورڈ کے نلکے سے پانی آرہا ہے مگر جیسے ہی قریب پہنچے

تو پتہ چلا کہ یہ تو گوشت خریدنے والوں کی قطار ہے ہم بھی قطار کے درمیان کھڑے ہو گئے پہلے تو ایک موٹے تازے شخص نے ہماری اس حرکت پر ہمیں گھورا پھر آن کی آن ہمیں قطار سے نکال کر اس طرح پھینک دیا جیسے جاوید میانداد نے چھکا لگایا ہو اور گیند باؤنڈری کے باہر گری ہو ہمیں حیرانی اس لئے نہیں ہوئی کہ ہمیں اپنی حرکت کی سزا کا پہلے ہی علم تھا اسی لئے ہم کپڑے جھاڑتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور آہستہ آہستہ سوالیہ نظروں کے ساتھ قطار کے قریب پہنچ گئے اور اس مرتبہ ان صاحب کے پیچھے کھڑے ہوئے، لوگوں کو ہم پر ترس آیا، خاموش رہے اور کچھ نہ بولے تو ہماری ہمّت بڑھی خدا کا شکر ہے کہ اس مرتبہ جاوید میانداد کی نظر ہم پر نہیں پڑی ابھی ہمیں کھڑے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ ہماری رگِ شرارت پھر پھڑکی ہمارے آگے جاوید میانداد کھڑے تھے ہماری نظر اُن کی پگڑی پر پڑی یہ بوسکی کی دس گز لمبی پگڑی تھی جسے بڑے الوکھے انداز سے انہوں نے سر پر باندھا ہوا تھا ہم نے احمد کو اشارے سے بُلایا۔ جب وہ قریب آیا تو اس کے کان میں آہستہ سے کہا کہ دکان سے دو تین چھچھڑے لے آؤ اس نے پہلے تو مجھے حیرت سے دیکھا پھر بولا کیوں احسن کیا کوئی نئی شرارت سُوجھی ہے" اور میں نے اشارتاً اسے چُپ رہنے کو کہا اور کہا کہ تم لے تو آؤ۔ احمد چھچھڑے لے آیا تو میں نے وہ چھچھڑے لنگی ہوئی پگڑی پر چپکا دیئے۔

وہ صاحب اپنے نمبر پر گوشت لے کر چلے تو جلدی سے ہم دونوں بھی اپنا اپنا گوشت لے کر پیچھے ہو لئے ابھی کچھ دُور ہی گئے ہوں گے کہ اوپر ایک چیل منڈلاتی نظر آئی شاید اس نے پگڑی پر چپکے چھچھڑے دیکھ لئے تھے۔ پھر کیا تھا موقع پاتے ہی ایسا جھپٹا مارا کہ چھچھڑوں کے ساتھ پگڑی بھی لے اُڑی۔ چھچھڑے چیل کے پنجوں میں تھے اور پگڑی پتنگ کے دُم چھلّے کی طرح ہوا میں اُڑ رہی تھی اُن صاحب کا حیرت اور غصے سے بُرا حال تھا دانت پیس کر رہ گئے کرتے بھی کیا ہمیں گھور کر رہ گئے۔

مگر شامتِ اعمال جو آئی تو گھر پر یعنی وہ ہم سے پہلے ہمارے گھر جا کر شکایت کر چکے تھے اس کے بعد ابّو نے جو حالت ہماری بنائی آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں اب آپ پوچھیں گے کہ وہ صاحب کون تھے میں آپ کو بتانے دیتا ہوں وہ صاحب میرے ابّو کے پرانے دوست انسپکٹر جمیل تھے۔

غریب ناول نگار

مرسلہ: عبدالصبور بابر۔ منڈی حاصل پور

یہ دنیا حادثات و واقعات کا مجموعہ ہے یہاں رہتے ہوئے انسان کو مصائب و تکالیف سے نبرد آزما ہونا ہی پڑتا ہے۔ کامیابی و کامرانی مایوسیوں کے سمندر میں ڈوبے رہنے یا اپنے آپ کو اندھیروں میں

جکڑے رہنے سے حاصل نہیں ہوتی۔ ہمت تو یہ ہے کہ اس ابلتے اور مصائب سے پُر دنیا کے میدان میں بے خوف وخطر اور ایک نئے ولولے کے ساتھ کود پڑو۔ پھر دیکھو کامیابیاں تمہارے قدم چومتی ہیں یا نہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ لندن میں ایک نوجوان کے دل میں ادیب بننے کی خواہش پیدا ہوئی۔ لیکن حالات اُس کے مخالف تھے وہ پرائمری سے آگے تعلیم حاصل نہ کر سکا۔ اس کا باپ بہت غریب تھا جو قرض ادا نہ کرنے کے جُرم میں جیل خانے جا چکا تھا۔ اس نوجوان کو اکثر فاقے کرنے پڑے۔ آخر کار اُسے ایک چھوٹے سے کارخانے میں شیشیوں پر لیبل چپکانے کا کام مل گیا۔ وہ جس کمرے میں کام کرتا تھا۔ وہ کمرہ بہت ہی گندا تھا۔ وہ اپنے باقی ساتھیوں کے ساتھ ایک غلیظ کمرے میں رات بسر کرتا تھا اور کچھ نہ کچھ لکھتا رہتا تھا۔ وہ اس حد تک احساس کمتری کا شکار تھا۔ اس نے اپنا پہلا مسوّدہ چوری چھپے تیار کیا اور آدھی رات کے وقت پبلشر کو ارسال کیا تاکہ کوئی شخص اس کی ہنسی نہ اڑانے پائے۔ اس کی بیشمار کہانیاں رسالوں میں جگہ نہ پا سکیں آخر وہ عظیم دِن بھی آ پہنچا جب اس کی ایک کہانی پسند کر لی گئی۔ یہ ٹھیک ہے کہ اس کا معاوضہ نہ ملا لیکن یہ کیا کم تھا کہ ایک مدیر نے اس کی تعریف کی تھی اور اُس کی قابلیت کو تسلیم کر لیا تھا۔ اس میں اس قدر جذبہ، ولولہ اور جوش پیدا ہوا کہ اس کی آنکھوں سے مسرت کے آنسو بہتے رہے۔ اس کی ایک کہانی کی اشاعت سے اس کی جو حوصلہ افزائی اور قدردانی ہوئی اس نے اس کی ساری زندگی کو بدل دیا اور پھر وہ مسلسل لکھتا رہا۔ اس غلیظ کمرے میں جہاں وہ کام کرتا تھا رات بھر نیند نہیں آتی تھی اس نے ہمت نہ ہاری آخر کار وہ کامیاب ہو گیا پھر اس نے بڑا نام پیدا کیا۔ شاید آپ نے بھی اس لڑکے کا نام سنا ہو گا۔ عالمگیر شہرت یافتہ ناول نگار "

چارلس ڈکنز

جادوئی قلم

مرسلہ محمد ارشد صدیقی گلبہار کراچی

جاوید ایک خوبصورت سا لڑکا تھا۔ مگر پڑھائی لکھائی میں جاوید کا بالکل بھی دل نہیں لگتا۔ اِس وقت بھی وہ اپنی کلاس میں بیٹھا کاپی پر کارٹون وغیرہ بنا رہا تھا جب کہ مِس کلاس میں موجود تھیں اچانک مِس کی نظر جاوید پر پڑی جو کارٹون بنانے میں مصروف تھا۔ جاوید آپ کھڑے ہو جائیں اور بتائیں میں نے ابھی آپ لوگوں کو کیا سمجھایا ہے مِس نے غصّے سے بھرے لہجے میں

" جاوید گھبرا کر ڈیسک پر سے کھڑا ہو گیا اور ہکلاتے ہوئے بولا می۔مِم مِس۔ و۔وَہ میں۔ مس نے اپنی عینک دُرست کرتے ہوئے کہا اِدھر بیچ کلاس میں آکر مُرغا بن جایئے۔ جاوید

بُرے بُرے مُنہ بناتا ہوا بیچ کلاس میں مُرغا بن گیا. جاوید کو شرم تو بہت آ رہی تھی مگر مِس کا حکم ٹال بھی نہیں سکتا تھا تھوڑی دیر بعد انٹرول کی گھنٹی بجی تو جاوید کی جان چھُوٹی. مگر جاوید کو یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ انٹرول کے بعد حساب کی مِس ہوم ورک چیک کریں گی مگر میں نے کیا بھی نہیں ہے! جیسے تیسے کر کے اسکول کی چھُٹی ہوئی اور جاوید گھر پہنچا.

گھر میں معلوم ہوا کہ خالو جان کسی کام کے سلسلے میں آئے ہوئے ہیں اور چند دِن ٹھہریں گے خالو نے جب جاوید کو اُداس دیکھا تو پوچھا کیا بات ہے آج اسکول میں مار پڑی ہے کیا؟ جاوید نے کہا "نہیں خالو جان بات دراصل یہ ہے کہ مجھ سے اسکول کا کام نہیں کیا جاتا اور نہ سبق یاد ہوتے ہیں". یہ بات سن کر جاوید کے خالو جان نے ایک قہقہہ لگایا اور کہا "ارے یہ تو کوئی پرابلم ہی نہیں ہے."

"میرے پاس ایک جادوئی قلم ہے وہ میں تمہیں دے دوں گا اس طرح تمہیں اسکول میں مار بھی نہیں پڑے گی اور تم اچھے نمبروں سے اِمتحان میں پاس بھی ہو جایا کرو گے". جاوید نے جب یہ سُنا کہ خالو کے پاس جادوئی قلم ہے تو بہت خوش ہوا اور کہا "خالو مجھے وہ قلم ابھی دے دیجئے تاکہ میں ابھی سے اس سے کام کرنا شروع کر دوں" خالو جان نے مُسکراتے ہوئے کہا "جاوید بیٹا وہ قلم میں تمہیں کل صبح دے دوں گا مگر وہ قلم جس کسی کے پاس ہو اس کے لئے چند شرائط بھی ہیں" جاوید نے کہا "مجھے آپ وہ شرائط بتا دیجئے میں ان پر عمل کروں گا" خالو جان نے کہا پہلی شرط تو یہ ہے کہ جس کے پاس وہ قلم ہو وہ دِن میں ڈیڑھ گھنٹہ اپنے اسکول کی کتابیں اور مِس کا دیا ہوا سبق یاد کرے دُوسری شرط یہ ہے کہ وہ اسکول کی چھٹیاں بالکل نہ کرے اور تیسری اور آخری بات یہ کہ کلاس میں مِس جو کچھ پڑھائیں وہ غور کے ساتھ سُنے"

" اس قلم کو حاصل کرنے کے لئے یہ تین شرطیں طالب علم کو پُوری کرنا ضروری ہیں ورنہ وہ قلم بے کار ہو جائے گا". اگلے دن صبح جاوید نے خالو جان سے قلم لیا. سنہری رنگ کا چمکدار فاؤنٹین پین تھا دیکھنے سے ہی لگتا تھا کہ یقیناً بہت کراماتی ہے. اسی دِن سے جاوید نے گھر پر پڑھنا شروع کر دیا اور کلاس میں بھی دِل لگا کر پڑھتا اس طرح آہستہ آہستہ وہ کلاس کے ذہین لڑکوں میں شُمار ہونے لگا جب سالانہ امتحان کا نتیجہ نکلا تو جاوید اپنی کلاس میں فرسٹ آیا تھا. جاوید نے اپنے جادوئی قلم کو چوما اور ہیڈ مِس سے اپنی رپورٹ بُک لے لی اور خوشی خوشی گھر کی جانب جانے لگا. اس طرح وہی جاوید جو کلاس میں نکمّا تھا کلاس میں سب سے اچّھا پڑھنے والا بن گیا تھا.

○ طالبات قلمی دوستی کے لئے اپنی تصاویر نہ بھجوائیں ○ قلمی دوستی میں صرف اسکول کے طلباء شریک ہو سکتے ہیں۔

○ کوپن اور تصویر کے بغیر شرکت ممکن نہیں۔ ○ خراب تصاویر اور نامکمل کوپن قابل قبول نہ ہوں گے۔

نام ــــــــــ عمر ــــــــــ کلاس ــــــــــ

مشاغل ــــــــــ بڑے ہو کر کیا بننا چاہتے ہیں ــــــــــ

ــــــــــ اسکول میں پسندیدہ مضمون ــــــــــ

پتہ ــــــــــ

قلمی دوستی

آؤ ملائیں ہاتھ

منصور احمد ، پندرہ سال
جماعت نہم مشغلہ، کرکٹ کھیلنا
پسندیدہ مضمون ، انگلش
بڑے ہو کر فوجی بننا چاہتا ہوں

مکان نمبر ۸۹/ اے محمود آباد گیٹ ، ——— کراچی نمبر ۴

سہیل احمد جنجوعہ، تیرہ سال
جماعت ہشتم مشغلہ، خدمت خلق
پسندیدہ مضمون، ریاضی،
بڑے ہو کر بنک آفیسر بننا چاہتا ہوں

حاجی ملازم حسین، نئی آبادی، نزد جامع مسجد، کھیوڑہ، ضلع جہلم

زاہد محمود ، تیرہ سال
جماعت ہشتم مشغلہ، قلمی دوستی
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہو کر ملک کی خدمت کرنا چاہتا ہوں

اتفاق آباد، براستہ پیر محل، ——— ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

محبوب سبحانی، سولہ سال
جماعت، دہم مشغلہ، کتب پڑھنا
پسندیدہ مضمون، حساب
بڑے ہو کر انجنیئر بننا چاہتا ہوں

رحمت علی ڈپو ہولڈر، لائن پار، کاموں کے ضلع گوجرانوالہ

محمود ربانی انجم ، تیرہ سال
جماعت ہشتم مشغلہ، قلمی دوستی
پسندیدہ مضمون، معاشرتی علوم
بڑے ہو کر پائلٹ بننا چاہتا ہوں

ربانی پینٹش لائن، محلہ سلامت پورہ، کاموں کے، ضلع، گوجرانوالہ

محمد روف آرائیں، چودہ سال
جماعت، دہم مشغلہ، سائنسی مطالعہ
پسندیدہ مضمون، سائنس
بڑے ہو کر انجنیئر بننا چاہتا ہوں

قیوم کمیشن شاپ، آرائیں کالونی، کوٹ غلام محمد، تھرپارکر

جاوید اقبال، چودہ سال
جماعت نہم، مشغلہ، ہاکی کھیلنا
پسندیدہ مضمون، کیمسٹری
بڑے ہو کر اسکاؤٹ بننا چاہتا ہوں

نعید اردکاندار، مین بازار (پی ایل او) ـــــ کھوڑکیمپ

محمد رمضان خان، سولہ سال
جماعت ہفتم، مشغلہ، قلمی دوستی
پسندیدہ مضمون، سائنس
بڑے ہو کر سائنسدان بننا چاہتا ہوں

تھرمل کالونی نمبر ۱ کوارٹر نمبر ایف / ۴ ـــــ پرانا سکھر

زاہد علی، پندرہ سال
جماعت دہم، مشغلہ، سائیکل سواری
پسندیدہ مضمون، سب ہی پسند ہیں
مستقبل کے متعلق ابھی کچھ نہیں سوچا

واحد بکسٹال، پٹھان کالونی، ـــــ حیدرآباد، سندھ

شوکت علی، تیرہ سال
جماعت ششم، مشغلہ، مطالعہ کرنا
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہو کر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں

عوامی جنرل اسٹور، فرنٹیر کالونی نمبر ۲، ـــــ اورنگی ٹاؤن کراچی

مبشر محمود، چودہ سال
جماعت نہم، مشغلہ، ہاکی کھیلنا
پسندیدہ مضمون، حیاتیات
بڑے ہو کر سراغرساں بننا چاہتا ہوں

مکان نمبر ۶۲۸/ ایل سیکٹر ۲/ بی/ ۵ نئی آبادی ـــــ نیو کراچی

اشتیاق الرحمٰن، سولہ سال
جماعت دہم، مشغلہ، اسکاؤٹنگ
پسندیدہ مضمون، اسلامیات
بڑے ہو کر ائیر فورس انجنیئر بننا چاہتا ہوں

مکان نمبر ۵۹۱/ ایس، ـــــ کورنگی نمبر ۱ کراچی

اشفاق احمد، چودہ سال
جماعت نہم، مشغلہ، قلمی دوستی
پسندیدہ مضمون، انگلش
بڑے ہو کر انجنیئر بننا چاہتا ہوں

پروفیسر نثار احمد منزل، پرانا صدر، بازار، ـــــ شکارپور

شاہد احمد، سولہ سال
جماعت دہم، مشغلہ، کرکٹ کھیلنا
پسندیدہ مضمون، حساب
بڑے ہو کر انجنیئر بننا چاہتا ہوں

معرفت گلی حکیم قائم الدین ـــــ جیکب آباد

محمد صالح بلوچ، پندرہ سال
جماعت نہم، مشغلہ، قلمی دوستی
پسندیدہ مضمون، انگلش
بڑے ہو کر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں

معرفت چمن پبلی کیشنز، ـــــ شہدادکوٹ

سلیم احمد شیخ، آٹھ سال
جماعت چہارم، مشغلہ، فٹبال کھیلنا
پسندیدہ مضمون، حساب
بڑے ہو کر پائلٹ بننا چاہتا ہوں،

بی، ۸۴۴/ ۲۲ مغل آباد ـــــ راولپنڈی کینٹ

اظہر حسن نجمی، پندرہ سال
جماعت دہم، مشغلہ شعروشاعری
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہوکر جہاد کروں گا

گلی نمبر ۲، مکان نمبر ۶۵، بلاک بی، انوار شہید کالونی، رینالہ خورد

آفتاب احمد کسانہ، سولہ سال
جماعت دہم، مشغلہ ہاکی کھیلنا
پسندیدہ مضمون، انگلش
بڑے ہوکر بنک منیجر بننا چاہتا ہوں

وارڈ نمبر ۱۰، گلی گوجراں، چونڈہ، ضلع سیالکوٹ

کمال حسین، چودہ سال
جماعت ششم، مشغلہ ٹکٹیں جمع کرنا
پسندیدہ مضمون، انگلش
مستقبل کے بارے میں ابھی نہیں سوچا

معرفت، ایم ولید آٹوز، مین روڈ، ــــــ تربت، مکران

احمد ندیم، سولہ سال
جماعت ہشتم، مشغلہ رسائل پڑھنا
پسندیدہ مضمون، انگلش
بڑے ہوکر کرکٹر بننا چاہتا ہوں

معرفت وزیر خان، محلہ سنگھیڑہ تحصیل وڈاکخانہ ہنگو، ضلع کوہاٹ

طارق بہرام، بارہ سال
جماعت ہفتم، مشغلہ قلمی دوستی
پسندیدہ مضمون، اسلامیات
بڑے ہوکر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں

معرفت پاپولر اسٹیشنرز، تربت، بلوچستان

ارشاد محمد شیخ، سولہ سال
جماعت دہم، مشغلہ رسائل پڑھنا
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہوکر ادیب وشاعر بننا چاہتا ہوں

۵۲/ڈی، ۳ لطیف آباد نمبر ۱۱ ــــــ حیدرآباد

عزیز احمد، پندرہ سال
جماعت دہم، مشغلہ مطالعہ کرنا
پسندیدہ مضمون، اکاؤنٹنگ
بڑے ہوکر بنک منیجر بننا چاہتا ہوں

مکان نمبر ۳۴۴ بلاک ای یونٹ نمبر ۹، ــــــ حیدرآباد سندھ

اظہر الحسن نجمی، چودہ سال
جماعت دہم، مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پسندیدہ مضمون، کیمسٹری
بڑے ہوکر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں

مشتاق کتاب گھر، کبیر والا، ــــــ ضلع خانیوال

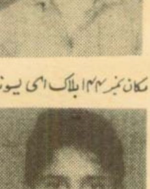

عمر حیات، چودہ سال
جماعت نہم، مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پسندیدہ مضمون، بیالوجی
بڑے ہوکر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں

گورنمنٹ ہائی اسکول ماتلی ــــــ سندھ

ایم عتیق الرحمٰن، سولہ سال
جماعت دہم مشغلہ کہانیاں پڑھنا
پسندیدہ مضمون، طبیعات
بڑے ہوکر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں۔

ہاؤس نمبر ۳۴۸، گلی نمبر ۳ گلفام آباد، اورنگی ٹاؤن، ــــ کراچی

ایک صفحہ امّی ابّو کے لئے

آپ کے بچّے کا امتحان سر پہ ہے ... اور
آپ کی خواہش ہے کہ آپ کا بچّہ امتیازی نمبروں سے پاس ہو اور اُس کا شمار لائق ترین بچوّں میں ہو...
لیکن.. صرف امیدیں وابستہ کرلینے یا خواہش پال لینے سے آپ کا بچّہ مطلوبہ لیاقت تو حاصل نہیں کرلے گا،
اس موقع پر اپنے آپ سے سوال کیجئے کہ..
"آپ کے بچّے کی امتحانی تیاری میں آپ کا حصہ کتنا ہے"
اگر آپ مطمئن ہیں کہ آپ اپنا فرض ادا کر چکے تو ٹھیک بصورت دیگر ______

۱— پہلی فرصت میں اپنے بچّے کی تعلیمی قابلیت کا جائزہ لیجئے، اس کے مختلف مضامین کے مختلف حصوّں سے سوالات پوچھئے تاکہ آپ کو اندازہ ہو سکے کہ آپ کا بچّہ کن مضامین میں کس پہلو سے کمزور ہے، اپنے بچّے کو نصاب میں کسی پہلو سے کمزور محسوس کریں تو سختی کے بجائے محبت اور شفقت سے سمجھائیں، سختی یا سرزنش خوف اور ذہنی بوجھ کو بڑھائے گی،

۲— امتحان کے قریبی دنوں میں ایک سے زیادہ بچوّں کے ساتھ گروپ ڈسکشن کے انداز میں نصاب کا جائزہ لینے کی ترغیب دیجئے، دوستانہ ماحول میں مل جل کر پڑھنا اور ایک دوسرے سے سوالات پوچھنا امتحانی تیاری کا بہترین طریقہ ہے،

۳— ان دنوں بچّے کے کھیل کود، ٹی وی اور دیگر اشغال میں قدرے کمی کر دیجئے، مگر اسے یکسر بند نہ کیجئے۔

۴— امتحان سے ایک روز قبل پڑھنے کو وقت کم دیں اور سونے کو زیادہ تاکہ امتحان کی صبح بچّہ خود کو تازہ دم محسوس کرے۔

اپنے حصّے کے ان کاموں کو مکمل کر کے اپنے بچّے کی کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعا ضرور کریں، اور اس کی ترغیب اپنے بچّے کو بھی دیں،
اگر آپ نے ایسا کیا تو انشاء اللہ آپ کی محنت رائیگاں نہیں جائے گی،

PATENT No. 7469-7470-7471

Regd. No. M-266 MARCH 1987
Monthly AANKH MICHOLEE Karachi

Printed by: LAREB Printing Press Phone: 217310